براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ

ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی

براہوئی اکیڈمی (رجسٹرڈ) پاکستان۔

حقوق محفوظ ہیں

کتاب	براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ
مصنف	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی
باراول	1982ء
باردوم	2014ء
بارسوم	2020ء
قیمت	500
تعداد	1000
کمپوزنگ	خالد مینگل، السراج کمپوزنگ سینٹر، جناح سینٹر، جناح روڈ، کوئٹہ۔
پریس	یونائیٹڈ پرنٹنگ پریس سیٹھ اسماعیل روڈ کوئٹہ۔
پبلشر	براہوئی اکیڈمی (رجسٹرڈ) پاکستان۔

انتساب

براہوئی زبان کے عظیم محقق و محسن آنجہانی سر ڈینس برے (Sir Denys Bray)

(1875ء-1951) کے نام

BRAHUI ACADEMY PAKISTAN

فہرست

1۔	تعارف	ڈاکٹر ایم صلاح الدین مینگل	14
2۔	دیباچہ	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	20
3۔	باب اول تاریخ وجغرافیہ		22
	قدیم نام		22
	تاریخی اہمیت		23
4۔	قدیم تاریخ		24
	یونانی دور		24
	موریا خاندان		24
	ساکا دور		25
	ساسانی دور		25
	پچ خاندان		25
5۔	عربوں کا دور		26
	حضرت عمر فاروقؓ کا عہد		26
	حضرت عثمانؓ کا عہد		26
	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عہد		27
	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور		28
	عبدالملک بن مروان کا عہد		28

BRAHUI ACADEMY PAKISTAN

	ولید بن عبدالملک	29
	محمد بن قاسم	29
	غزنوی خاندان:	29
	غوری خاندان:	30
	خوارزمی خاندان:	30
	منگول خاندان	30
	سیوا خاندان	30
	بلوچستان میں قندھار کی حکومت	31
	ارغونی دور	31
	عہد مغلیہ	32
	صفوی خاندان	33
	پرتگالیوں کا قبضہ	33
	آثار قدیمہ	33
	قدیم انتظامیہ	36
	ساراوان	37
	جہالاوان	37
6۔	بلوچستان طبعی لحاظ سے	38
	محل وقوع	38
	رقبہ	39
	آبادی	39

	براہوئی بولنے والوں کی تعداد	39
7۔	براہوئی حکومت	41
8۔	انگریزوں کا عہد	46
	برٹش بلوچستان	46
	بلوچستان ایجنسی	46
	ریاستی بلوچستان	46
9۔	براہوئی قبائلی وسیاسی تنظیم	47
	مذہب	49
	حسب ونسب	50
	براہوئی کے معنی	52
10۔	باب دوم براہوئی زبان	55
	حروف تہجی	56
	مخصوص ل ش	57
	رسم الخط	58
11۔	باب سوم لوک ادب	62
	علم وادب	62
	لوک ادب	62
12۔	منظوم لوک ادب	63
	برنازنا	63
	لیلی مور	65

BRAHUI ACADEMY PAKISTAN

	ماہ لنج	66
	مختلف رسموں کے گیت	68
	مودہ	70
13۔	منثور لوک ادب	71
	لوک کہانیاں	71
	لطائف	75
	پہیلیاں	77
	تلمیحات	79
	ضرب الامثال	80
14۔	فوق الفطرت عناصر	83
	فرشتے	83
	حضرت خضر علیہ السلام	83
	دیو	83
	پری	84
	جن	84
	شیطان	84
	مملی	85
	مما	85
	پیرہ	85
	بلہ	85
	جاتو	86

	گوانگو	86
	دت	86
	بوانٹو	87
	جماعتی	87
	چک بر	87
	بچ نہار	87
	یک ٹانگی	87
15۔	باب چہارم تحریری ادب	88
16۔	پہلا دور	88
	خدمت دین	88
	مجہول الاسم	89
	عملیات گہربار براہوئی	90
17۔	دوسرا دور	90
	شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ	90
	ملا ملک داد قلاتی	91
	ملک داد شاہوانی	93
18۔	تیسرا دور	95
	مولانا محمد فاضل درخانی	95
	مولانا عبدالحئی	96
	حاجی مولانا نبو جان	96

BRAHUI ACADEMY PAKISTAN

حاجی عبدالمجید چوتوئی	98
حضرت علامہ محمد عمر دین پوری	100
بلوشاعر	108
بشام	113
ریکی	115
مولوی محمد صدیق پنجگوری	118
ملامزار بدوزئی	119
ملامحمد حسن	122
تاج محمد تاجل	124
عبدالکریم مینگل	125
مولوی عبداللہ درخانی	126
سیدداد ن شاہ	128
شاعرنوراللہ	128
مرادعلی رئیساڑی	129
ملاروشن الدین	129
ملاگہرام	129
فیض محمد فیض	129
قیصرخان فقیرزئی	132
ملافقیرمحمد	133
19۔ باب پنجم قیام پاکستان کے بعد	135

مولانا میر محمد	136
ملا صالح محمد	137
محمد صلاح الدین مینگل	137
میر مراد علی ہستی	137
میر بشیر احمد لہڑی	138
پیر محمد نیمرغی	139
پیر محمد زبیرانی	141
مائی تاج بانو	142
جمال بادینی	143
خداداد گل	144
میاں خیر محمد	144
رئیس نبی داد	144
حافظ سعید احمد	144
حافظ سلطان احمد	145
ظفر علی مرزا	146
کامل القادری	146
کریم بخش سائل	147
خلیفہ گل محمد نوشکوی	148
نادر قمبرانی	150
آغا نصیر خان احمد زئی	151

BRAHUI ACADEMY PAKISTAN

براہوئی نور محمد پروانہ	151
میاں محمد عبدالحق	152
عبدالجبار یار	154
عبدالکریم تراب لاڑکانوی	154
صوفی عبداللہ منگچری	154
مولانا عبدالعزیز	155
مولانا عبدالباقی درخانی	155
عبدالغفور احسن	156
عبدالغفور درخانی	157
عبدالقیوم جوہر براہوئی	158
عبدالرحمٰن کرد	158
ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	160
عبدالرزاق صابر	160
پروفیسر عبدالروف	161
عبدالصمد شاہین	161
غلام محمد شاہوانی	161
غلام حیدر حسرت	161
غلام نبی راہی	162
میر گل خان نصیر	162
مولوی محمد یعقوب شرودی	162

	مولانا محمد عمر دینارزئی	163
	حاجی محمد عمر محمد شہی	163
	مولانا محمد اسماعیل	164
	محمد اسحاق سوز	165
	میر گل بنگلزئی	169
	یوسف بدوزئی	170
	حاجی محمد یوسف ثانی	172
	واحد بخش رند	172
	حکیم خدائے رحیم مینگل	172
	عبدالحلیم خادمی نوشکوی	172
	مولوی نور احمد محمد شہی	172
20۔	باب ششم براہوئی نثر	174
	مستشرقین کی مساعی	174
	براہوئی ادباء کی تصانیف	176
	ریڈیائی ادب	180
	افسانے	181
	ڈرامے	181
	موجودہ دور کے نثر نگار	181
21۔	براہوئیات پر تصانیف	182
	دوست سے ملاقات	190

BRAHUI ACADEMY PAKISTAN

	شاعراوردولت	190
	حکمت عملی	191
	فقیرکی حاضرجوابی	191
22۔	حوالہ جات	210
23۔	کتابیات	216
24۔	فہرستِ کتب براہوئی اکیڈمی	218

BRAHUI ACADEMY PAKISTAN

تعارف

ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی کی پیدائش 15 مئی 1940ء کو ہدہ کوئٹہ میں ہوئی۔ آپ کے والد مرزا خان محکمہ پولیس میں ملازم تھے۔ جنہیں اعلیٰ کارکردگی پر برٹش گورنمنٹ سے سونے کا تمغہ اور کئی تعریفی اسناد ملے۔ آپ کا تعلق کہیری قبیلہ سے ہے جب آپ کے آباؤ اجداد مستونگ آئے تو وہاں محمد شہی قبیلہ سے وابستہ ہوگئے۔ اسلئے محمد شہی قبیلہ میں شہے آنزی کہلاتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول ہدہ سے حاصل کی۔ آجکل یہ جامع ہائی سکول ہے۔ پرائمری کے بعد آپ نے گورنمنٹ سنڈیمن ہائی سکول کوئٹہ میں داخلہ لیا۔ 1957ء میں میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سے گریجویشن کرنے کے بعد ایس ایم لاء کالج کراچی میں داخلہ لیا۔ اور کراچی یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے ایم اے انگلش اور ایم اے اردو کی ڈگریاں بھی حاصل کی ہیں۔

ابتداء میں بلوچستان یونیورسٹی پاکستان سٹڈی سینٹر میں لیکچرار لگے بعد میں 1976ء کے اختتام میں استعفیٰ دے کر وکالت میں آئے۔ مئی 1986ء میں ڈسٹرکٹ سیشن جج لگے۔ 1997ء میں بلوچستان ہائی کورٹ میں رجسٹرار لگے۔ لسانیات کے مختصر کورس کیلئے 1979ء میں آکسفورڈ گئے اور وہاں انگریزی پر اردو کے اثرات کا مطالعہ کرنے کے بعد اس موضوع پر کتاب لکھ ڈالی جسے مقتدرہ قوم زبان اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔ جب آپ آکسفورڈ سے واپس آرہے تھے تو جہاز کے پرواز کے دوران ٹی جے ایل میئر کی براہوئی لینگویج (رومن) کو براہوئی رسم الخط میں منتقل کیا اور اسے بعد میں شائع کروایا۔

آپ اردو اور اسلامیات میں پی ایچ ڈی ہیں۔ یعنی ڈبل پی ایچ ڈی ہیں۔ بلوچستان کے لوکل باشندوں میں آپ نے سب سے پہلے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ جب آپ نے ڈبل پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی تو اس وقت آپ کے ساتھ پورے ملک میں صرف تین سکالروں کے پاس ڈبل پی ایچ ڈی تھی۔ جن میں ایک پنجاب یونیورسٹی کے ڈاکٹر عبداللہ تھے۔ آپ کو لکھنے پڑھنے کا شوق شروع سے رہا ہے۔ جب آپ میٹرک میں تھے تو آپ کے مضامین مختلف رسائل و جرائد میں چھپتے تھے۔ آپ کے مضامین و مقالات ملک کے مختلف رسائل و جرائد مثلاً نقاد، ماہ نو، سیارہ ڈائجسٹ، اردو ڈائجسٹ، بلوچی دنیا ملتان، جنگ کراچی کوئٹہ، مشرق اور لاہور کوئٹہ وغیرہ میں چھپتے رہے ہیں۔ مقامی زبانوں کے رسائل و جرائد میں بھی آپ کے نگارشات چھپتے رہے ہیں۔ ریڈیو اور ٹی وی کے پروگراموں میں بھی حصہ لیتے رہے ہیں۔

آپ نے براہوئی زبان و ادب کی تاریخ پر خاصا کام کیا ہے۔ آپ کی ایک کتاب براہوئی لوک کہانیاں (مطبوعہ لوک ورثہ اسلام آباد) کی چند کہانیوں کا ترجمہ جاپانی زبان میں ہو چکا ہے۔ ایک اور کتاب براہوئی زبان و ادب کی تاریخ مطبوعہ اردو مرکزی بورڈ (اب سائنس بورڈ) کا فارسی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

امریکہ اٹلی وغیرہ کے رسائل میں بھی آپ کے نگارشات چھپتے رہے ہیں۔

1982ء میں جب آپ وکالت میں تھے تو آپ نے انسائیکلوپیڈیا آف انٹرنیشنل سکول آف ڈراویڈین لینگوئسٹک کیرالہ (انڈیا) کیلئے مقالہ لکھا جس پر آپ کو ایوارڈ ملا۔ ایک دفعہ میں نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ آپ کو غیر ملک سے ایوارڈ ملا ہے یہاں پاکستان میں کیوں ایوارڈ نہیں ملا ہے؟ تو آپ نے کہا کہ ہر سال 23 مارچ اور 14 اگست کے اخباروں کو دیکھیں چند گنے چنے رائٹر ہیں جن میں سے کچھ کو 23 مارچ اور باقی کو 14 اگست کو ایوارڈ دیا جاتا ہے۔

اگلے سال پھر 23 مارچ والوں کو 14 اگست اور 14 اگست والوں کو 23 مارچ کو ایوارڈ دیا جاتا ہے۔اس طرح ایک ایک رائٹر کو کئی مرتبہ انعام سے نوازا گیا ہے۔ایک دفعہ میں نے ایک سنیئر افسر سے کہا کہ آپ حکومت سے اس سلسلے میں فہرست منگوالیں تو معلوم ہوگا کہ انعامات پر چند لوگوں کی اجارہ داری ہے۔آپ کی تصانیف تالیف اور مرتب کردہ کتابوں کی تعداد پچاس تک پہنچی ہے۔ذیل میں ان کے نام دیے جاتے ہیں۔

1۔ انگریزی پر اردو کے اثرات

2۔ اصطلاحات طب

3۔ اولیائے بلوچستان (زیر طبع)

4۔ اردو براہوئی لغت (زیر ترتیب)

5۔ براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ)

6۔ براہوئی لوک گیت

7۔ براہوئی لوک کہانیاں

8۔ براہوئی نامہ

9۔ براہوئی کھیل

10۔ براہوئی اور اردو کا تقابلی مطالعہ (مقالہ پی ایچ ڈی)

11۔ براہوئی ضرب الامثال

12۔ براہوئی رسوم

13۔ براہوئی عالج معالجہ

14۔ براہوئی قصہ غاک (براہوئی)

15۔ بلوچستان میں دینی ادب (مقالہ پی ایچ ڈی)

16۔ بلوچستان میں صحابہ کرامؓ

17۔ بلوچستان میں تابعین وتبع تابعین (زیرتکمیل)

18۔ بلوچستان میں علم حدیث (زیرتکمیل)

19۔ بلوچستان میں عربوں کی فتوحات

20۔ بلوچستان دیوانی تنازعات (اطلاق شریعت) 1972 قواعدوضوابط (اردو ترجمہ)

21۔ بلوچی عہدی شاعری (اردوترجمہ)

22۔ تاج محمد تاجل (صوفی شاعر)

23۔ تعارف مصنفین (شریک مؤلف)

24۔ چاچا (براہوئی)

25۔ دریتیم (اردوترجمہ)

26۔ سوداگرزادہ (براہوئی)

27۔ سیرالاقطاب (اردوترجمہ)

28۔ علامہ اقبالؒ (براہوئی)

29۔ کیمیاوکیمیاگر

30۔ گل گنج (براہوئی)

31۔ گواڑخ (براہوئی)

32۔ مثنوی ماہ گل (براہوئی)

33۔ قدیم براہوئی شعرا

34۔ قرآن حکیم میں اسماالحسنٰی

35۔ وساہتاک (براہوئی)

36۔ ہفت احباب (ترجمہ)

مرتب کردہ کتب

37۔ اے براہوئی ریڈنگ بک (مکمل) ٹی جے ایل میئر

38۔ اے براہوئی ریڈنگ بک جلد اول ٹی جے ایل میئر

39۔ اے براہوئی ریڈنگ بک جلد دوم ٹی جے ایل میئر

40۔ اے براہوئی ریڈنگ بک جلد سوم ٹی جے ایل میئر

41۔ توشہ (براہوئی)

42۔ ٹیکی (براہوئی)

43۔ دی براہوئی لینگوئج (جلد اول) ڈینس برے

44۔ دی براہوئی لینگوئج (جلد دوم) ڈینس برے

45۔ مستائی (براہوئی)

46۔ میانی وپین قصہ غاک۔کیپٹن ایم نکلسن

47۔ نوٹس آن دی سٹڈی آف براہوئی لینگوئج۔جمیعت رائے

48۔ ہینڈ بک آف براہوئی لینگوئج۔مولوی اللہ بخش زہری

آپ کے پاس نادر و نایاب کتابوں کا ذخیرہ ہے اور بیش قیمت قلمی کتابیں قرآن مجید احادیث کی کتابیں ہیں۔آپ انتہائی ملنسار خوش اخلاق اور نرم دم انسان ہیں۔آپ نے سال 1960ء میں براہوئی ادب پر تحقیق کا آغاز کیا۔محدود وسائل کے باوجود بھی آپ نے اس زبان و ادب کیلئے مزید تحقیق کے راستے کھول دیے۔ابتداء میں آپ کی کوششوں سے بلوچستان یونیورسٹی میں براہوئی ادیب و عالم و فاضل کی کلاسوں کا اجراء ہوا اور آپ چند عرصہ

لیکچرار بھی رہے۔

آپ سے جب میری ملاقات ہوئی تو آپ نے مجھے براہوئی زبان وادب پر کام کیلئے آمادہ کیا۔جس کی وجہ سے آپ کو ادبی دنیا میں اپنا استاد تسلیم کرتا ہوں۔حکومت بلوچستان کے اہلکاروں کو اور علمی اداروں کے سربراہوں کو بھی ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی کی علمی و ادبی خدمات کے سلسلے میں انصاف سے کام لینا چاہئے کیونکہ بلوچستان کے عوام ویسے ہی احساس کمتری کا شکار ہیں اور اس قسم کے ناانصافیوں کو دیکھ کر ایک مخصوص طبقے کی اجارہ داری کا گمان ہوتا ہے۔

فقط والسلام

ڈاکٹر ایم صلاح الدین مینگل

ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

چیئرمین براہوئی اکیڈمی پاکستان

دیباچہ

براہوئی زبان پاکستان کی قدیم ترین زبان ہے۔ یہ زبانوں کے دراوڑی قبیلے سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن افسوس محققین نے اس کی طرف بہت کم توجہ دی اور اس پر اتنا کام نہیں ہوا جس کی یہ مستحق تھی۔ براہوئی ادب کی تاریخ بھی اب تک نہیں لکھی جا سکی۔ اس ضمن میں چند ایک مقالے ضرور منظر عام پر آئے لیکن وہ بھی گمنامی کے غاروں کی نذر ہو گئے۔

میں براہوئی زبان و ادب پر 1965ء سے کام کر رہا ہوں۔ اس سلسلے میں میرے متعدد مقالات و مضامین مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوئے۔ ان مضامین و مقالات کی وجہ سے بیرونی دنیا مثلاً آسٹریا، اٹلی، امریکہ، برطانیہ، جاپان، ڈنمارک، روس اور بھارت وغیرہ کے محققین نے نہ صرف مجھ سے رابطہ کیا بلکہ ان میں سے کئی ایک محقق دور دراز کا سفر اختیار کر کے میرے پاس بھی آئے اور ان کے ساتھ طویل علمی مباحثوں کا سلسلہ دنوں بلکہ مہینوں پر پھیلا رہا۔

اس کتاب کا مسودہ اگرچہ دس برس پیشتر تیار کیا گیا تھا لیکن اس کے چھپنے کی نوبت اب آئی۔ اس عرصے میں براہوئی زبان و ادب نے کافی ترقی کی ہے۔ جو ادباء و شعراء دس سال قبل ادب کے میدان میں گھٹنوں کے بل چلتے تھے اب ان کا شمار شہسواروں میں ہوتا ہے۔ پرانے منظور شدہ مسودہ میں ترمیم و اضافہ ممکن نہ تھا لیکن پھر بھی میں نے چند ایک ضروری مقامات پر ناگریز ترمیم و اضافہ کیا۔ گو میں اسے کسی صورت میں بھی مکمل نہیں سمجھتا تاہم اگلے ایڈیشنوں کے لیے یا براہوئی زبان و ادب پر کام کرنے کو دوسرے مصنفوں کے

لیے اساس تو فراہم ہوگی۔

جناب کامل القادری مرحوم اس کتاب کو مطبوعہ صورت میں دیکھنے کے متمنی تھے۔ جب بھی مجھے خط تحریر کرتے تو اس کی طباعت کے متعلق دریافت کرتے۔ پچھلے دنوں جب میں اس کی پروف ریڈنگ سے فارغ ہوا تو سب سے پہلے انہیں کتاب کے پریس میں جانے کی خبر دی لیکن چند یوم بعد موت کے بے رحم ہاتھوں نے جناب کامل القادری کو ہم سے ہمیشہ کیلئے جدا کر دیا۔ کاش وہ اس کتاب کو مطبوعہ شکل میں دیکھتے۔

میں ڈائریکٹر مرکزی اردو بورڈ کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے ذاتی دلچسپی لے کر اس کتاب کو زیور طباعت سے آراستہ کیا۔ بورڈ کے مہتمم طباعت فضلی صاحب نے تو اس کی طباعت اور پروف ریڈنگ میں اس قدر دلچسپی لی ہے جیسے یہ کتاب انہوں نے ہی تحریر کی ہو۔ ان کے اس خلوص کی وجہ سے ان کا مجھ پر بڑا احسان ہے۔

اس مختصر سی کتاب میں میں نے اپنے مقالات و مضامین کے علاوہ دوسری متعلقہ تخلیقات سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ان کی فہرست کتاب میں شامل کر دی گئی ہے۔ میں ان تمام حضرات کا تہ دل سے شکر گزار ہوں جن کی تحریروں سے میں نے استفادہ کیا اور جن کی رہنمائی سے مجھ پر کئی نئی راہیں کھلیں۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی

باب اول

تاریخ وجغرافیہ

قدیم نام

براہوئیوں کی اکثریت بلوچستان میں آباد ہے۔اس علاقے کا قدیم ترین ذکر پارسیوں کی مذہبی کتاب ''اوستا'' میں آیا ہے۔اس میں پشین کا ذکر بھی ہے۔یونانی مؤرخین میں سے ہیروڈوٹس (Herodotus) ہمیں بلوچستان کے متعلق کچھ معلومات فراہم کرتا ہے۔سٹرابو(Strabo) ہمیں اس خطے کے متعلق تفصیل سے بتاتا ہے جس کی وجہ سے ہم اس خطے کی حدود متعین کر سکتے ہیں۔(1) ازمنہ قدیم میں اس خطے کا ایک نام نہیں تھا۔سنسکرت زبان کی کتابوں میں اس کے مختلف نام درج ہیں۔یونانیوں نے اس کے بعض حصوں کے لیے یونانی نام رکھے۔مثلاً ساراوان کچھی اور قندھار کو آرکوسیا' قندھار وسیستان کو درنجیانا' جھالاوان ومکران کو گدروشیا' کیچ کو کیز اور گوادر کو کوڈگاسرا کہتے ہیں۔(2)

سنسکرت کتابوں میں مکران کا نام ''موکارا'' یا ''مکارینا'' آیا ہے۔عرب اسے ''ماکران'' اور ایرانی ''ماہی خوران'' تحریر کرتے رہے ہیں۔حمزہ اصفہانی کی تحریر کے مطابق مکران پر یہ نام موکران بن فرخ بن سام بن نوح کی وجہ سے پڑا۔(3) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ''ماکا'' قوم کی سرزمین رہی ہے اس لیے مکران مشہور ہوا۔مارکوپولو نے اپنے سفرنامہ میں مکران کا ذکر کیا ہے۔

عربی اور سنسکرت کتابوں میں کچھی کا نام ''بدھا'' تحریر ہے۔عربوں نے گنداواہ کو قندابیل اور خضدار کو قصدار تحریر کیا ہے۔ خاران کا نام کتابوں میں ''کاران'' (تاران) آیا ہے۔

جی ہسٹن کی تحریر کے مطابق بلوچستان کا نام اٹھارویں صدی کی ایجاد ہے جسے نادر شاہ نے ملکی انتظام وانصرام کے لیے تجویز کیا تھا۔ ''خان بلوچ کا پیغام'' میں تحریر کرتے ہیں کہ میر نصیر خان نے طوران کا نام بلوچستان رکھا۔سی ای بڈلوف نے لکھا ہے کہ بلوچستان کا نام انگریزوں کی ایجاد ہے۔(4) لیکن 375 ہجری کی کتاب ''احسن التقاسیم فی معروف القالیم'' میں بھی بلوچستان کا لفظ ملتا ہے۔اس میں اسے ''والشتان'' تحریر کیا گیا ہے۔(5)

تاریخی اہمیت

ازمنہ قدیم سے مغربی حملہ آوروں کا گزر اسی راستے سے رہا ہے۔ سروھیلر اور اسٹورٹ پگٹ کا خیال ہے کہ آریا ہندوستان میں بلوچستان کی طرف سے آئے ہونگے۔اس لئے کہ ژوب میں راعنا غنڈئی کے تیسرے دور کے اختتام یعنی دو ہزار قبل مسیح کے قریب تباہی بربادی اور لوٹ مار کے آثار ملتے ہیں۔(6)

اس خطے کے تعلقات مغربی اور وسطی ایشیاء سے استوار رہے ہیں۔ یہ خطہ دفاعی، تجارتی اور تمدنی اہمیت کا مالک ہے۔ ماضی میں دوسرے علاقوں سے تعلقات کے چار راستے تھے۔اہم ترین راستہ درہ بولان ہے جو کولپور سے رندلی تک پھیلا ہوا ہے۔اس کی لمبائی چون میل ہے۔ دوسرا راستہ درہ مولا کا ہے۔ جو دریائے مولا کے دہانے سے انجیرہ کے قریب شروع ہوتا ہے۔تیسرا راستہ لس بیلہ اور مکران کا بری راستہ ہے جو ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ کا ہے۔ چوتھا راستہ بحری راستہ ہے۔

قدیم تاریخ

یونانی دور

بلوچستان میں 1600 ق م میں آریاؤں کی یلغار ہوئی ہے۔اس کے بعد ایک ہزار برس کی تاریخ کا حال معلوم نہیں۔(7) پھر بھی ہم اتنا جانتے ہیں کہ ایران کے مشہور بادشاہ سائرس اول کے عہد (552، 568 ق م) میں مکران اس کی وسیع سلطنت کا ایک حصہ تھا۔26۔325 ق م میں جب سکندر اعظم نے راجہ پورس کو شکست دی تو واپسی پر لس بیلہ اور مکران کے راستے سے گزرا یہاں اسکی فوج کا ایک حصہ ناموافق آب وہوا اور خوراک کی کمی کی وجہ سے تباہ ہوگیا۔خود سکندر بابل کے مقام پر 323 ق م میں فوت ہوگیا۔اسکی فوج کا دوسرا دستہ سپہ سالار کیرٹرس کی سرکردگی میں درہ مولا اور کوئٹہ سے گزرا اور تیسرا دستہ بحری راستے سے امیرالبحر نیئرکس کی سرکردگی میں مکران اور لس بیلہ کے ساحلی علاقوں کے ساتھ ساتھ خلیج فارس سے ہوتا ہوا مقدونیہ پہنچا۔(8)

موریا خاندان

سکندر اعظم کے وفات کے بعد بلوچستان کے مشہور سپہ سالار سیلوکس نکاٹر (SELEUCUSNICATOR) کی علمداری میں آیا۔(9) 322 ق م سے چندر گپت موریا سے شکست کھانے کے بعد سیلوکس نے اسکی پیش کی ہوئی شرائط پر صلح کی اور کابل، قندھار، ہرات اور بلوچستان کا علاقہ 500 ہاتھیوں سمیت اسے دیدیا جو اشوک (273 ق م)، (232 ق م) کے عہد تک اسکی سلطنت کا حصہ رہا۔یہی وجہ ہے کہ بلوچستان کے بعض مقامات پر بدھ مت کے آثار پائے جاتے ہیں۔(10) خصوصاً وادی ہنگول یا ہنگلاخ میں ''نانیا تیرتھ'' اور

دوسرے مقامات پر کھنڈرات ملتے ہیں۔

ساکا دور

130۔140 ق م کے درمیانی عرصے میں وسط ایشیا کی ایک قوم ساکا نے بلوچستان پر قبضہ کیا۔اس قوم کی حکومت وادی ہلمند تک پھیلی ہوئی تھی۔

ساسانی دور

پانچویں صدی میں ساسانی خاندان کی چودھویں حکمران بہرام گور (ویری رام) نے اپنی بیوی کے جہیز میں سندھ اور مکران کو حاصل کیا۔دوسو سال تک یہ خاندان ان علاقوں پر حکمرانی کرتا رہا۔بہرام گور پہلا ساسانی حکمران تھا۔جس نے 404 سے 427ء تک مکران پر حکومت کی۔ پھر 591ء سے 628ء تک خسرو پرویز نے مکران کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔(11)

چچ خاندان

14 ہجری بمطابق 635 ء میں سندھ کے رائے چچ خاندان نے مکران پر قبضہ کرلیا۔اسکی سلطنت شمال میں قندھار اور مشرق میں دریائے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔

عربوں کا دور

حضرت عمر فاروقؓ کا عہد

بلوچستان کے ساتھ عربوں کے تعلقات اسلام سے قبل تھے۔ان کے اکثر قافلے یہیں سے ہوکر گزرتے تھے۔(12) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 645ء میں ایک جماعت مکران کے کوائف معلوم کرنے کیلئے بھیجی اس نے واپسی پر بتایا کہ اس علاقے کے خیر سے اس کا شر زیادہ ہے۔ پہاڑ تو پہاڑ اس کے میدان بھی پہاڑوں سے زیادہ دشوار گزار ہیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف توجہ نہ دی۔(13) ابن اثیر نے ''الکامل'' جلد صفحہ 35 مطبوعہ لیڈن میں تحریر کیا ہے کہ صحار عبدی نے خلیفہ دوم کو بتایا ''امیر المومنین'' وہاں پانی کی بے حد قلت ہے۔لوگ ڈاکو ہیں۔تھوڑی سی فوج جائے تو لوٹ لی جائے اور زیادہ جائے تو پیاسی مرجائے۔(14)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری دور یعنی 23 ہجری (642،641ء) میں عاصم بن عمر اور عبداللہ بن عامر نے مکران اور خاران کو فتح کیا۔ان دنوں مکران سندھ کا ایک حصہ تھا۔اس لئے سندھ کا راجہ مسلمانوں سے لڑنے کیلئے تیار ہوگیا۔لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو مکران سے آگے بڑھنے کی اجازت نہ دی۔(15)

حضرت عثمان غنیؓ کا عہد

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں (35ھ بمطابق 656ء) خراسان کے حاکم ابن عامر نے خاران کو سیستان میں ملالیا۔اور حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کو

وہاں کا گورنر مقرر کیا۔(16) اس کے بعد حضرت ابن سمرہؓ نے قلات کو فتح کیا۔ ان دنوں یہاں ایک مندر ''زوراک'' (17) نامی تھا۔ اس میں ایک طلائی بت تھا۔ جسکی آنکھیں یاقوت کی تھیں۔ اس نے اُس بت کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے اور آنکھیں نکال کر مندر کے مجاور سے کہا کہ یہ چیزیں لے لو میرا مقصد صرف اس قدر تھا کہ تمہیں بتا تا کہ یہ بت نہ تو اپنی حفاظت کر سکتا ہے اور نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔(18)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عہد

البلازری سے مرقوم ہے کہ 39ھ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں حضرت حارث بن مرۃ العبدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکران پر حملہ کر کے اسکو فتح کیا پھر وہ قیقان (قلات) کی طرف بڑھا لیکن یہاں وہ شہید ہوئے۔(19) چچ نامہ کا مصنف علی بن محمد الکوفی تحریر کرتا ہے کہ بیس ہزار قیقانیوں نے حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی۔ (20) البلازری مزید تحریر کرتا ہے کہ اسکے بعد 44ھ میں حضرت المہلب بن ابی صفرہ رضی اللہ تعالیٰ نے مکران پر حملہ کیا اور قیقان (قلات) کے مقام پر اٹھارہ گھڑ سوار ترکوں سے جن کی دُمیں بریدہ تھیں۔ اسکی مڈ بھیڑ ہوگئی۔ یہ تمام گھڑ سوار مارے گئے۔(21)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد تغار بن دائر (چچ نامہ میں تاغر لکھا ہے) کی سرکردگی میں عرب دستے نے قیقان (قلات) پر حملہ کر کے اسکو فتح کر لیا۔ اس دوران مسلمانوں نے مکران کو اپنا فوجی مرکز بنایا تھا۔ 664ء میں عربوں نے خضدار کو فتح کیا۔ اور نواحی علاقے طوران (جھلاوان) کو اپنی سلطنت میں ملا لیا۔(22)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور

عہد معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نال کے مقام پر مہلب بن ابی صفرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں مسلمانوں نے ایک جنگ لڑی اس کے بعد 64ھ میں بمطابق 684ء کے اوائل میں حضرت عبداللہ بن سوار العبدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر کمان حضرت سنان بن سلامہؓ کو قیقان (قلات) کی مہم پر بھیجا گیا۔ جس نے مکران کی سرحدوں تک تمام علاقہ ایک ہی یلغار میں اپنے قبضہ میں لے لیا۔ دوسری لڑائی میں حضرت عبداللہ بن سوارؓ شہید ہوئے اور قیقانان آزاد ہوگیا۔ (23) اس کے بعد رشید نے قیقانان کو فتح کیا اور کچھی تک پہنچ گیا۔ یہاں وہ میدون سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ (24)

حضرت سنان بن سلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکران کے والی مقرر کردیے گئے۔ انہوں نے قصدار (خضدار) کا علاقہ فتح کیا۔ اس کے بعد حضرت ابوالاشعث والی مقرر ہوئے۔ انہوں نے پوقان (خاران) اور قیقان (قلات) پر حملے کئے اور قصدار (خضدار) کو دوبارہ فتح کیا۔ کیونکہ وہاں کے لوگ باغی ہوگئے تھے۔ حضرت ابوالاشعث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ابن الجری الباھلی والی ہوکر آئے انہوں نے بہت سی فتوحات کیں۔

عبدالملک بن مروان کا عہد

خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد میں عراق کے گورنر حجاج بن یوسف نے 65ھ بمطابق 85-684ء میں سعید بن اسلم زرعۃ الکلابی کو سندھ کی فتح کیلئے بھیجا مکران پہنچ کر اس نے صفوی بن سالم (علفی) سے امداد طلب کی مگر اس نے انکار کیا۔ جس کی وجہ سے اسے قتل کردیا گیا۔ (25) اس کے بیٹوں معاویہ اور محمد نے اپنے قبیلہ کو لیکر سعید پر خروج کیا اور اسکو قتل کرنے کے بعد مکران پر قابض ہوگئے لیکن بعد میں وہ سندھ کی طرف چلے گئے۔

(26)اس کے بعد حجاج نے ۔حجاعہ بن سمرا التمیمی کو بھیجا جس نے قندابیل (گنداوہ) کے اردگرد کے علاقے فتح کئے۔

ولید بن عبدالملک

خلیفہ ولید عبدالملک نے 85ھ بمطابق 704ء میں محمد بن ہارون کو جو مکران کا باشندہ تھا والی مقرر کیا۔اس نے علفی کے لوگوں کو اطاعت پر مجبور کیا۔(27) روایت ہے کہ رندوں اور لاشاریوں کا جداعلیٰ میر جلال خان اسی محمد بن ہارون کی اولاد میں سے تھا۔

محمد بن قاسم

92-91ھ بمطابق 712 میں محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کرنے کیلئے وہی راستہ اختیار کیا تھا۔ چنانچہ محمد بن قاسم مکران اور لس بیلہ کے راستے سندھ پہنچا اس مہم میں مکران کے گورنر محمد بن ہارون نے اسکی مدد کی لیکن اس اثنا میں وہ بیلہ کے مقام پر انتقال کر گیا۔(28) محمد بن قاسم نے ملتان فتح کیا اور عرب گورنر خضدار میں مقرر کیا گیا۔(29)

غزنوی خاندان:

976ء تک بلوچستان پر عربوں کی حکومت کا دور رہا۔ 977ء میں ناصر الدین سبکتگین غزنوی نے بلوچستان پر حملہ کیا اور خضدار کے جنوبی حصے تک قابض ہو گیا۔(30)

پھر محمود غزنوی تخت غزنوی کا وارث بنا تھا۔ پھر جب سلطان مسعود بن محمود تخت نشین ہوا تو اس نے مکران تک کا علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔(31) غزنوی خاندان سے پہلے یعقوب بن لیس صفاری نے بلوچستان پر صفاریوں کی حکومت قائم کی جو ایرانی حکومت کے تابع تھی۔صفاریوں کے بعد کچھ عرصہ بلوچستان کا ایک حصہ سلجوقیوں کے بھی ہاتھ آیا۔(32)

غوری خاندان

غزنوی خاندان کے بعد غوری خاندان نے ساراوان پر قبضہ کرلیا۔1202ء میں شہاب الدین غوری نے ساراوان اور مکران کو اپنے منظور نظر غلام تاج الدین الذوز کو عطا کیے جو بحیثیت گورنر یہاں رہنے لگا۔(33)

خوارزمی خاندان

1219ء میں سلطان محمد خان خوارزم (خیوا) نے بلوچستان پر قبضہ کرلیا۔اس کی سلطنت پشنگ (پشین) تک پھیلی ہوئی تھی اور وہاں کا حاکم ملک اختیار الدین محمود اس وقت خوارزم شاہ کا باجگزار تھا۔جس کا صدر مقام برشور تھا۔(34)

منگول خاندان

1223ء میں چنگیز خان کے بیٹے چغتائی خان نے مکران اور جہلاوان پر قبضہ کرلیا۔(35)1225ء میں سلطان التمش نے اس علاقے کو کچھ عرصے کیلئے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا مگر منگولوں نے اس کو اپنے قبضے میں لے لیا۔(36) وہاں ان کا نمائندہ ''بوراک'' حکمرانی کرتا رہا۔(37)

سیوا خاندان

ایک روایت کے مطابق قلات پر ایک ہندو خاندان سیوا نے حکومت کی ہے۔اسی وجہ سے مقامی لوگ قلات کو قلات سیوا کہتے ہیں۔(38) وہاں ایک قبیلہ سیوازئی اب تک موجود ہے۔سیوا خود قلات میں رہتا تھا۔اور اس کا لڑکا سنگین اسکے نائب کی حیثیت سے زہری (جہلاوان) میں تھا۔(39) بلوچستان میں مسلمانوں کی حکومت ساتویں صدی عیسوی سے شروع ہوتی ہے اس لئے قیاس ہے کہ سیوا خاندان کے ہندو راجے مسلمانوں کی حکومت سے

پہلے یہاں حکمران تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ خاندان سندھ کے رائے خاندان سے متعلق تھا۔ کیونکہ رائے خاندان کے شجرہ نسب میں سہارا نام کے دوراجاؤں کا ذکر آتا ہے۔ جن کی سلطنت قندھار وسیستان اور قیقانان کے پہاڑوں تک پھیلی ہوئی تھی۔

بعض مؤرخین نے خیال ظاہر کیا ہے کہ دہلی کے بادشاہ سلطان فیروز شاہ کے جانشینوں کے زوال کے بعد قلات سیوا حکمرانوں کے قبضہ میں آ گیا ہوگا۔ فیروز شاہ نے 18 رمضان 790ھ بمطابق 22 اگست 1388ء کو وفات پائی ان دنوں قبیلہ سامان نے سندھ میں طاقت حاصل کی سیوا اس خاندان سے تھا۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ہندو مذہب کا بھی پیرو تھا۔ البتہ وہ ایک ایسی قوم سے تعلق رکھتا ہے جو ابتداء میں ہندو تھی جب پندرھویں صدی عیسوی کے وسط میں چاکر خان کی قیادت میں رندوں نے سندھ پر چڑھائی کی تو سیوا خاندان کے ہاتھ سے حکومت چلی گئی۔

بلوچستان میں قندھار کی حکومت

1383ء میں قندھار کے قریت خاندان نے امیر تیمور کی اطاعت قبول کر لی۔ تو قندہار اور اس کے ملحقہ علاقے تیموری سلطنت میں آ گئے۔ امیر تیمور نے یہ علاقے اپنے پوتے پیر محمد کے حوالے کر دیئے اس طرح قندھار کی حکومت سندھ تک پھیل گئی اور لورالائی کا علاقہ بھی قندھار کی حکومت میں شامل کیا گیا۔ (40) تیمور اپنی مہموں کے دوران ایک دفعہ مری کے علاقے سے گزرا تھا۔ (41)

ارغونی دور

1470ء میں سلطان حسین والئی ہرات نے بلوچستان پر قبضہ کر لیا۔ 1480ء میں اس نے قندھار اور اس کے ملحقہ علاقے شال (کوئٹہ) پشنگ (پشین) سیبی (سبی) مستونگ

وغیرہ کا گورنر شجاع الدین ذوالنون بیگ ارغون کو مقرر کیا۔(42) شجاع الدین کی وفات کے بعد یہ علاقے اس کے بیٹے شاہ بیگ ارغون کے قبضے میں آ گئے۔اس نے 1511ء میں اپنا پایہ تخت قندھار سے شال (کوئٹہ) منتقل کیا۔اس کے بعد محمد بیگ نے درہ بولان سے سبی تک کے تمام علاقے اپنے باپ کی سلطنت میں شامل کیئے۔اس طرح قندھار کی حکومت بلوچستان میں سبی اور لورالائی تک پھیل گئی۔(43) اس نے نواحی علاقوں پر مہمیں بھیجیں جن میں 1571ء زہری (جہالاوان) مہم قابل ذکر ہے سبی میں ان دنوں جام نندا (جام نظام الدین) کی حکومت تھی۔

عہد مغلیہ

ارغونوں کے بعد یہ علاقہ مغلوں کے قبضہ میں آ گیا۔1530ء تک صوبہ قندھار مرزا کامران کے قبضہ میں تھا۔1545ء میں شہنشاہ ہمایوں سبی اور کوئٹہ سے ہوتا ہوا مستونگ پہنچا۔یہاں ملک خطی نے اسے پناہ دی۔شہنشاہ اکبر ان دونوں نومولد تھا۔وہ بھی ہمایوں کے ساتھ تھا۔یہ بات قابل ذکر ہے کہ ملکہ نور جہاں لورالائی کے مقام وٹاکری میں پیدا ہوئی اسکی یادگار اب تک وہاں موجود ہے۔جب ہمایوں شہنشاہ ہند ہوا تو اس نے شال اور مستونگ کے علاقے لونگ خان کو عطا کئے۔(44) آئین اکبری میں شال (کوئٹہ) اور مستونگ وغیرہ صوبہ قندھار کے حصے بتائے گئے ہیں۔اکبر نے 1595ء میں کچھی اور بالائی بلوچستان پر قبضہ کر کے کچھی کو بھکر سرکار اور بالائی بلوچستان کو قندھار سرکار کے ساتھ شامل کر لیا۔اس دور میں ابوسعید بلیدی نے مسقط سے نکل کر مکران پر حملہ کیا۔

1653ء میں شاہ جہاں کے دور حکومت میں جب شہزادہ دارالشکوہ نے قندھار پر حملہ کیا تو اس کی فوج کا ایک حصہ درہ بولان سے گزرا اور اس نے خود دُکی اور پشین کے لئے پیش قدمی کی۔

صفوی خاندان

1556ء سے 1595ء تک قندھار اور اس کے متعلقہ علاقے صفوی شاہان ایران کے زیر نگیں آ گئے لیکن 1595ء میں یہ علاقے پھر مغلوں کے قبضے میں آ گئے۔ جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ اکبر کے عہد میں مستونگ حکومت قندھار کا مشرقی حصہ تھا۔ لیکن عہد مغلیہ کے زوال پر براہویوں نے بہت طاقت حاصل کی اور قلات کے مغل گورنر کو نکال کر میر ابراہیم خان میرواڑی کو دعوت دی کہ وہ اپنے بیٹوں میں سے کسی کو قلات کا حکمران بنائے چنانچہ میر ابراہیم نے اپنے پوتے میر حسن کو حاکم مقرر کیا۔

پرتگالیوں کا قبضہ

سولہویں صدی عیسوی میں پرتگالیوں نے ہندوستان کے ساحل پر نو آبادیاں قائم کیں۔ گوادر میں کوہ باطل پر پانی جمع کرنے کیلئے انہوں نے بند بھی تعمیر کیا لیکن مقامی لوگوں کی وجہ سے ان کے پاؤں نہ جم سکے۔ 1581ء میں جاتے وقت انہوں نے گوادر کو نذر آتش کیا۔

آثار قدیمہ

ماہرین آثار قدیمہ کا کہنا ہے کہ بلوچستان میں تقریباً وہی تہذیب رائج تھی جو وادی سندھ میں قائم تھی۔ ماضی میں یہ علاقہ سندھ کا ایک حصہ رہا ہے۔ اس وقت اس کی آب و ہوا مرطوب تھی۔ یہاں کثرت سے بارش ہوتی تھی۔ اس لئے یہاں قدیم زمانے کے بڑے بڑے بند پائے جاتے ہیں۔ 3500 ق م سے 2000 ق م تک خوش حال تہذیبوں کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے بعد خشک سالی اور قحط کا آغاز ہوتا ہے۔ (45)

خاران میں جو قدیم مقبرے ہیں ان میں سے بعض مقبروں میں لاشیں قبروں کے

اندر اور بعض میں قبروں کے بغیر رکھی ہوئی ہیں۔ بعض قبروں سے شیر اور دوسرے جانوروں کی مورتیاں ملی ہیں۔ ان مقبروں کی دیواروں پر انسانی اعضاء کی تصویریں منقش ہیں۔ (46) یہ مقبرے اور لاشیں فنیقی (Phoenicians) قوم کی ہیں۔ جو شام کے مغربی ساحل پر بستے تھے۔ ان کا پیشہ تجارت تھا۔ ان لوگوں نے ایشیاء، یورپ اور افریقہ میں کئی تجارتی منڈیاں قائم کی تھیں۔ (47) اس علاقے میں پتھر کے بڑے بڑے بند موجود ہیں ان کو یہاں کے لوگ گبر بند یعنی (آتش پرستوں کے بند) کہتے ہیں۔

ماہرین آثار قدیمہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قدیم زمانے میں کوہ کیر تھر اور پب کے سندھ اور بلوچستان والے حصوں میں بڑے بڑے وسیع شہر آباد تھے۔ موھن جو داڑو کے تاجر بھی بلوچستان میں رہتے تھے۔ سندھ کے اس قدیم تہذیب کے خاتمے کے ساتھ ہی بلوچستان کی تہذیب کا بھی خاتمہ ہوا۔ (48) تھل کے بلند ٹھیلے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ بدھ مت کے دور کا ہے۔ سبی میں بدھ کا ایک عظیم سٹوپہ تھا۔ جس کی یاترا کرنے چینی سیاح ہیوں سانگ آیا تھا۔

اس سے پیشتر 1886ء میں کوئٹہ کے قلعہ سے ہرکولیس کا ایک مجسمہ دستیاب ہوا تھا۔ اس کی لمبائی دو فٹ ہے اور یہ کانسی کا بنا ہوا ہے۔

26-1925ء کے دوران ہارگریوز نے نال میں ایک قدیم قبرستان دریافت کیا اس کے بعد 28-1926ء کے دوران سر آریول اسٹائن نے بہت سے اہم مقامات دریافت کیے جس میں شاہی تمپ، پیرانو غنڈائی مغل غنڈائی مشہور ہیں۔ (49) پھر مسٹر ای جے راس نے ژوب اور لورالائی میں قابل قدر باقیات تفتیش کی۔ (50) 1946ء میں پروفیسر اسٹورٹ پگٹ نے کوئٹہ کے علاقے سے نئی قسم کے مٹی کے ظروف دریافت کیے۔

1950ء میں نیچرل ہسٹری میوزیم نیو یارک کی جانب سے مسٹر والٹر فیر سروس Fair Serves W.A نے بھی بلوچستان میں باقیات تفتیش کی اسے کلی گل محمد میں متجر عہد

کے ابتدائی دور کی تہیں ملیں۔اس قسم کی بستیاں عراق اور اردن میں بھی دریافت ہوئی ہیں۔یہ کلچر چار ہزار قبل مسیح کا ہوسکتا ہے۔(51)

بلوچستان کے مختلف علاقوں سے جو مورتیاں دریافت کی گئی ہیں یہ مورتیاں وادی سندھ کی مورتیوں سے زرا مختلف ہیں۔ان کے پیر نہیں ہیں اور دھڑ کا نچلا حصہ ہموار ہے۔سر آریول اسٹائن نے جو مورتیاں تلاش کی ہیں۔ان کے چہرے چڑیوں کی طرح پتلے اور نوکیلے ہیں۔ان کے ہاتھ کمر یا سینوں پر رکھے ہوئے ہیں۔ضلع ژوب کے مقامات مغل غنڈئی اور پیر یانو غنڈئی وغیرہ سے جو مورتیاں ملی ہیں ان کے سر پر ایک پوشش ہے اور گلے میں بہت سے ہار ہیں۔ان کی شکلیں چپٹی بے انتہا بھدی اور بے ڈھنگی ہیں۔ان کا ماتھا ابھرا ہوا آنکھیں دھنسی ہوئی ہیں۔چند مورتیں عورتوں کی ہیں۔جو آٹا گوندھ رہی ہیں۔یا روٹیوں کی ٹوکری بغل میں لئے ہوئی ہیں۔(52)

نال اور شاہی تمپ میں مکمل تدفین کے آثار ملے ہیں۔نال میں مکمل ڈھانچوں کے ساتھ ساتھ اس عہد کے جزوی تدفین کے آثار بھی پائے گئے ہیں۔لاشوں کے ساتھ بیشمار برتن بھی ملے ہیں۔جن میں کھانے اور سفر آخرت میں کام آنے والی بے شمار اشیاء دفن کی گئی ہیں۔شاہی تمپ میں لاشوں کو پشت یا بغل کے بل پر دفن کیا گیا ہے۔اور ان کے سرہانے یا پیروں کی طرف ایسے برتن ملے ہیں جن میں دنبے یا بکریوں کی ہڈیاں دفن ہیں۔(53) ماہرین کا کہنا ہے کہ یہاں کے لوگ دستہ والی کلہاڑیاں اور تانبے کی گول میزیں استعمال کرتے تھے۔ان لوگوں نے یہاں کے قدیم کلچر یعنی گلی کلچر کو ختم کیا۔موہن جودڑو کے آخری دور میں بھی ایسے ظروف گلی ملے ہیں۔جو یہاں بلوچستان میں دریافت ہوئے ہیں جن سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہاں کے لوگ حملہ آوروں سے شکست کھا کر وادی سندھ میں عافیت کوش ہوئے ہونگے۔(54)

ضلع کچھی میں سبی سے بارہ میل جنوب کی طرف پیرک کے مقام پر فرانسیسی آثار قدیمہ کے ماہرین نے پاکستان کے آثار قدیمہ کے تعاون سے 1968ء میں کھدائی کا کام شروع کیا۔ 1974ء میں اس جماعت کے سربراہ ڈاکٹر جے ایف ژریگی Dr. J.F.Jarrige نے انکشاف کیا کہ پیرک میں دو ہزار ق م کی تہذیب کے آثار دریافت ہوئے ہیں ان میں ہڈیوں لوہے اور ہاتھی دانت کے زیورات کے علاوہ سونے کے ٹکڑے بھی شامل ہیں۔ مہم کے اس عرصے میں چھ مرحلوں پر کام ہوا ہے۔ جس کے نتیجے میں نادر اور قدیم مردوں اور عورتوں کی شبیہیں، گھوڑوں' اونٹوں اور دوسرے جانوروں کی ہڈیاں' خوبصورت اینٹیں نہایت خوشنما بیل بوٹوں سے مزین حسین مٹی کے ظروف اور لوہے کی بنی ہوئی مختلف اشیاء وغیرہ دریافت ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر ژریگی نے کہا کہ ان آثار سے اس علاقے میں شہریت کے حقیقی شعور کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان نوادرات سے پتہ چلتا ہے کہ اس علاقے میں دو کوہان والے اونٹ اور ایسے خوبصورت گھوڑے پائے جاتے تھے جن کی جلد پر خوب صورت چتلیاں ہوتی تھیں۔ ان نوادرات کا تعلق دو ہزار ق م کے آخری اور ایک ہزار قبل مسیح کے اوائل سے ہے۔

درّہ بولان میں بی بی نانی سے چند میل کے فاصلہ پر پیر غائب کے مقام سے جو اینٹیں وغیرہ ملی ہیں ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ''صفد' قوم کی ہیں۔

قدیم انتظامیہ

بلوچستان عہد قدیم میں دو انتظامی حصوں میں تقسیم تھا۔ شمالی اضلاع قیقانان کہلاتے تھے۔ جس کا مرکزی مقام دمب سادات کی بستی کو قرار دیا جاتا ہے۔ دوسرا حصہ جنوبی اضلاع جہلاوان مکران اور لس بیلہ پر مشتمل تھا۔ اس کا مرکزی مقام سورو دمب (نال) کو قرار دیا جاتا ہے۔ بعد ازاں شمالی حصے کو سراوان اور جنوبی کو جہلاوان کہا جانے لگا۔

ساراوان

مقامی زبان میں ابتداء اور انتہا اور فراز کو ساراوان کہتے ہیں۔ چونکہ جہالاوان کے مقابلے میں یہ علاقہ فراز پر واقع ہے۔ اس لئے اس کو ساراوان کے نام سے پکارا جانے لگا۔ اس کا رقبہ 8676 مربع میل ہے۔ اس کے شمال میں کوئٹہ مشرق میں بولان کچھی اور جنوب میں جہلاوان مغرب میں چاغی اور خاران واقع ہیں۔ (55) یہ علاقہ شمالی عرض بلد پر 58ء28 اور 8ء30 اور مشرقی عرض بلد کے 15ء22 اور 31ء27 درجات کے درمیان واقع ہے۔ شمالاً جنوباً اس کی لمبائی ساٹھ میل ہے شرقاً غرباً اسکی چوڑائی اسی میل ہے۔ شرقاً جنوباً جو متوازی سلسلہ ہائے کوہ واقع ہیں ان کی بلندی پانچ ہزار فٹ سے لیکر ساڑے چھ ہزار فٹ تک ہیں۔ ان میں سبزہ اور کھیت نظر آتے ہیں۔ (56)

جہالاوان

مقامی لوگ جہل نشیب کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ علاقہ نشیب میں واقع ہے اس لئے اسے جہالاوان کہا جاتا ہے۔ اس کا رقبہ 21128 مربع میل ہے۔ اس کے شمال میں ساراوان مشرق میں کچھی اور سندھ جنوب میں لس بیلہ مغرب میں مکران اور خاران کے اضلاع واقع ہیں۔ (57)

یہ علاقہ عرض بلد پر 28ء25 اور 31ء29 اور طول بلد کے 11ء65 اور 27ء67 درجات کے درمیان واقع ہے۔ شمالاً جنوباً اسکی زیادہ سے زیادہ لمبائی سو میل ہے۔ جہالاوان کا علاقہ شمال کی طرف بلند ہے اور جنوب کی طرف بتدریج ڈھلوان ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ علاقہ زیادہ تر خشک پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ ان خشک پہاڑوں سے نکلنے والے دریا صرف موسم برسات میں بہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں اس علاقے کو طوران کہتے تھے۔ اس کا دارالحکومت قصدار (خضدار) تھا۔

بلوچستان طبعی لحاظ سے

محل وقوع

پاکستانی بلوچستان براعظم ایشیا کے جنوب میں اور پاکستان کے انتہائی مغربی کونے میں واقع ہے۔(58) یہ ایک پہاڑی علاقہ ہے اس کے شمال میں افغانستان اور صوبہ سرحد جنوب میں بحرہ عرب مشرق میں سندھ اور پنجاب اور مغرب میں ایران واقع ہے۔(59)

مشرق میں کوہ سلیمان اور کوہ زرغون اس کو پنجاب سے ہالار کیر تھر اور پب اس کو سندھ سے علیحدہ کرتے ہیں۔شمال میں توبہ کاکڑی اور درمیان میں کوہ براہوئی واقع ہے۔ مکران سے پہاڑوں کے سلسلے قطار در قطار جنوب تک جاتے ہیں۔ساحل سمندر پر کوہ تالار کی شاخیں اور مغرب میں کوہ سیاہان کی شاخیں ہیں(60) بلوچستان کے پہاڑ پانچ ہزار فٹ سے لیکر گیارہ ہزار آٹھ سو فٹ تک بلند ہیں۔کوہ زرغون کی سب سے بڑی چوٹی ''لوئے سر'' 11738 فٹ اور چھوٹی سے چھوٹی 11170 فٹ بلند ہے۔(61)

مغرب اور شمال مغرب میں اسکی سرحدیں 520 میل تک ایران سے اور 723 میل تک افغانستان سے ملتی ہیں۔38 میل بے مملکت سرزمین سے ملتی ہیں۔اس صوبے کا ساحلی علاقہ 471 میل لمبا ہے۔ ماہرین ارضیات کہتے ہیں کہ یہ سرزمین سمندر سے بنی ہے۔ارضیات کے تیسرے جگ میں جب کہ تغیر عظیم سے ہمالیہ بنا تو یہ سرزمین وجود میں آئی۔(62)

رقبہ

بلوچستان رقبہ کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔اس کا کل رقبہ 134638 مربع میل ہے۔(63) جو سندھ، پنجاب، خیر پور اور بہاولپور کے مجموعی رقبے کے برابر ہے۔(64)

آبادی

آبادی کے لحاظ سے یہ صوبہ پاکستان کا سب سے چھوٹا صوبہ ہے۔کہیں کہیں تو ایک مربع میل میں ایک شخص آباد ہے۔

1921ء میں اس کی آبادی 799625 تھی۔1931ء میں اس کی آبادی بڑھ کر 1174032 تھی۔ (66)1961ء میں اسکی آبادی 1354000 ہوگئی۔1972ء کی مردم شماری کی رو سے بلوچستان کی آبادی 2409000 تھی اور آج کل 75 لاکھ ہے۔

براہوئی بولنے والو کی تعداد

1901ء میں براہوئیوں کی تعداد تمام ہندوستان میں تین لاکھ کے قریب تھی۔ (27)1911ء میں بلوچستان میں ان کی آبادی 127787 تھی۔1931ء کی مردم شماری میں یہ تعداد بڑھ کر 224415 ہوگئی۔ پاکستان کی پہلی مردم شماری 1951ء کی رو سے بلوچستان میں براہوئیوں کی تعداد 262463 تھی۔ دوسری زبان بولنے والوں کی تعداد حسب ذیل تھی۔

بلوچی: 300732

پشتو: 243882

اس سے ظاہر ہے کہ براہویوں کی آبادی بلوچستان میں دوسرے نمبر پر تھی۔

1961ء کی مردم شماری ایسے وقت ہوئی جب ملک میں مارشل لا نافذ تھا۔ جہالاوان کے براہوئی قبائل پہاڑوں پر روپوش ہوگئے تھے۔ اس کے علاوہ مردم شماری سردیوں کے مہینے جنوری میں ہوئی ان دنوں کئی براہوئی خاندان سردی سے بچنے کیلئے ادھر اُدھر چلے جاتے ہیں۔ تاہم اس مردم شماری میں براہویوں کی تعداد365772 دکھائی گئی ہے۔1972ء میں لسانی بنیاد پر مردم شمار نہیں ہوئی اس لئے صحیح تعداد معلوم نہیں۔

براہوئی لوگ بلوچستان کے علاوہ سندھ، جنوبی افغانستان، مشرقی ایران اور ترکمانستان (روس) میں بھی کثیر تعداد میں آباد ہیں۔لیکن ان کی مردم شماری کے اعداد ہمارے پاس نہیں ہیں۔اندازہ ہے کہ اس وقت براہویوں کی تعداد کم وبیش بیس لاکھ ہوگئی۔(68)

BRAHUI ACADEMY AKISTAN

براہوئی حکومت

پندرہویں صدی عیسوی میں سردار میر قمبر کی اولاد سے میرو نامی براہویوں کا سردار تھا۔ اسکی اولاد میرواڑی اب تک مشہور ہے۔ 1511ء میں میرو کا فرزند میر عمر سردار منتخب ہوا۔ (69) ان دنوں میں شہک رند اور میر گہرام لاشاری نے قلات پر حملہ کر کے میر عمر میرواڑی کو مار ڈالا۔ (70) میر عمر کی بیوہ بی بی ماہناز خواجہ خیل اپنے اکلوتے اور کمسن بیٹے میر بجار کو لیکر مستونگ پہنچی۔ مستونگ میں خواجہ خیلوں نے ان کو پناہ دی۔ جب میر بجار جوان ہوا تو اس کے دل میں اپنے باپ کا انتقام لینے کا جوش پیدا ہوا۔ اسکی والدہ یہ نہیں چاہتی تھی اس لئے ایک رات ماں کی آنکھ بچا کر وہ منگچر پہنچا۔ یہاں چند میرواڑی زمینداروں سے ملا۔ جنہوں نے راتوں رات اس کو میرواڑیوں کے رئیس سیاہی کے پاس چھپر پہنچا دیا۔ رئیس مذکور نے اپنے آدمی براہوئی قبائل کے پاس بھیجے ایک دن میر بجار نے رئیس کے بیٹوں کو ہمراہ لیکر قلات کے مندواڑیوں کی اونٹوں کے ایک گلہ کو لوٹ لیا۔ زیارت کے مقام پر معمولی سی جھڑپ ہوئی۔ جس میں مندواڑیوں کو شکست ہوئی۔ میر بجار کی طرف سے سیاہی کے صرف چار گھوڑے مارے گئے۔ اس جھڑپ کے بعد میر بجار کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی اور براہوئی قبائل اطراف واکناف سے جوق در جوق وہاں آنے لگے۔

میر گل خان ''تاریخ بلوچستان'' جلد اول صفحہ 23 پر لکھتے ہیں کہ ''براہوئیوں نے جس جگہ یہ خبر سنی اپنے گھر بار مال مویشی پہاڑوں پر عورتوں کے سپرد کر کے بوڑھے اور جوان وہاں سے ہی میر بجار کے پاس کھنچ کر آئے۔ میر عمر کا خون بہا لینا تھا۔ جسے براہوئی قبیلہ کا ہر فرد

اپنا فرض سمجھتا تھا۔غرض یہ چند دنوں کے اندر اندر براہویوں کا ایک بہت بڑا لشکر میر بجار کے پاس چھپر میں جمع ہوگیا۔ میر مندو کو چاکر اور میر گہرام کی طرف کوئی امداد مل نہ سکی میر بجار نے بھی اسے زیادہ انتظار کا موقع نہ دیا۔ جھٹ مشتعل براہوئیوں کو لیکر قلات پر چڑھ دوڑا۔ میر مندو لڑائی میں مارا گیا۔ میر بجار اپنے لشکر کے ساتھ فاتحانہ انداز سے قلات میں داخل ہوا۔ اور براہوئیوں نے اسی دن سے اسے متفقہ طور پر اپنا سردار تسلیم کر کے قلات کے میری میں اس کی دستار بندی کی رسم ادا کی۔

لیکن میر بجار کی طبیعت میں اچانک انقلاب آ گیا۔ حکومت کو خیر باد کہہ کر اپنی والدہ کے ہمراہ خشکی کے راستے حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہوا۔ وہاں کئی سال گذارنے کے بعد جب واپس آیا تو ہر سردار کو اسکے قبیلے کا خودمختار بنا دیا۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے اس کی موت کے بعد میر ابراہیم خان میر واڑی کو جو میر بجار کے بعد میر واڑیوں کا سردار تھا۔ قلات کا تخت پیش کیا گیا۔ میر ابراہیم خان خود سوراب کے نزدیک نغاڑ میں قیام پذیر تھا۔ لیکن اس نے تخت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ قبائل کے اصرار پر اس نے اپنے نواسے میر حسن کو جو میر گہرام کا بیٹا تھا۔ خان قلات مقرر کرنے پر رضامند ہوگیا۔ بدقسمتی سے میر حسن کے بھی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس لئے اسکی وفات کے بعد میر احمد کو جو میر قمبر قنبر کی نسل سے تھا۔ 1666ء میں قلات کا خان مقرر کیا گیا۔ یہی میر احمد خان احمدزئی کے بانی مبانی ہیں۔ اور جنکی اولاد حال تک قلات پر حکمرانی کرتی رہی ہے۔ خان قلات بن جانے کے ایک سال بعد 1667ء میں میر احمد خان نے قندھار کے گورنر آغا جعفر مغل کو شکست دیکر مستونگ کوئٹہ اور پشین کا علاقہ مغلوں سے لے لیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے کچھی کے باروزئیوں کے ساتھ سترہ دفعہ جنگ لڑی لیکن ہر دفعہ ناکام رہا۔ پھر اٹھارویں دفعہ اسے کامیابی حاصل ہوئی۔ اسکی حکومت پشین، کوئٹہ، مستونگ، خاران، کچھی کے شمالی علاقے نوشکی اور جہالاوان تک تھی۔

29 برس حکومت کرنے بعد وہ 1695ء میں وفات پا گئے۔

میر احمد کی وفات کے بعد میر محراب خان تخت نشین ہوئے اس نے تقریباً دو سال حکومت کی۔ اور 1697ء میں کرخ کے مقام پر کلہوڑوں سے ایک لڑائی میں زخمی ہونے کے تین دن بعد فوت ہوئے۔ موت سے پہلے انہوں نے قبائلی سرداروں کو بلا کر یہ وصیت کی کہ چونکہ میرے دونوں بیٹے میر احمد خان اور میر عبداللہ خان نابالغ ہیں اس لئے میرے سب سے بڑے بھتیجے میر سمندر کو جو میر قمبر کا بڑا لڑکا ہے خان قلات مقرر کیا جائے۔ چنانچہ میر سمندر 1697ء میں خان قلات مقرر ہوئے۔ وہ اپنے وقت کے حاتم تھے۔ اس لئے سخی سمندر مشہور ہوئے۔ 1698ء میں ایرانی سپہ سالار طہماسپ بیگ پچیس ہزار لشکر کیساتھ قلات پر حملہ آور ہوا۔ میر سمندر خان نے ہزار گنجی کے مقام پر اسے شکست دی اور اس نے ایرانی سپہ سالار کو اپنی تلوار سے قتل کیا۔ یہ دور شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کا تھا۔ ان دنوں کلہوڑا داد محمد اور نور محمد شہنشاہ سے باغی ہو گئے تھے۔ میر سمندر خان نے ان کو گرفتار کر کے شہنشاہ عالمگیر کے پاس بھیج دیا۔ اس پر شہنشاہ نے خوش ہو کر انہیں امیر الامرا کے خطاب کے علاوہ لاکھوں روپے دیئے۔ اور کراچی کی بندرگاہ کو میر محراب کے خون بہا کے عوض سندھ سے الگ کر کے اسکے حوالے کیا۔ 18 برس حکومت کرنے کے بعد ان کی وفات 1714ء میں ہوئی۔ ان کے بعد میر محراب خان کے بڑے بیٹے میر احمد خان ثانی کو قلات کا خان مقرر کیا گیا۔ انہوں نے دو برس حکومت کی او 1716ء میں وفات پا گئے۔ ان کے بعد میر عبداللہ قلات کے حکمران بن گئے۔ وہ بڑے رعب و دبدبے کے مالک تھے۔ انہیں عقاب قہار خان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے انکی وفات 1734ء میں ہوئی۔

میر عبداللہ کے تین بیٹے تھے۔ سب سے بڑے بیٹے میر محبت خان تھے۔ باقی دو بیٹے میر ایلتاز خان اور میر نصیر خان تھے۔ اس لئے سب سے بڑے بیٹے میر محبت خان کو قلات

کی گدی پر بٹھایا گیا۔لیکن قبائلی بہت جلد ان سے بدظن ہو گئے انکے دوسرے بھائی میر ایلتاز کو خان مقرر کیا گیا۔لیکن 1738ء میں قبائلیوں نے دوبارہ میر محبت خان کو قلات کی گدی پر بٹھایا۔

1749ء میں میر نصیر خان والئی قلات مقرر ہوئے۔ان کا دور براہوئیوں کا زرین دور کہلاتا ہے۔ براہوئی انہیں ولی نصیر خان یا نصیر خان نوری کہتے ہیں۔مشہد کی لڑائی میں وہ سپہ سالار تھے۔فتح کے بعد احمد شاہ ابدالی ان سے اس قدر خوش ہوئے کہ انہیں گلے سے لگا کر وفادار بھائی کہا۔پانی پت کی تیسری لڑائی 1961ء میں بھی وہ اپنے قبائل کے ہمراہ پیش پیش تھے۔

1817ء میں میر نصیر خان نوری کی وفات کے بعد ان کے بڑے بیٹے میر محمود خان اول قلات مقرر ہوئے۔1831ء میں ان کی وفات پر قبائلیوں نے اس کے فرزند میر محراب خان کو تخت پر بٹھایا۔ان کے عہد میں انگریز پہلی مرتبہ قلات پر حملہ آور ہوئے اور محراب خان 8 نومبر 1839ء کو انگریزوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔اپنی شہادت سے پیشتر انہوں نے اپنے بیٹے میر محسن کا نام تبدیل کر کے میر نصیر خان رکھا۔اور نوشکی کے زگر مینگل اور دیگر قبائل کے پاس بھیج دیا۔میر محراب خان کی شہادت کے بعد ہر طرف افراتفری تھی۔اس اثنا میں انگریزوں نے میر محبت خان کے خاندان سے میر شاہنواز کو 14 برس کی عمر میں خان قلات مقرر کیا۔(71) یکم اگست 1840ء کو میر نصیر خان دوئم چار ہزار قبائل کے لشکر کے ہمراہ قلات پر حملہ کر کے اس پر قابض ہو گئے اور خان بن گئے۔

میر نصیر خان دوم کے انتقال کے بعد 1857ء میں ان کے سوتیلے بھائی میر خدائیداد خان مسند نشین ہوئے۔(72) انکے دور میں قلات کے خزانہ میں ستر لاکھ روپے نقد اور اتنی ہی مالیت کا سونا اور جواہرات تھے۔1875ء میں تمام بلوچستان میں انگریزوں

کے خلاف نفرت کی آگ بھڑک اٹھی اس پر انگریزوں نے رابرٹ سنڈیمن کو بلوچستان بھیج دیا۔اس نے قبائل کو اپنے ساتھ ملانے کیلئے خوب پیش خرچ کیا۔1893ء میں انگریزوں نے میر خدائید خان کو کوئٹہ بلا کر معزول کر دیا۔ اس کے بعد انگریزوں نے میر محمود خان کو 10 مئی 1894ء میں کوئٹہ میں ایک قبائلی دربار میں تاج پوشی کرائی۔1794ء میں جی سی آئی ای کا خطاب دیا گیا۔آپ 1931ء تک اس منصب پر رہے۔آپ کا انتقال 3 دسمبر 1931ء میں ہوا۔پھر 9 دسمبر 1931ء کو میر اعظم جان خان قلات مقرر ہوئے۔انہوں نے ایک سال دس ماہ تک حکومت کی۔ان کا انتقال 9 ستمبر 1933ء میں ہوا۔ان کے بعد میر احمد یار خان قلات کے والئی مقرر ہوئے۔6 اکتوبر 1958ء میں وہ معزول کر دیئے گئے اور ان کے بیٹے داؤد جان قلات کے خان مقرر ہوئے۔لیکن چار سال بعد 1962ء میں بحال کر دئے گئے۔ان کی وفات کے بعد ان کا فرزند داؤد جان خان قلات بنے اور اب ان کے فرزند سلیمان داؤد خان قلات ہیں۔

انگریزوں کا عہد

انگریزوں کے عہد میں بلوچستان مندرجہ ذیل تین حصوں میں منقسم تھا۔

برٹش بلوچستان

1879ء کے معاہدہ کی رو سے خان قلات نے یہ علاقہ حکومت برطانیہ کے حوالے کیا۔اس کا رقبہ نو ہزار چار سو چھہتر مربع میل تھا۔

بلوچستان ایجنسی

بلوچستان ایجنسی کا انتظام انگریز علمداروں کے ہاتھ میں تھا۔اس کا رقبہ چوالیس ہزار تین سو پینتالیس مربع میل تھا۔

ریاستی بلوچستان

اس میں ایک ریاست قلات تھی جس کا حکمران خان قلات تھا۔دوسری ریاست لس بیلہ تھی جس پر جام خاندان حکمران تھا۔جاموں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سندھ کے حکمران سمہ کی نسل سے ہیں۔تیسری ریاست خاران اور چوتھی مکران تھی۔

اے۔جی۔جی کوئٹہ میں رہتا تھا۔ہر ایجنسی میں ایک پولیٹیکل ایجنٹ ہوا کرتا تھا۔

براہوئی قبائلی وسیاسی تنظیم

آریاؤں کی یلغار جب وادی سندھ پر ہوئی تو یہاں کی اکثریت قتل وغارت کی نذر ہوگئی۔ باقی بچنے والوں میں سے ایک حصہ نے اپنے وطن میں رہنے کو ترجیح دی۔ دوسرے حصے نے جنوبی بھارت کا رخ کیا۔ اور اب تک وہاں اپنی قدیم زبانوں اور تمدن کی حفاظت کر رہے ہیں۔ تیسرے حصے نے قلات کے دور افتادہ پہاڑوں کا رخ کیا اور وہیں رہنے لگا۔ صدیوں تک ان قبائل کا شیرازہ بکھرا رہا۔ آخر سولہویں صدی میں براہوئیوں میں سے قمبراڑی قبیلہ نے قیادت سنبھالی اور خان کہلائے جانے لگے۔

براہوئیوں میں خانی دور سے بہت پہلے قبائلی نظام رائج ہوگیا تھا۔ اسی نظام کے بنیادی اصول ''خانیت'' نے اپنائے۔ براہوئی تنظیم کی بنیادی اکائی خاندان ہے۔ جسے براہوئی ''پرہ'' کہتے ہیں۔ خاندان کا معتبر ''پیرنگا'' کہلاتا ہے۔ کئی خاندانوں کا مجموعہ شلوار کہلاتا ہے۔ شلوار کا سربراہ ''کماشا'' ہوتا ہے۔ مختلف شلواروں کا مجموعہ ''ٹکر'' کہلاتا ہے۔ اور اس کا سربراہ ''ٹکری'' کہلاتا ہے۔ چند ٹکروں سے خوم یعنی قبیلہ بنتا ہے۔ اور اس کا سربراہ سردار کہلاتا ہے۔ پیرنگا کے علاوہ باقی تمام عہدے موروثی ہوتے ہیں۔

براہوئیوں نے صدیوں پیشتر زندگی کے چند اصول وضع کئے تھے اور اب تک ان کی پابندی کرتے آرہے ہیں۔ ان کی خلاف ورزی کو میار کہتے ہیں۔ اس لئے کوئی بھی ان اصولوں کو توڑنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ وہ اصول مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ دشمن پر للکارنے سے پیشتر حملہ نہ کرنا

2۔ بھاگتے دشمن کو نہ مارنا۔

3۔ جب دشمن ہتھیار ڈال دے تو اس پر ہاتھ نہ اٹھانا۔

4۔ بیرالنگ: یعنی خون کا بدلہ لینا خواہ اس کے لئے عمر بھر تاک میں رہنا پڑے۔

5۔ باھوٹ: پناہ میں آئے ہوئے شخص کی مرتے دم تک حفاظت کرنا اور اس سلسلے میں اپنی جان و مال سے دریغ نہ کرنا۔

6۔ انامت: امانت کیلئے آخر دم تک جان کی بازی لگانا۔

7۔ قول: قول کی ہر حال میں پابندی کرنا خواہ اس میں جان ہی چلی جائے۔

8۔ مہانداری: مہمان کی ہر حالت میں خاطر تواضع کرنا اور قرض لیکر اس کے طعام کا انتظام کرنا۔ ماضی قریب تک ہر وقت مہمانوں کیلئے ایک گدان یعنی خیمہ لگا رہتا تھا یہ براہویوں کا مہمان خانہ کہلاتا تھا۔

9۔ ننگ: اپنے ننگ یعنی بیوی، بیٹی، بہن وغیرہ کی عزت و ناموس پر کٹ مرنا۔

10۔ عورت، کمسن بچے اور ہندو کو قتل کرنے سے اجتناب کرنا۔

11۔ مجرم یا قاتل قبیلے کی کسی خاتون کی مداخلت پر جرم معاف کرنا یا بصورت دیگر اس خاتون کو بطور عزت پوشاک دے کر لوٹا دینا اور جرم معاف نہ کرنا۔ لیکن سیاہ کاروں (زنا کاروں) کے قتل اس سے ہمیشہ مستثنیٰ ہیں۔

12۔ اپنی میراث کی حفاظت اپنے خون سے کرنا

13۔ کسی بزرگ کے مزار کے احاطے میں کسی آدمی کو نہ مارنا خواہ وہ سخت جانی دشمن ہی کیوں نہ ہو۔

14۔ جنگ کے دوران سید یا عالم یا عورت یا ہندو کے درمیان میں آنے پر لڑائی سے ہاتھ روکنا۔ اس سے ظاہر ہے کہ براہوئی اقلیتوں کا حد درجہ احترام کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ

ان کے بیچ بچاؤ سے لڑائی روک دیتے ہیں۔ یہ ایک سیاست بھی تھی اور اس میں حکومت بھی پنہا ں تھی۔

یا جنگ کے دوران اگر کوئی سید یا عالم یا عورت قرآن حکیم سر پر رکھ کر آئے یا ہاتھ میں ننگی تلوار لیے ہوئے بیچ بچاؤ کیلئے آجائے تو لڑائی فوراً بند کر دینا۔

15۔ جب دشمن میڑھ مرکہ لے کر گھر پر آجائے اور چٹائی پر بیٹھے تو اس کے جرم سے درگذر کرنا انتقام سے بچنے کیلئے مجرم چند معزز سفید ریش یا سادات کو لیکر مخالف فریق کے گھر جاتا ہے اور کبھی کبھی قرآن مجید بھی ساتھ لے جاتے ہیں۔ اس کا جرم (چاہے کتنا ہی سنگین ہو۔ مثلاً اس نے قتل کیا ہو) معاف کر دیا جاتا ہے۔ اسکو میڑھ مرکہ کہتے ہیں۔

16۔ سیاہ کار: سیاہ کار (زانی) اور سیاہ کار کو قتل کر دینا۔

17۔ جنگ: جنگ کی صورت میں سرداروں کی تقلید کرنا۔

18۔ ہڈ پرغنگ: اگر ایک قبیلے کا فرد دوسرے قبیلے کو اپنائے تو اسے قبول کرنا۔(73)

مذہب

قبل از اسلام براہوئی کس مذہب کے پیرو تھے اس کے متعلق سر دست ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ اس مذہب کے اس قدر دلدادہ ہو گئے کہ انگریزون کی مساعی کے باوجود کسی نے عیسائی مذہب کو قبول نہ کیا۔ براہوئی سیدوں اور بزرگوں کی بے حد توقیر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لڑائی کے دوران کوئی سید یا بزرگ آجائے تو لڑائی کو موقوف کر دیتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے بے حد معتقد ہیں۔ براہوئی اولیائے کرام کے مزاروں پر باقاعدہ جاتے ہیں۔ سارا وان کے براہوئی باؤلے کتے کے کاٹے ہوئے کو حضور مورث شاہ کے مزار

پر لے جاتے ہیں۔ اور وہ تندرست ہو جاتا ہے۔ آج تک ہم نے یہ نہیں سنا ہے کہ وہاں پہنچنے کے بعد مریض جان بحق ہو گیا ہو۔ اسی طرح مارگزیدہ کو فقیر ہو تک کے مزار پر لیجاتے ہیں۔ علماء و بزرگان دین سے تعویز بھی لیتے ہیں۔

عظیم خان قلات میر نصیر خان نے 25 جمادی الثانی 1159ھ میں شرعی احکامات جاری کئے جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

1۔ شادی بیاہ اور دوسری تقریبات میں چنگ طنبورہ وغیرہ کا استعمال نہ کیا جائے۔

2۔ شادی بیاہ کے موقع پر مرد اور عورتیں ایک ساتھ رقص نہ کریں۔

3۔ کوئی شخص بھنگ چرس اور شراب استعمال نہ کرے اور نہ بھنگ کی کاشت کرے۔

4۔ عورتیں بے پردہ بازاروں اور گلیوں میں نہ پھریں۔

5۔ اموات پر مرد اور عورتیں نوحہ نہ کریں، بال نہ نوچیں اور نہ اپنے آپ کو زخمی کریں۔

6۔ جمعہ کی نماز قصبات میں باقاعدہ ادا کی جائے۔ محلے کے لوگ مسجد کے پیش امام کے نان ونفقہ کے ذمہ دار ہیں۔ لوگ وقت پر نماز ادا کریں۔

7۔ قبرستان اور مزاروں کے آس پاس جانور ذبح نہ کئے جائیں۔

8۔ زکوٰۃ اور عشر باقاعدہ ادا کئے جائیں۔ سود ممنوع ہے۔ غرض کوئی شخص شریعت کی خلاف ورزی نہ کرے۔

حسب ونسب

براہوئیوں کے متعلق مختلف نظریات پیش کئے جاتے ہیں۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ براہوئی ترکی، ایرانی النسل ہیں۔ دسویں صدی عیسوی کے مشہور عرب مورخ ابن حوقل نے براہویوں کو بلوچوں کے ان سو قبائل میں سے ایک بتایا ہے جو صوبہ فارس کے قرب و جوار

میں آباد تھے۔

میر گل خان نصیر اور ملک صالح محمد لہڑی تحریر کرتے ہیں کہ براہوئی وہ طائفہ اول ہیں جو دوسرے بلوچوں کی نسبت بہت پہلے ہجرت کر کے آئے۔ ترک وطن کے بعد وہ البرز پہاڑ کے قرب و جوار میں آباد ہو گئے۔ اور برزکوہ کی نسبت سے برزکوہی مشہور ہوئے۔ اور کثرت استعمال سے یہ لفظ بروہی (براہوئی) مشہور ہوا۔ شاہنامہ فردوسی میں برزکوہ کا ذکر آتا ہے۔

مشہور و معروف مورخ میر رحیم داد مولائی شیدائی نے براہوئیوں کو سیما طبقی عرب لکھا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ عرب میں بلوچوں اور براہویوں کا وطن ایک ہی تھا۔ جو مورخین براہوئی کو سیما طبقی مانتے ہیں انکے پاس یہ دلیل ہے کہ براہوئی سیما طبقوں کی طرح شادی کی رات اپنی منکوحہ کے باکرہ پن کا امتحان کرتے ہیں۔ اپنے ایک دوسرے مضمون میں انہوں نے براہوئیوں کو سندھی لکھا ہے۔ (74)

مولوی دین محمد مؤرخ درباراتِ شاہی نے تحریر کیا ہے کہ براہوئی حلب سے متعلق ایک گاؤں ''بروہ'' میں آباد تھے۔ براہوئی زبان کے محقق اعظم سر ڈینس برے ''بروہ'' کا یونانی نام بائرویا (Biroea) تحریر کرتا ہے۔ جو شام میں ایک مشہور نہر ہے۔ جس سے شام کے دارالخلافہ دمشق کے علاوہ ڈیڑھ سو گاؤں سیراب ہوتے ہیں۔ مصر کے پروفیسر الحبیب السعید نے اس نہر کا نام بروی رقم کیا ہے۔ اور اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ بلوچوں کا ایک ممتاز قبیلہ وطن عزیز کے نام پر ''بروی'' کہلایا۔ تواریخ میں عرب کے قدیم شہر بروعیہ کا بھی ذکر آتا ہے۔ اغلب ہے کہ بروہی یہاں کے قدیم باشندے ہیں۔

کیمبرج ہسٹری آف انڈیا جلد اول صفحہ 42 میں تحریر ہے کہ اگرچہ بلوچستان براہویوں کی زبان میں دراوڑی اجزاء شامل ہیں لیکن براہوئی خود دراوڑ نہیں ہے بلکہ ایرانی

النسل ہیں۔ پاک و ہند کی اسلامی تاریخ کے مولف ڈاکٹر ریاض الاسلام بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ ماہرین لسانیات بشپ کالڈویل رزلے گریرسن اور آر ھمیوز ہلر آئی سی ایس بھی براہوئی زبان میں دراوڑی اجزاء کی شمولیت تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن براہویوں کو دراوڑ تسلیم نہیں کرتے حالانکہ براہوئی دراوڑ ہیں۔ اور ہندوستان کے قدیم ترین باشندوں میں سے ہیں۔ مسٹر رزلے براہوئیوں کو ترقی ایرانی مخلوط النسل بتاتا ہے۔ ڈیمز براہوئیوں کو بلوچ تسلیم نہیں کرتے۔ مولانا ابوالجلال ندوی انہیں وادی سندھ کے قدیم باشندے مانتے ہیں۔ یہ دراوڑ سندھ کی قدیم تہذیب موہن جودڑو کے بانی ہیں۔ یہ لفظ براہوئی زبان کا ہے۔ مون نا دڑو کے معنی قدیم کھنڈر کے ہیں۔ دراوڑوں کے سلسلے میں ہمارے مورخین کوتاہ نظر ہیں۔ دراصل اس لفظ کا اطلاق آریاؤں کے علاوہ ہندوستان کے قدیم باشندوں پر ہوتا ہے۔ دراوڑوں کے متعلق نئی تحقیق یہ ہے کہ بحیر روم کے سواحل میں آباد تھے اس لیے یہ سامی ہیں۔

براہوئی کے معنی

براہوئی قدیم فارسی کا ایک لفظ ہے۔ جس کا مطلب پہاڑی آدمی یا باجگر کے ہیں۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سندھ میں ''روہ'' کا مطلب پہاڑ اور روہی کا مطلب پہاڑی خطوں میں رہنے والا۔ جب نوشیروان بلوچوں کے اس قبیلے سے تنگ آ گیا تو ان کو وہاں سے نکالنے لگا۔ ایرانی ان بلوچوں سے کہنے لگے ''برو'' یعنی نکل جاؤ۔ تو ان میں سے ہر ایک اپنی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ ''ای'' یعنی میں نکل جاؤں اور اسی مناسبت سے بلوچوں کے اس طائفہ کا نام ''براہوئی'' ای بروہی یا بروئی مشہور ہوا۔ ایک اور روایت کے مطابق براہوئیوں کا جداعلیٰ براہیم یا ابراہیم ہوگا۔ مسٹر ہیوز بلر نے براہویوں کا جداعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن تاریخی حقیقت اس کے برعکس ہے۔ حضرت ابراہیم کی اولاد میں حضرت

اسماعیل اور حضرت اسحاق تھے۔ حضرت اسماعیل کی اولاد سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور حضرت اسحاق کی اولاد یہودی ہے۔ اس لیے یہ حضرت ابراہیم کی اولاد سے نہیں ہو سکتے۔

براہوئی عموماً اسما کو تصغیر استعمال کرتے ہیں۔ اگر کسی کا نام ابراہیم ہے تو الف حذف کر کے ''براہیم'' بولتے ہیں اس تصغیر میں براہو کہتے ہیں۔ اغلباً ابراہیم کے اولاد براہوئی کہلائی جانے لگی۔

نصیر خان نوری کی وفات پر حکومت ایران نے میر محمود خان کا جو تعزیت نامہ بھیجا تھا۔ اس میں خان بلوچ و براہوئی دونوں درج ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان میں تمیز کرتے تھے۔

ماہرین لسانیات کے نزدیک اس زبان کی تاریخی اہمیت اس کے السنہ دراوڑی کی وجہ سے ہے۔ یہ قیاس ہے کہ براہوئی وادی سندھ کی قدیم تہذیب موہن جودڑو کے بانیوں سے ہیں۔ (جسے ہم براہوئی میں ''مون ناڈڑو'' کہہ سکتے ہیں۔ جس کے معنی پرانی ٹیلے یا کھنڈر کے ہیں) اور وہ یہ تہذیب میسو پوٹیمیہ (عراق) ایشیائے کوچک اور مشرق بحیرہ روم سے لائے۔ وادی سندھ کی قدیم زبان اب تک مکمل طور پر پڑھی نہیں جا سکی ہے۔ حال میں ڈنمارک کے ڈاکٹر آسکو پرپولا اور ان کے معاونین اس زبان کے سمجھنے میں کوشاں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ موہن جودڑو کی زبان براہوئی سے ملتی ہے اس لئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہونگے کہ یہ قدیم براہوئی کی شکل ہوگی۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا طبع یازدہم جلد ہفتم 1964ء صفحہ 655 پر کیلی فورنیا یونیورسٹی کے ڈاکٹر ایم بی ایمنو نے تحریر کیا ہے کہ وادی سندھ کی قبل از تاریخ کی تہذیب کے باشندے ایک دراوڑی زبان بولتے تھے۔ لیکن یہ اب تک ایک قیاس ہے۔

براہوئی زبان کے مشہور و معروف محقق کامل القادری اپنے مقالہ ''براہوئی اور اردو'' (75) میں تحریر کرتے ہیں کہ براہوئی زبان بہ اعتبار صرف ونحو بنیادی طور پر دراوڑی السنہ کی زبان ہے۔ آج سے سو برس پہلے لاسن کا فیصلہ بلاشبہ درست تھا کہ براہوئی السنہ دراوڑی کی حلقہ بندی میں آتی ہے اور اس نے آزادانہ طور پر ہمسایہ زبانوں فارسی، بلوچی، سندھی، جٹکی اور دوسری ہمسایہ زبانوں کی فرہنگ کو جذب کرلیا ہے۔ اور اس کے باوجود دراوڑی قواعد اور اوضاع سے اسکی مطابقت میں خلل واقع نہ ہوا۔ ڈاکٹر ٹرمپ اور سر ڈینس برے ایسے مستند علماء نے بھی براہوئی زبان کے دراوڑی ہونے پر استدلال کیا ہے۔

BRAHUI ACADEMY PAKISTAN

باب دوم

براہوئی زبان

براہوئی السنہ دراوڑی سے تعلق رکھتی ہے اور پاکستان کی قدیم ترین زبان ہے۔ براہوئی زبان کے عظیم محقق سر ڈینس برے نے لکھا ہے کہ براہوئی دراوڑی زبانوں کے گروہ سے نکلی ہے اور اس نے آزادی سے بیرونی زبانوں فارسی، بلوچی، سندھی اور دیگر ہمسایہ زبانون کے الفاظ اپنائے ہیں لیکن اپنی گرامر میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہونے دی۔ لسانی جائزہ میں اسے وسطی اور جنوبی دراوڑی زبانون کی نسل بتایا گیا ہے۔

اسکی ضمائر استفہام، فعل اور ابتدائی تین اعداد دراوڑی ہیں۔ ''نا'' اور ''آ'' کے لاحقے گونڈ اور لاحقہ ای ملیالم اور تامل زبانوں کی طرح ہے جمع کا قاعدہ ''ک'' دراوڑی گرامر کے عین مطابق ہے۔ دراوڑی زبانوں کی تانیث کے اختتام میں ''ڑ'' آتی ہے۔ براہوئی میں بھی یہی قاعدہ ہے۔ مثلاً مسٹر (لڑکی)، ایڑ (بہن)، بلغڑ (ساس)، ملیڑ (بہو) وغیرہ۔

براہوئی زبان آریائی یا ہند آریائی قدیم و جدید السنہ از قسم سنسکرت قدیم فارسی، یونانی، لاطینی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن اطالوی، روسی اور ہندی کی طرح تعریفی زبان نہیں۔ جو اپنے قواعدی رشتوں کو ممیز کرنے کے لئے لاحقوں سابقوں یا میانوں کے ذریعے الفاظ کی انتہا یا ان کی صورت تک کو بدل ڈالتے ہیں۔ اور یہ لاحقے سابقے اور میانے اسما کے ساتھ ملکر اپنے معنی اور اپنی انفرادیت ہی کھو بیٹھتے ہیں۔ تاکہ ایک نیا معنی یا ایک نیا لفظ پیدا ہو سکے۔(1)

براہوئی زبان چینی یا تبتی کی طرح یک لفظی یا یک رکنی نہیں ہے کہ ہر لفظ بغیر کسی اضافہ کے ایک بنیادی خیال کا مظہر ہو۔(2) بلکہ یہ ارتباطی یا امتزاجی یا غیر تعریفی زمرہ کی زبان ہے۔اس زمرے میں قدیم و جدید سامی زبانیں از قسم بابلی، فنیقی، یا کنہانی یا آرامی، عبرانی، آشوری، کلدانی، مصری، قبطی اور عربی اور یورال الطائی زبانیں از قسم سمیری ترکی منگولی ہنگروئی وغیرہ شامل ہیں۔

دراوڑی السنہ از قسم تامل، تلیگو، ملیالم، تولو، کداگو اور براہوئی وغیرہ کے تراشیدہ و متمد بولیاں ہیں اور کونڈ، اکھونڈ، کوٹا ٹوڈ اور اون اور راج محل کے غیر متمدن و ناتراشیدہ ہیں۔ اسی زمرے میں شامل کی جاتی ہیں۔ان تمام السنہ کا اصول مشترک یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ الفاظ کو لاحقوں سابقوں اور میانوں کے ذریعے ایسے جوڑ دیتی ہے کہ وہ تعریفی السنہ کے لاحقوں کی طرح اصل لفظ میں مکمل طور پر جذب تو نہیں ہوتے لیکن اپنے معانی قائم رکھنے کے باوجود امتزاج سے ایک نئے معنی ضرور پیدا کرتے ہیں اور اس طرح تعریفی السنہ کے مقصد کو پالیتے ہیں۔(3) گویا براہوئی اور دیگر دراوڑی السنہ کا سامی و حامی السنہ سے رشتہ نہ صرف قریبی بلکہ قدیم ہے۔(4)

حروف تہجی

براہوئی زبان کے درج ذیل حروف تہجی ہیں:

ا، ب، پ، پھ، ت، تھ، ٹھ، ث، ج، جھ، چ، چھ، ح، خ، د، دھ، ڈ، ڈھ، ذ، ر، رھ، ڑ، ڑھ، ز، ژ، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ع، غ، ف، ق، ک، کھ، گ، گھ، ل، ل، م، ن، و، ہ، ء، ی، یے۔

عربی اور فارسی اثرات کی وجہ سے مندرجہ ذیل حروف شامل ہو گئے ہیں:

ث، ح، ذ، ص، ض، ط، ظ، ع، ق

مخصوص ڷ

براہوئی کے اس مخصوص ''ڷ'' کی آواز میک گل یونیورسٹی کے ڈاکٹر بارکر کے قول کے مطابق امریکہ کے ریڈ انڈینز کے لہجے میں ہے۔اس کا تلفظ سوائے اصلی براہوئی کے کوئی دوسرا شخص ادا نہیں کرسکتا ہے۔سر ڈینس برے نے Lh کے ذریعے اس مخصوص براہوئی حرف کی ترجمانی کی ہے۔ان کے نزدیک یہ آواز حائے مخلوطی کی تند آواز ہے جو زبان کے تالو کے کنارے پھرانے' اس کی گدی کو دانتوں کی جڑوں سے لگائے رکھنے اور منہ کے دونوں کناروں سے کچھ زور لگا کر آواز نکالنے سے عالم وجود میں آتی ہے۔آواز کا یہ زور مسلسل اور یکساں نہیں ہوتا ہے بلکہ کبھی دہن کے ایک طرف زیادہ ہوتا' کبھی دوسری طرف۔

یہ مخصوص ''ڷ'' کسی لفظ کی ابتداء میں نہیں آتا ہے بلکہ آخر میں یا درمیان میں آتا ہے۔چند ایک الفاظ یہ ہیں:

(1) تیڷ (بچھو) (2) سیڷ (موسم سرما)

(3) میڷ (بھیڑ) (4) موڷ (دھواں)

(5) خڷ (درد مارو فعل امر) (6) ملڷ (بیٹا فرزند)

(7) ہڷ ،اڷ (پکڑو) (8) ایڷ ،ہیڷ (مکھی)

(9) اڷ (بخار) (10) توڷ (بیٹھو)

رسم الخط

تاریخی شوائد کی کمی کی وجہ سے سردست ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ براہوئی زبان نے کب تحریری شکل اختیار کر لی تھی۔ براہوئی از منہ قدیم میں ہیرو غلفی طرز پر لکھی جاتی تھی۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ موہنجودڑو کا رسم الخط ہی براہوئی کا قدیم رسم الخط ہے۔ اس سلسلے میں تحقیقات جاری ہیں اور کچھ کامیابیاں بھی ہوئی ہیں۔ البتہ آج سے دو ہزار برس بیشتر یہ زبان خروشتی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی۔ اسلام کے بعد عربی اور فارسی رسم الخط رائج ہوئے۔

کجولا کد فیزس (40ء78ء) کے دور کے آثار قدیمہ افغانستان سے دریافت ہوئے ہیں۔ (5) ان میں براہوئی خروشتی رسم الخط میں تحریر ہے۔ کجولا کد فیزس کی سلطنت مشرق میں دریائے سندھ و جہلم تک، شمال میں سغد یانہ (منطقہ بخارا و سمرقند) تک اور مغرب میں پارتھیا (خراسان) کے علاقہ تک پھیلی ہوئی تھی۔ قوی قیاس ہے کہ اس کی سلطنت کے جنوبی حصے میں توران، خضدار، قلات) کا علاقہ شامل تھا۔ (6)

اس بادشاہ کے دور کے ایک سکے پر ایک طرف بادشاہ تخت نشین ہے دوسری طرف ''مہش وارا'' مضروب ہے۔ اس کا ترجمہ فرانسیسی موسیو فوشہ نے ''پہاڑوں کا بڑا مالک'' کیا ہے۔ یہ کلمہ براہوئی زبان کا ہے۔ مہش یا مش براہوئی میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ اور وارا والا کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ لہٰذا براہوئی میں اس کا لفظی ترجمہ ''پہاڑوں والا'' اور محاورہ کے لحاظ سے اس کی معنی پہاڑوں کے مالک کے ہیں۔ (7) اس سکے میں جس طرف بادشاہ تخت نشین ہے اس کے اردگرد خروشتی میں یہ جملے تحریر ہیں۔

مہاراجا سا، راجادارا جا سا، دوا پوترا سے، کا جولا کا دفزا سا

ماہرین آثار قدیمہ نے ان جملوں کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

مہاراجا، راجاوں کا راجا، آسمان کا بیٹا، کاجولا کدفیزس

یہ جملے معمولی تغیر حرفی کے بعد براہوئی کے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً سا کے بجائے ''سے'' اور ''دا'' کے بجائے ''تا'' پڑھیں تو یہ جملے اس طرح پڑھے جائیں گے۔

مہاراجاسے، راجاتاراجاسے، دواپوتراسے، کاجولا کدفیزاسے

اب ان کا ترجمہ سوائے دو پوتر اکے یوں ہوگا۔

مہاراجاہے، راجاوں کا راجاہے۔ دواپوتراہے کاجولا کدفیزس ہے۔(8)

اسی دور کے ایک اور سکے پر بادشاہ کا نصف دھڑ نمایاں ہے۔ اس کا رخ دائیں جانب ہے۔ اور یونانی میں یہ الفاظ مضروب ہیں۔ ''باز یلوس اوموکدفیزس'' ترجمہ: بادشاہ او موکدفیرس''

اس سکے کی دوسری طرف ''مہش وارا'' کی مورت کے اردگرد یہ جملے مضروب ہیں۔

مہاراجا، راجادارا جاسا، ساروالوکاسا، ایشوارا سا، مہش وارا سا، ہیما کپتی شاسا۔

ان جملوں کو بھی ہم متذکرہ تغیر حرفی (یعنی ''سا'' کے بجائے ''سے'') کے بعد یوں پڑھیں گے۔

مہاراجاسے، راجاتاراجاسے، ساروالوکوسے، ایشوارا سے مہش وارا سے ہیما کپتی شاہ سے۔

اب ان جملوں کا براہوئی ترجمہ یوں ہوگا۔

مہاراجاہے۔ راجاؤں کا راجاہے۔ صاحب فہم وادراک ہے۔ ایشورا ہے (آج کل براہوئی میں مستعمل نہیں ہے) پہاڑوں کا مالک ہے۔ ہیما کپتی (کدفیزس) بادشاہ ہے۔(9)

ایک اور شاہی مہر میں جس کا عکس تاریخ کوہزاد میں چھپا ہے یہ حروف کندہ ہیں۔

''راجہ اس مش والا اس'' ان کا براہوئی حروف کے معنی یہ ہیں راجہ تھا پہاڑوں والا تھا۔

فرانسیسی عالم موسیو مونیہ نے موسیو ھاکن کی زیر سرپرستی 1937ء اور 1959ء میں افغانستان کے شہر بگرام کے شمالی کھنڈرات میں جو کوہ پہلوان کی شمالی سمت میں واقع ہے۔ ''شالوکیا'' کے نام سے ایک بدھائی مندر کا انکشاف کیا ہے۔ فارسی زبان میں اس معبد شالوکیا کا ترجمہ، معبد اشترک یعنی اونٹ کا مندر کیا گیا ہے۔ براہوئی میں ''لوک'' نر اونٹ کو کہتے ہیں اور ''شا'' اس زبان میں ''بڑے'' کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ شاجن، شاجو، شامیر، شازور وغیرہ اس طرح شالوک کے معنی بڑے نر اونٹ کے ہوئے۔(10) مخفی نہ رہے کہ براہوئی زبان کا یہی لفظ ''شا'' ساسانیوں کی زبان میں آکر ''شاہ'' بنا۔(11) الغرض ''شاجو'' سے ''شاجوئیا'' (بڑی ندی والا) خن (آنکھ) سے خنیا (آنکھوں والا) نت (پاؤں) نتیا (پاؤں والا) بیش (گدھا) بیشیا (گدھوں والا) کی طرح شالوک سے شالوکیا (بڑے نر اونٹ والا) براہوئی زبان کے قواعد کے مطابق اسم صفت اور ٹھیٹ براہوئی زبان کا لفظ ہے۔(12)

معبد شالوکیا کے علاوہ ایک اور معبد پیلوسرہ بھی دریافت ہوا ہے۔ جسے اسی نام کے پہاڑ کے دامن میں مہاراجا اشوک نے تعمیر کیا تھا۔ آجکل افغانستان میں یہ پہاڑ کوہ عاشقاں کے نام سے مشہور ہے۔ چنانچہ پیلوسرہ کا ترجمہ فرانسیسی اور فارسی زبانوں میں ''فیل سر'' کیا گیا ہے۔ پیلوسرہ دو اسموں پیل اور سرہ کا مرکب ہے۔ اور براہوئی میں مستعمل ہے براہوئی میں پیل ''ہاتھی'' اور سرہ ''سر'' کو کہتے ہیں۔(13)

ان تاریخی شوائد کے روشنی میں ہم بلاخوف وتردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ آج سے تقریباً دو ہزار سال قبل سندھ و جہلم کی وادی میں جو زبان ''بھاشا'' کے نام سے مشہور تھی وہ یقیناً

براہوئی تھی۔کا جولا کدفیزس اور کنشکا اوراس خاندان کے دوسرے بادشاہوں کے دور میں سر زمین گندھارا جس میں توران (قلات) کا بھی بیشتر حصہ شامل تھا۔یہاں یہی رائج تھی۔

مرحوم حافظ سلطان احمد کو جہالاوان سے براہوئی کے دو کتبے ملے تھے۔ان میں سے ایک کتبہ یوں ہے۔پیدائش شال ناٹ قوم کنالہڑی پن کنا محمد خان 717۔

ترجمہ: میری پیدائش شال کی ہے میرا نام محمد خان ہے قوم لہڑی ہے 717

دوسرے کتبے کی عمارت یوں ہے۔براہوئی مش ناسپاہی سکندر نا

ترجمہ: براہوئی پہاڑ کا باشندہ سکندر کا سپاہی

ان کے علاوہ چندر گپت کے بعض سکوں پر بھی براہوئی عبارت پائی گئی ہے۔

(14) اب تک ہمیں آٹھویں صدی ہجری کی براہوئی کتابیں ملی ہیں۔یہ کتابیں عربی و فارسی دونوں رسم الخط میں ہیں۔مکتبہ درخانی نے عربی رسم الخط کو ترجیح دی لیکن جدید دور میں اردو رسم الخط مقبول عام ہوتا جارہا ہے۔

باب سوم

لوک ادب

علم وادب

براہوئی ادب کو مندرجہ ذیل دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

1۔ لوک ادب 2۔ تحریر ادب

لوک ادب

کسی قسم کے انداز فکر و عمل، ذہنی ارتقا اور تہذیب و تمدن کا مرقع اس کا ادب ہوتا ہے۔ ادب ہی کے ذریعے ہم کسی قوم کی اخلاقی قدروں سے متعارف ہوتے ہیں۔ ادب میں لوک ادب کی حیثیت گل سرسبد کی ہوتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے ہم اس قوم کے اسلاف کے انداز بیان اور خیالات سے بخوبی واقف ہو سکتے ہیں۔ یہی ادب لوگوں کی اخلاقی، تہذیبی اور معاشرتی اقدار کا آئینہ ہوتا ہے۔ براہوئی کے اس ادب کے شہ پارے اب تک پہاڑوں کے دامن میں بود و باش رکھنے والے براہوئی قبائل کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ وہاں تک ہماری رسائی گو ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہے۔

براہوئی لوک ادب کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

الف) منظوم لوک ادب (ب) منثور لوک ادب

الف) منظوم لوک ادب میں عشقیہ، رزمیہ اور مزاحیہ منظومات، مختلف رسوم کے گیت، لوریاں اور منظوم پہیلیاں وغیرہ شامل ہیں۔

ب) منثور (نثری) لوک ادب میں کہانیاں' پہیلیاں' تلمیحات' ضرب الامثال اور لطائف وغیرہ شامل ہیں۔

منظوم لوک ادب

براہوئی لوک شاعری میں عشقیہ منظومات کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔ براہوئی شاعر کی محبوبہ کوئی بیسوانہیں۔ جب وہ اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے تو وہ نہایت سنجیدہ ہوتا ہے۔ محبوبہ کو مختلف ناموں مثلاً زیبا' نازنا' ماہ لنج 'لیلی مور' سومری وغیرہ سے پکارتا ہے۔ لوک گیت انہی ناموں سے مشہور ومقبول ہیں۔

برنازنا

دوسری عشقیہ منظومات کے مقابلے میں ''برنازنا'' چھوٹی چھوٹی بحروں میں بے حد معروف ومقبول لوک گیت ہے۔ ہر دور میں اس کے اشعار میں اضافہ ہوتا رہا ہے اور اب تک برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ براہوئی ادب میں یہ گیت گل سرسبد کی حیثیت رکھتا ہے۔ چوپان جب مویشیوں کو لے کر خشک پہاڑوں کے دامن میں چلا جاتا ہے تو ایسے وقت میں وہ دل بہلانے کے لیے ''برنازنا'' کے اشعار گا گا کر پتھروں تک میں ہیجان پیدا کر دیتا ہے۔ کسان جب چٹیل میدانوں میں ہل چلاتا ہے اور گندم کاشت کر کے اس امید پر جیتا ہے کہ یہ فصل جس کا انحصار بارش پر ہے پھلے پھولے اور چٹیل میدان گل ولالہ سے سرخ نظر آنے لگیں تو ایسے وقت میں اپنے دل کی ڈھارس کے لیے وہ بے اختیار ''برنازنا'' پکارتا ہے۔ جب کاروان بولان کی پر پیچ وادی میں سے گزرتا ہے تو پوری وادی ''برنازنا'' کی مسحور کن صدا سے گونج اٹھتی ہے اور فضا میں ایک رومانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وقت شجر اور حجر سب ایسے عاق دکھائی دیتے ہیں جو وصل کی آرزو کر رہے ہوں۔ ادھر چنڈول میں بھی اڑ اڑ کر اس رومانی فضا میں رنگ بھرتا اور

عاشق کے دل کی بے قراراور بے چینی میں اضافہ کرتا ہے۔

''برنازنا'' میں عاشق اپنی محبوبہ کی تعریف میں اس طرح رطب اللسان ہوتا ہے:

برنازنا برنازنا

برنازنا برنازنا

سیل ئے کرین ناسازنا

است ئے دریس بازنا

برنازنا برنازنا

کونجاک ہنار بال ٹی

خناٹ نے شال ٹی

خواجہ کنانی اُس خدا

کپیس کنے دوستن جتا

قربان مریونا گشت نا

پھل اُس نی بہشت نا

دیرے وہوکا واہنا

قادر کمک ناساہنا

ترجمہ:

آجا اے دلربا ناز نین

آجا اے دلربا ناز نین

دیکھی ہم نے تیری محفل رنگین

لیا تو نے بہتوں کا دل چھین

آجا اے دلربا نازنین
آواز ہے تیری شیریں
اونچی ہے کونجوں کی پرواز
شیرین ہے تیری آواز
اے خدا در پہ ہوں تیرے سائل
نہ ہو جدا مجھ سے مہ کامل
صدقے تیرے گشت کا
گل ہے تو بہشت کا
رواں ہے نہروں کا پانی
فطرت کرے تیری نگہبانی

لیلی مور

لیلی مور میں قنوطیت کا عنصر موجود ہے۔ موسم سرما قریب ہوتا ہے۔ لیلی کا قافلہ سندھ جانے کے لیے روانہ ہوتا ہے لیکن قافلے کی روانگی کے وقت چاند کو گہن لگ جاتا ہے اور گہن کے وقت سفر کرنا منحوس خیال کیا جاتا ہے اس لیے عاشق کو ڈر ہوتا ہے کہ کہیں محبوبہ عمر بھر کے لیے جدا نہ ہو۔ کہتا ہے کہ:

عالم ننا ہمپے توبے ء ماہ گیرا
جتا کپ ننے ملخموت ساہ گیرا
بر کنا لیلی مور نوکر نا جند نا
جتائی تمانے موسم ءِ سندھ نا

ترجمہ:

روان ہوا قافلہ بوقت گہن
ادا کرے نہ اجل رسم کہن
تلخ ہیں سندھ کے اوقات
گزاروں کیسے فراق کے لمحات

اب موسم تبدیل ہوتا ہے۔ بہار کی آمد آمد ہے۔ سندھ کو گئے ہوئے خانہ بدوش بلوچستان کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ عاشق ہر قافلے کو دیکھتا ہے لیکن اس کی محبوبہ کا قافلہ نہیں آتا ہے۔ آخر بے چینی کے عالم میں عاشق عازم سندھ ہوتا ہے۔ راہ میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالتا ہے دوسری صبح اس منزل کو ترک کر کے آگے جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ اس وقت ایک واقف کار اسے دیکھ کر یہ خوشخبری سناتا ہے کہ تیری محبوبہ تو خیریت سے پہنچ گئی ہے۔ عاشق کو یقین نہیں آتا کہ محبوب خیریت سے پہنچ گئی ہو کیونکہ اس کا قافلہ منحوس ساعت (چاند گہن کے وقت) روانہ ہوا تھا۔ وہ اضطرار کی حالت میں اس سے پوچھتا ہے کہ پہلے تو مجھے یہ بتادے کہ کس نے لیلی کی آمد کا پتا دیا ہے۔

ماہ لنج

براہوئی محبوبہ حسین وجمیل ہے۔ اس کے حسن کی نظیر اس دنیا میں نہیں ملتی۔ فارسی اور اردو کے شعراء اپنے محبوبہ کے حسن کو مہ کامل سے تشبیہ دیتے ہیں لیکن براہوئی شاعر کی محبوبہ اتنی حسین ہے کہ اس کے حسن کا روبرو چاند کا حسن بھی ماند پڑ جاتا ہے اور چاند اپنے حسن کی کم مائیگی پر خجل ہوتا ہے۔ اس لیے اس غم میں گھل کر گھٹتا جاتا ہے اور آخر گم ہو جاتا ہے۔ لیکن اسے دوسری بار خیال آتا ہے کہ اس مرتبہ اس کے حسن پر نکھار زیادہ ہے اس لیے وہ دوبارہ طلوع ہوتا

ہے لیکن چودھویں رات کو بھی اپنے رعنائی کے باوجود براہوئی شاعر کی محبوبہ کے حسن کا مقابلہ نہیں کرسکتا ہے اور شرمسار ہوکر گھٹنے لگ جاتا ہے اس لیے براہوئی شاعر اپنے محبوبہ کو ماہ لنج (مہلنج) کہتا ہے جس کے لغوی معنی ہیں اپنے حسن ورعنائی کی وجہ سے مہتاب کو شرمانے والی۔ ماہ لنج قدیم ترین لوک گیتوں میں سے ایک ہے۔اس کی قدامت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اکثر براہوئی اس کے نام سے واقف نہیں ہے بلکہ اسے فراموش کرچکے ہیں۔ چند ایک بول یہ ہیں:

کانہ برینہ کنا ماہ لنج
نوکر نا مرینہ کنا ماہ لنج
گودی اُس گدان نا ماہ لنج
پھل اس اُرانا ماہ لنج
بریوہ بہیرآن ماہ لنج
کورٹ زہیرن ماہ لنج
بسٹ کہ دیو نے ماہ لنج
ختیائے کیو نے ماہ لنج

ترجمہ:

ہماری آمدورفت تیرے لیے اے ماہ لنج
تیرے خادم بنیں گے اے ماہ لنج
خیمہ کی ملکہ ہوائے ماہ لنج
گھر کی رانی ہوائے ماہ لنج
مسافت طے کرکے آیا ہوں اے ماہ لنج

فراق کی وجہ سے نابینا ہوں اے ماہ لنج
تمہیں لینے آیا ہوں اے ماہ لنج
آنکھوں پر بٹھادوں اے ماہ لنج

مختلف رسموں کے گیت

شادی بیاہ اور بچوں کی پیدائش کی تقریبات پر جو گیت گائے جاتے ہیں ان میں خوشی کے جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔ اولاد گھر کی رونق ہوتی ہے۔ ماں اسے لوری دینے کے سوا اور کوئی کام پسند نہیں کرتی اور بچے کو لوری دیتے ہوئے کہتی ہے:

لولی کنا ساہ لولی کنا گنج
بڑز اُس گون آن بار
دوست اس خن آن بار
لولی کنا ساہ لولی کنا گنج
پٹ نہ پختین ای سوال کریٹ
اللہ نہ دربار ٹی دوتفیٹ
لولی کناہ ساہ لولی کنا گنج

ترجمہ:

لوری میری جان لوری میری دولت
تم جنگلی پستے (درخت) کی مانند بلند ہو
مجھے تم میری آنکھوں سے زیادہ پیارے ہو
لوری میرے جان لوری میری دولت
تیرے لیے صحرائی درویشوں سے التجا کی

اللہ کی بارگاہ میں دست بستہ کھڑی رہی

لوری میری جان لوری میری دولت

شادی بیاہ کے گیتوں میں ''لاڈے لے لڈے'' مقبول گیت ہے۔اس کے ابتدائی اشعار میں دلہن کی تعریف ہوتی ہے لیکن بعد کے اشعار میں اس بات پر اظہار تاسف کیا جاتا ہے کہ دلہن اس آبائی شہر کو چھوڑ کر ہم سے دور جا رہی ہے۔چند ایک بول یہ ہیں:

شنزی ء بندے ماہنہ دوست

زلفاتے رندے ماہنہ دوست

لاڈے لے لڈے

توت نا پن اے ماہنہ لڈے

توت نا پن اے ماہنہ دوست

بسٹ کہ دیو نے ماہنہ دوست

خنتیائے کیو نے ماہنہ دوست

ترجمہ:

قطعہ زمین ہے خاردار اے محبوبہ مہتاب

زلف خمیدہ کو سنوار لے اے محبوبہ مہتاب

لاڈے لڈے

رسیلے توت کا پتہ اے محبوبہ مہتاب

بھائی کی بارات ہے اے محبوبہ مہتاب

آیا ہوں تمہیں لینے اے محبوبہ مہتاب

آنکھوں پر بٹھانے کے لیے اے محبوبہ مہتاب

مودہ

یہ کسی کی موت پر عورتیں گاتی ہیں:

کنا ایلم کنے الاس ارانگی اناس نی

ہمیڑے دیرے کنے آن دوست خناس نی

ترجمہ: اے بھائی مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے وہاں کون ہے جسے مجھ سے عزیز جانا۔

منثور لوک ادب

لوک کہانیاں

لوک کہانیوں میں پورے معاشرے کی عکاسی ہوتی ہے۔اس میں ہمیں لوگوں کی عقائد، رسم ورواج، انداز فکر، غرض پوری زندگی کی تصویر ملتی ہے۔

براہوئی لوک کہانیوں میں ہر طبقے کے لوگ موجود ہیں اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی ہوتی ہے۔ظالم اور مظلوم، امیر اور غریب، فقیر اور بادشاہ، شریف اور بدمعاش، توہم پرست اور خدا پرست غرض ہر قسم کے کردار ملتے ہیں۔

ان کہانیوں میں غیر فطری عناصر بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ دیوؤں، پریوں اور جنات کے علاوہ ایسے غیر فطری عناصر بھی موجود ہیں جن کا ذکر دوسری قوموں کے ادب میں نہیں ملتا ہے بلکہ وہ صرف براہوئی قوت واہمہ کی تخلیق ہیں۔ براہوئی ادب میں ''تن نال'' کا قصہ بے حد مشہور ہے اسے یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

'' کہتے ہیں کہ کسی ملک پر ایک بادشاہ حکمرانی کرتا تھا۔ اسے جانور اور پرندے پالنے کا شوق جنون کی حد تک تھا۔ شاہی محل میں ایک مخصوص جگہ جانوروں اور پرندوں کے لیے تھی۔ خزانے کا ایک حصہ ان کی پرورش پر صرف ہوتا تھا۔ اس بادشاہ کے خادموں میں ایک خادم تن نال تھا۔ جو بڑا کام چور تھا۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے اپنے خادموں کو ایک ایک پلا اور ایک ایک گائے دی تا کہ گائے کا دودھ پلوں کو پلایا جائے۔ بادشاہ نے یہ بھی کہا کہ جو خادم اپنے پلے کی اچھی طرح دیکھ بھال کریگا اسے انعام بھی ملے گا۔ تن نال کو بھی ایک گائے دی

گئی۔گائے کو دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔وہ خوشی سے جھومنے لگا۔جلدی جلدی اپنے گھر آیا اور بیوی سے کہا کہ خدا نے اب ہماری سن لی ہے۔اب ہم زیادہ دودھ پیا کریں گے اور زندگی مزے سے گزاریں گے۔تن نال دودھ پیتا اور بیوی کو بھی پینے کے لیے دیتا۔مگر پلے کو ایک قطرہ نہ پلاتا۔چنانچہ پلا روز بروز دبلا ہوتا گیا۔ایک دن بادشاہ نے تمام خادموں کو پہلے حاضر کرنے کا حکم دیا۔تن نال کی بیوی نے کچھ دودھ گرم کیا اور پلے کے سامنے رکھ دیا۔ پلے نے کئی روز سے دودھ نہیں دیکھا تھا فوراً اپنا منہ دودھ میں ڈال دیا۔گرم دودھ منہ سے لگتے ہی پلا چلانے لگا۔جب تک منہ میں جلن رہی وہ ادھر ادھر بھاگتا اور چلاتا رہا۔جب جلن کی شدت کم ہوئی تو چپ ہو گیا۔تن نال اس کو لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔بادشاہ نے دیکھتے ہی کہا اے نمک حرام تم نے اس پلے کو بالکل دودھ نہیں پلایا۔بلکہ دودھ خود پیتے رہے ہو۔تن نال تو تھا چالاک فوراً بولا عالی جاہ میں اس کو روز دودھ پلاتا تھا مگر یہ دودھ پیتا ہی نہیں۔ بادشاہ نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔بھلا یہ کیسے دودھ نہیں پیتا۔جاؤ فوراً دودھ لے آؤ۔بادشاہ نے دودھ لانے کا حکم دیا اور ساتھ ہی جلاد کو بھی حاضر کرنے کو کہا تا کہ جھوٹے کی گردن ماردی جائے۔فوراً دودھ لایا گیا پلا جو دودھ سے جلا تھا دودھ دیکھ کر اس طرح اچھلا کہ بادشاہ کے چہرے کو زخمی اور تاج کو گراتے ہوئے نکل بھاگا۔تن نال! تم نے ضرور کوئی بدمعاشی کی ہے۔ بادشاہ بولا تن نال منمنایا! عالی جاہ! آپ کا قدیم نمک خوار آپ کے ساتھ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔اس پلے کو دودھ سے نفرت ہے۔اب کے بادشاہ نے خادموں کو ایک ایک گھوڑا پالنے کے لیے دیا اور خزانچی کو حکم دیا کہ گھوڑوں کے خوراک کے لیے یہ لوگ جس قدر مانگیں انہیں دے دیا کریں۔تن نال نے اپنا گھوڑا ایک تنگ و تاریک کمرے میں باندھ دیا۔جس میں روشنی کے لیے صرف ایک چھوٹا سا دریچہ تھا۔وہ ہر روز خزانچی سے پیسے لیکر جاتا اور ذرا سا لوسن اس روزن میں سے گھوڑے کو ڈال دیتا۔جب بھی کوئی دریچے میں سے دیکھتا تو گھوڑا فوراً

دریچے کے قریب آتا۔

ایک دن بادشاہ نے اپنے ایک وزیر کو بھیجا تا کہ جا کر گھوڑوں کا معائنہ کرے۔ وزیر جب تن نال کے پاس آیا تو اسے گھوڑے کے پاس لے گیا وزیر دریچے سے جھانک کر گھوڑے کو دیکھنے لگا گھوڑا سمجھا مالک لوسن لیکر آیا ہے۔ گھوڑے نے وزیر کو منہ میں پکڑ لیا۔ مشکل سے وزیر کو وہاں سے نجات ملی۔ وزیر نے بادشاہ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ بادشاہ نے فوراً تن نال کو ملازمت سے الگ کی بیوی رونے لگی کہ جب تن نال ملازم تھا تو مشکل سے گذارا ہوتا تھا اب بغیر ملازمت کے کس طرح گذران ہوگی۔ تن نال بولا اللہ تعالیٰ رازق ہے وہ ہمیں اس سے بھی اچھی ملازمت دے گا۔ مگر بیوی کو ان باتوں سے کہاں تسلی ہوتی وہ چیختی چلاتی رہی لیکن کب تک مجبوراً تھک ہار کر خاموش ہوگئی۔

اب تن نال کو ایک ترکیب سوجھی اس نے زور زور سے چلانا شروع کیا۔ ہمسائے جمع ہوگئے اور چلانے کی وجہ پوچھی اس نے بتایا کہ میرے پیٹ میں سخت درد ہو رہا ہے اور مجھے امید نہیں کہ شام تک بچ سکوں۔ مجھے بادشاہ کے پاس لے چلو میں وہاں وصیت کرونگا۔ جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ تن نال مرنے کے قریب ہے تو اسے ترس آیا۔ اس نے اسے بلوایا۔ بادشاہ کے پاس پہنچتے ہی تن نال چلانے لگا بادشاہ سلامت میں تو مر رہا ہوں۔ میرا کوئی وارث نہیں۔ میں نے بہت دولت جمع کی ہے اور تمام دولت گھر میں صندوقوں میں بند ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد لوگ میری دولت لے جائیں گے اور میری بیوی بھوکی مر جائے گی۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ سب دولت آپ کو ملے اور اس کے عوض آپ میری بیوی کو خوراک اور پوشاک مہیا کریں۔

بادشاہ نے فوراً وزیر کو طلب کیا اور وصیت نامہ لکھا گیا۔ تن نال نے اپنا انگوٹھا ثبت کر دیا اور بولا اب مجھے میرے گھر پہنچا دو۔ تھوڑی دیر بعد بادشاہ کو اطلاع ملی کہ تن نال مر گیا

ہے۔ بادشاہ نے افسوس کیا اور اس کے کفن ودفن کا انتظام کیا۔

ادھر تن نال کے گھر میں جس قدر صندوق تھے ان سب کو شاہی خزانے میں داخل کر دیا گیا۔ لوگ اس کی موت پر افسوس کرتے اور کہتے بادشاہ نے غریب کو ملازمت سے نکال دیا اور پریشانیوں کی وجہ سے وہ دل برداشتہ ہو کر مر گیا۔ بادشاہ اس کی دولت بھی لے گیا۔۔ جب تن نال کو قبر میں اتارا گیا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ لوگ ڈر کر بھاگ گئے کہ مردہ زندہ ہو گیا۔ تن نال اپنے گھر آیا مگر اس وقت تک بادشاہ اس کے گھر کی تمام چیزیں شاہی خزانے میں داخل کر چکا تھا۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ تن نال دوبارہ زندہ ہو گیا ہے۔ تن نال بھی بادشاہ کے پاس آیا اور کہنے لگا چونکہ اب میں زندہ ہو گیا ہوں اس لیے میری دولت مجھے لوٹا دیں۔ بادشاہ نے اس سے کہا تم جیسے کم تنخواہ پانے والے ملازم نے اتنی دولت کس طرح جمع کی؟ یہ دولت ضرور شاہی خزانے سے چوری کی گئی ہو گی۔ تمہیں سزا ملے گی۔ روتا پیٹتا تن نال قاضی کے پاس گیا اور بادشاہ کو عدالت میں طلب کیا گیا۔

دونوں کے بیانات سننے کے بعد عدم ثبوت کی بناء پر قاضی نے تن نال کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ بادشاہ مجبور تھا اس نے تن نال سے کہا وہ اپنی دولت لے جائے۔ اگلے روز بادشاہ کی موجودگی میں جب تن نال نے ایک صندوق کھولا تو چلانے لگا بادشاہ نے سبب پوچھا تو اس نے کہا حضور تم نے صندوق میں پتھر بھر دیئے ہیں۔ اس میں پہلے تو اشرفیاں تھیں۔ ہر صندوق کھول کر تن نال اسی طرح کہتا تھا۔ بادشاہ شرمندہ ہوتا تھا کہ صندوق جس طرح اس کے گھر سے آئے تھے اسی طرح پڑے ہیں اس نے ان کو کھولا تک نہیں تھا۔ اب اگر یہ بات شہر میں پھیل گئی تو لوگ کیا کہیں گے۔ چنانچہ اس نے فوراً حکم دیا کہ ان صندوقوں کو اشرفیوں سے بھر دیا جائے۔ اب تن نال خوشی خوشی گھر آیا وہ کنگال تھا مگر اپنی چالاکی سے مالا مال ہو گیا۔ اور باقی عمر ملازمت سے بے نیاز ہو کر زندگی بسر کرتا رہا۔

لطائف

مزاح کے متعلق مشہور ہے کہ کلام میں مزاح کا وہی درجہ ہے جو کھانے میں نمک کا ہوتا ہے۔ جس طرح نمک کے بغیر کھانے کا مزہ پھیکا ہوتا ہے اسی طرح مزاح کے بغیر ادب بھی پھیکا اور اکتا دینے والا ہوتا ہے۔ براہوئیوں نے اپنے ادب کو پھیکا نہیں ہونے دیا ہے۔ اگر ہم براہوئی ادب میں مزاح نگاری کا کھوج لگائیں تو بے شمار مزاحیہ شہ پارے ملیں گے۔ یہاں مشتے از خروارے پیش کئے جاتے ہیں:

1۔ چار دوست ایک ساتھ جارہے تھے۔ ان میں ایک بہرا تھا دوسرا نابینا تھا' تیسرا برہنہ تھا اور چوتھا لنگڑا تھا۔

بہرے نے کہا میرے کانوں میں بینڈ باجے کی آواز آرہی ہے۔ شاید کہیں رقص و سرور کی محفل ہے۔ نابینا بولا انتظار کیوکر رہے ہو چلیں اور اس رقص وسرور کی محفل سے لطف اندوز ہوں۔ برہنہ بولا بھائیو! ہوشیار رہنا ایسا نہ ہو ہم اجنبیوں کو وہاں کے لوگ لوٹ لیں۔ لنگڑا کہنے لگا کہ ہمیں لوٹنے کو آ گئے تو ہم بھاگ کھڑے ہوں گے۔

2۔ ایک گنوارے سے پوچھا گیا تم میلے کچیلے رہتے ہو غسل کیوں نہیں کرتے۔ اس نے کہا میرے غسل نہ کرنیکی وجہ یہ ہے کہ پہلی بار جب میں نے غسل کیا تو میری ماں اس دنیا سے چل بسی۔ غسل کو براشگون جان کر میں نے ایک سال تک غسل نہیں کیا۔ اگلے برس جب میں نے غسل کیا تو میرے باپ کا انتقال ہوگیا۔ اب اس ڈر سے غسل نہیں کرتا ہوں کہیں میں خود نہ مرجاؤں۔ کیونکہ میرے اعزا واقربا میں سے اس وقت کوئی بھی بقید حیات نہیں ہے۔

3۔ ایک شخص کسی ایسے گاؤں میں چلا گیا جہاں پسوں کی کثرت تھی۔ رات کے وقت جب میزبان بستر درست کرنے لگا تو اس نے کہا ہمارے ہاں پسو زیادہ ہیں۔ اس لیے رات کو

لحاف کو اچھی طرح اوڑھ کر سونا ایسا نہ ہو کہ پسو آ کر تمہیں کاٹ لیں۔ اس شخص نے پسو کبھی نہیں دیکھے تھے۔ جب سونے لگا تو ڈر سے اسے نیند نہ آئی کہ پسو آ کر کاٹیں گے۔ آدھی رات تک وہ کروٹیں بدلتا رہا اچانک اس نے لحاف سے سر نکالا تو ایک بلی پر نظر پڑی۔ اس نے خیال کیا ہو نہ ہو یہ کوئی پسو ہے اور اسے کاٹنے کو آ رہا ہے۔ چنانچہ چیخنے چلانے لگا۔ شور سن کر لوگ دوڑتے ہوئے آ گئے اور شور کی وجہ پوچھی تو اس نے بلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ پسو مجھے کاٹنے آیا ہے۔

4۔ ایک شخص کو اپنے اکلوتے بچے سے والہانہ محبت تھی۔ ایک دن اس کی بیوی نے اس سے پوچھا کہ بچے میں وہ کون سی امتیازی صفت ہے جس کی وجہ سے تم اسے بے حد پیار کرتے ہو۔ وہ بولا کہ بچے کے دانت نہیں ہیں اور جب وہ اپنی توتلی زبان میں باتیں کرتا ہے تو اس کی باتیں بے حد پیاری معلوم ہوتی ہیں۔

جب یہ شخص کھیتوں میں کام کرنے گیا تو اس کی بیوی نے اپنے تمام دانت توڑ ڈالے۔ رات کو جب وہ شوہر سے باتیں کرنے لگی تو شوہر کو اس کی باتیں سمجھ میں نہ آتی تھیں۔ اس سے پوچھا کہ آج تم اس طرح کیوں باتیں کر رہی ہو؟ بیوی نے جواب دیا کہ صبح تم نے کہا تھا کہ بچے کے منہ میں دانت نہیں ہیں اس لیے میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ میں نے بھی اس وجہ سے اپنے دانت توڑ دیے ہیں۔ کہ تم مجھ سے بھی محبت کرو۔

5۔ ایک مرتبہ ایک چور کسی کا دنبہ چرا کر اسے ذبح کر رہا تھا کہ دنبے کے مالک کا ادھر سے گزر ہوا۔ اس نے دیکھ کر کہا میرے دنبے کو کیوں ذبح کر رہے ہو چور بولا اب جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ ایک دو روز میں تمہیں اس سے بہتر دنبہ دے دونگا۔ اور پھر کباب بنا کر مالک کو بھی کھلا دیئے۔ مالک خوشی خوشی اپنے گھر چلا گیا۔ دو دن کے بعد وہ چور کے پاس گیا اور دنبے کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ چور نے پوچھا کیسا دنبہ؟ مالک نے کہا وہی جس کو تم نے چرایا تھا۔ پھر اسے ذبح کیا

تھا اور پھر وعدہ کیا تھا کہ ایک دو روز میں تمہیں اس کے بدلے ایک دنبہ دے دونگا۔ چور بولا بھائی ضرور تم نے کوئی خواب دیکھا ہوگا۔ خواب میں ہر شخص گوشت اور چاول کھاتا ہے۔

6۔ ایک عورت کہیں جارہی تھی کہ اس کی چادر ایک درخت کی ٹہنیوں میں اٹک گئی۔ اس نے درخت سے کہا میری چادر چھوڑ دو ورنہ میں اس کا ذکر اپنے اعزا و اقربا سے کروں گی جو تیرے ٹکڑے ٹکڑے کریں گے۔ چادر اس بری طرح الجھ گئی تھی کہ شاخوں سے الگ نہ ہوسکتی تھی۔ آخر عورت ننگے سر گھر پہنچ گئی۔ اس کے اقربا بندوقیں لے کر درخت کے پاس جا کر دو ٹولیوں میں آمنے سامنے کھڑے ہوگئے اور درخت سے کہنے لگے تم نے سمجھ لیا تھا کہ عورت کا کوئی وارث نہیں ہے۔ ہم اس کے وارث ہیں اب تمہاری خیر نہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے فائرنگ شروع کردی۔

7۔ ایک نابینا اپنے لڑکے کے ہمراہ ایک دعوت میں چلا گیا۔ اس نے اپنے لڑکے سے کہا جب لوگ کھانا شروع کردیں تو وہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرے۔ دسترخوان پر کھانا چنا گیا۔ لڑکے کا ہاتھ غلطی سے اسے لگ گیا۔ نابینا نے خیال کیا کہ کھانا شروع ہوگیا ہے۔ اس نے کھانا کھانا شروع کردیا۔ لیکن لڑکے نے اسے پھر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ سمجھ جائے کہ کھانا ابھی تک شروع نہیں ہوا ہے۔ نابینا نے خیال کیا کہ لڑکے نے اسے جلدی جلدی کھانے کو کہا ہے۔ چنانچہ وہ تیزی سے کھانا کھانے لگا۔ یہ دیکھ کر لڑکا کھسیانا سا ہوگیا۔ اس نے پھر ہاتھ سے اشارہ کیا۔ یہ اشارہ پا کر نابینا رکابی لے کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا ''بھائیوں لوٹ مار تو نہیں ہورہی ہے۔ تسلی سے کھانا کھاؤ۔''

پہیلیاں

پہیلیاں دماغی کاوشوں کے لیے بہترین مشغلہ ہیں۔ ان پر غور و فکر کرنے سے

انسان میں سوچ کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ چند ایک پہلیاں پیش کی جاتی ہیں:

بال کیک چکس اف	اڑتا ہے لیکن پرندہ نہیں ہے
مونے خاخوئس اف	رنگ سیاہ ہے لیکن کوا نہیں ہے
مرغ ارے تہ خراس ئس اف	اس کے سینگ ہیں لیکن بیل نہیں ہے
داسا پاانت سے (گوگڑا)	اب کہو کیا ہے (گبریلا)
مونا تازی دیرنا گوازی (خواء)	سیاہ رنگ کا شکاری کتا پانی میں کھیلتا ہے (مشکیزہ جس میں ندی سے پانی بھرا جاتا ہے)
ہچ تہ کہسکنے سیستان ٹی	اونٹ سیستان میں مر گیا ہے
جغرتہ کناڈوآٹے (حنام)	اس کا جگر میرے ہاتھ میں ہے (مہندی)
مردہ بش مس زندہ ءِ لیٹفے (کمک)	مردہ کھڑا ہو گیا اور زندہ کو لٹا دیا (کمک) (شکار کے لیے سینگ سے ایک قسم کا آلہ تیار کیا جاتا ہے۔ اس کو زمین میں گاڑ کر اوپر ایک غلہ رکھ دیا جاتا ہے جب پرندہ چونچ مارتا ہے تو اسے پکڑ لیتا ہے۔
مار پیر باوہ ورنا	بیٹا عمر رسیدہ باپ جوان (کپاس اور پودا)
پیون پیون پروال آن بار	دودھ کی طرح سفید
چوٹ چوٹ گنداران بار	قوس وقزح کی طرح کمان دار (طوق)
اسہ گڑا سے ای خنوہ تہ نی خنپسہ تہ	ایک چیز ہے میں اسے دیکھتا ہوں لیکن تمہاری نظروں سے اوجھل (گردن)

تلمیحات

''گاجی ناشوہی'' گاجی پر بے شمار مصیبتیں آئی تھیں۔ پہلے اس کا نوجوان بیٹا مرگیا۔اس کے فاتحہ سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ اس کا اونٹ چوری ہوگیا اونٹ کی تلاش میں چلا گیا تو گھر کا سامان چور لے گئے۔ پھر خرمن میں آگ لگ گئی۔غرض اس کے لیے ایک تنکا بھی نہیں بچا تھا۔اب جب کسی پر بے شمار مصیبتیں نازل ہوتی ہیں تو ''گاجی ناشیوہی'' کہا جاتا ہے۔

''خواری پوکا جغر جعفر خان'' جعفر خان ایک سخی تھا۔ بیواؤں اور یتیموں کی پرورش کرتا تھا۔اس نے کئی مساجد بھی تعمیر کروائی تھیں۔ایک مرتبہ سفر کے لیے روانہ ہوا۔راستے میں پیاس بجھانے کے لیے پانی کی تلاش میں سرگرداں رہا لیکن پانی نہ ملا۔جن یتیموں کی پرورش کی تھی ان میں سے کئی ایک سے ملاقات ہوئی۔ان کے پاس پانی تھا لیکن انہوں نے جعفر خان کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیا۔آخر وہ پیاس کی شدت سے مرگیا۔اب اگر کوئی شخص بے حد نیکیاں کرے اور ان لوگوں سے جن سے نیکی کی گئی ہے الٹا نقصان پہنچے تو کہا جاتا ہے کہ خواری پوکا جعفر خان۔

ضرب الامثال

اپوک پلپل پوک	سوکن مرچیں چھڑکتی رہتی ہے۔
اسہ سوارءِ دنزاف	ایک گھڑ سوار کا گرد کچھ نہیں (اکیلا کچھ نہیں کرسکتا)
پین نادیڑو نیمروچ آپرائک	دوسرے کی ''دیڑو'' دو پہر کو دودھ دینا بند کردیتی ہے۔ (دیڑو ایسے دودھیلے جانور کو کہا جاتا ہے جو کسی کو دودھ کے لیے دیا جائے۔ اس کا تمام خرچ اسی پر ہوتا ہے۔ جو اس کا دودھ استعمال کرتا ہے جب دودھ خشک ہوجاتا ہے تو اسے مالک کو واپس کردیا جاتا ہے)
خالی آتو فک آن اِرابندغ خلیرہ	خالی بندوق سے دو آدمی ڈرتے ہیں (ایک تو وہ جس کے ہاتھ میں بندوق ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اس میں گولی نہیں ہے دوسرا وہ جس پر نشانہ باندھا جائے وہ سمجھتا ہے کہ اس میں گولی ہے اور اب میں مارا گیا)
گوانس تہ مشتے ٹی پٹیستہ ہس تے ٹی	مٹی میں کھو دیا ہے اور راکھ میں ڈھونڈ رہے ہو۔
ہیشے مرغ مسکہ کسے تینا کیب اٹ التوکہ	اگر گدھے کو سینگ ہوتے تو کسی کو اپنے قریب نہیں چھوڑتا

کنا کورہ ءِ ہر پہ ای ناکم خواب ءِ ہر پرہ تم میرے معمولی کپڑوں کو نہ پھاڑو میں تمہارے کمخواب کو نہیں پھاڑوں گا

ہچ ستر ہڑی مرے تینا مہار ءِ کنپک اونٹ جس قدر بھی باؤلا ہو اپنی مہار کو نہیں کاٹتا

ہیٹے کہ کئی بلیک شوان نا ارغ ءِ کنیک بکری کی جب کم بختی آتی ہے تو چوپان کی روٹی کھا جاتی ہے

10۔ خرما میٹے کنے ہم بدنام اگہ کنپ ہم بدنام بھیڑیا اگر بھیڑ کو کھا جائے تب بھی بدنام اگر نہ کھائے تب بھی بدنام ہے

11۔ تا کہ پیاز کنپیس بانہ گند کپک جب تک پیاز نہیں کھاؤ گے منہ سے بدبو نہیں آئے گی۔

12۔ خاخرنا پد ہس ارے آگ کا انجام راکھ

13۔ پین نا ملک نا بادشاہی آن تینا ملک نا بادشاہی دوسرے کے ملک پر حکمرانی کرنے سے اپنی ملک میں گداگری کرنا بہتر ہے

14۔ ویل بادشاہ تیکن اے غریب آہر وخت ویل اے تباہی و بربادی یا زوال بادشاہوں کے لیے ہے غریب تو ہر وقت تباہ و برباد ہے

15۔ شریکی آمال آن بے مالی تہ شرے شرکت کے مال سے بہتر یہ ہے کہ مال ہی نہ ہو

16۔ اسہ دُوٹی اِرا گلو بفک ایک ہاتھ میں دو خربوزے نہیں آسکتے ہیں

17۔ ہموڑے توڑ کہ کس بش کپ نے وہاں بیٹھو جہاں سے کوئی نہ اٹھائے

18۔ پین نہ خنی ءِ ماران تینا کھورنگا مسٹر جوانے دوسرے کے بینا لڑکے سے اپنی نابینا بیٹی بہتر ہے

19۔ پیر مسوسس میر متوس بوڑھے تو ہو گئے لیکن اب تک میر نہیں بن سکے

20۔ دُزے ہلوٹ دز کنے ہلک — میں نے چور کو نہیں پکڑا چور نے مجھے پکڑا

21۔ ٹھکری ءِ سردارءِ کس بشخ کتہ نے اوکل نائے کل کن اے — ٹھکری اور دوسرا کو کسی نے اپنے لیے وقف نہیں کیا وہ سب کے ہیں

22۔ وام نہ لمہ باوہ کستہ نے — قرض کے والدین مر نہیں گئے ہیں

23۔ غریب ءِ سیال اف — غریب کا کوئی رشتہ دار نہیں

24 اپوک اگہ خسی اسے ولے گٹ ٹی ہلیک — اگر سوکن مکھن کی طرح نرم ہو تب بھی گلے میں اٹک جاتی ہے

25۔ شرصورت بے حاجت — حسین کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی ہے(لوگ صورت دیکھ کر اس کی حاجت روا کرتے ہیں)

BRAHUI ACADEMY PAKISTAN

فوق الفطرت عناصر

براہوئیوں کا اعتقاد ہے کہ اس وسیع کائنات میں ایسی مخلوقات موجود ہیں جو غیر مرئی و غیر محسوس ہیں۔ ان کے ان اعتقادات نے ان کے ادب میں جگہ حاصل کر لی ہے۔ نہ صرف براہوئی بلکہ دنیا کی تمام زبانوں کے ادب میں ہمیں فوق الفطرت عناصر کا ذکر ملتا ہے۔ براہوئی لوک ادب کے چند فوق الفطرت عناصر یہ ہیں:

فرشتے

فرشتوں کا تصور اسلامی ہے۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے فرشتوں، شیطان اور جنات کی موجودگی پر براہوئیوں کا اعتقاد ہے کیونکہ قرآن مجید میں ملائکہ اور ابلیس کے علاوہ سورہ جن بھی موجود ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام

یہ بھولے بھٹکے مسافروں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ان کے انگوٹے میں ہڈی نہیں ہوتی ہے۔ جس مسجد میں غلطی سے دو دفعہ اذان ہو وہاں وہ ضرور پہنچ جاتے ہیں۔

دیو

براہوئی کہتے ہیں کہ دیو کی شکل وصورت بے حد مکروہ ہوتی ہے۔ ان کی شکل بیل سے ملتی جلتی ہے۔ کچھ دیو گھوڑے کی شکل کے بھی ہوتے ہیں۔ ان کی آنکھیں ستاروں کی طرح چمکتی ہیں۔ ان کے ہونٹ لمبے اور دانت بڑے بڑے ہوتے ہیں ان کے سینگ بھی ہوتے ہیں۔ براہوئی جب بد دعا دیتے ہیں تو کہتے ہیں ''دیو نہ مرغس لگہ نے'' یعنی تمہیں دیو

کا سینگ لگ جائے۔

براہوئی کہتے ہیں کہ جب کسی کا دیو یا جن و پری نظر آجائے تو حضرت سلیمان کو یاد کرنا چاہیے۔ان کا نام لیتے ہی دیو وغیرہ غائب ہوجاتے ہیں۔ کہتے ہیں اگر کوئی دیو کو ایک گولی لگائے تو وہ مرجاتا ہے لیکن دوسری گولی لگنے سے دوبارہ زندہ ہوجاتا ہے۔

پری

پریاں بہت خوبصورت وحسین ہوتی ہیں۔اس لیے خوبصورت عورت کو پری سے تشبیہ دیتے ہیں۔''پری آن بار'' پری کی طرح۔ کہتے ہیں کہ انسان کی نظر جب اس پر پڑ جائے تو وہ بے ہوش ہوجاتا ہے۔اگر اس کا سایہ کسی پر پڑ جائے تو وہ بیمار ہوجاتا ہے۔

جن

جن دو قسم کے ہوتے ہیں نیک و بد۔ نیک کی آنکھیں انسانوں کی طرح ہوتی ہیں لیکن بد کی آنکھیں عمودی ہوتی ہیں۔ان کی آنکھیں آگ کی طرح چمکتی ہیں۔ جنات رات کے وقت راکھ کے ڈھیر پر آتے ہیں اس لیے رات کو راکھ کے ڈھیر پر گزرنا نہیں چاہیے۔اس کے علاوہ جنات شاہ توت اور انجیر کے درختوں پر بھی آتے ہیں۔اگر کوئی کھانا کھاتے وقت بسم اللہ نہ کہے تو جنات آکر اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہوجاتے ہیں۔

شیطان

شیطان کا تصور قرآنی ہے۔لوک کہانیوں میں اس کا اکثر ذکر آتا ہے۔ جب کبھی بچوں کی چیزیں گم ہوجاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ شیطان نے چھپادی ہیں۔اس لیے دو کنکریاں زمین میں دبا کر کہتے ہیں کہ شیطان کی آنکھیں بند کرلیں۔ جب وہ مل جاتی ہیں تو کنکریاں نکال لی جاتی ہیں۔ براہوئی یہ بھی کہتے ہیں کہ نماز پڑھ کر مصلیٰ کو یوں نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ

شیطان اس پر آ کر بیٹھ جاتا ہے۔

ممّلی

نر اور مادہ ہوتے ہیں۔ان کے بال بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ان کے جسم کی بدبو دور دور تک جاتی ہے۔اگر انسان ان میں سے ایک پر حملہ کر دے یا اسے مار دے تو اس کا دوسرا ساتھی بدلہ لے گا۔

ممّا

ممانر اور مادہ ہوتے ہیں۔رات کے وقت گاؤں میں آ کر لوگوں کو ان کے نام لے کر پکارتے ہیں۔اگر کوئی باہر نکلے تو اسے اٹھا کر اپنے غار میں لے جاتے ہیں۔پھر اس کے پاؤں چاٹ لیتے ہیں۔تا کہ وہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے۔کہتے ہیں نمک کا نام لیتے ہی مما بھاگ جاتا ہے۔جب کبھی کوئی مما آواز دیتا ہے تو براہوئی کہتے ہیں ذرا ٹھہرنا میں نمک پیس رہا ہوں۔اس طرح کہنے سے مما بھاگ جاتا ہے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر مادہ مما ہو تو کسی مرد کا نام لے کر پکارتی ہے اور اگر نر مما ہو تو کسی عورت کا نام پکارتا ہے۔

پیرہ

بوڑھے کی شکل کا ہوتا ہے۔مسافروں سے کہتا ہے کہ میں کمزور و ناتواں ہوں مجھے اپنی پیٹھ پر لے چلو۔جب کوئی ترس کھا کر اسے اٹھاتا ہے تو پیرہ کے پیٹ سے تین ٹانگیں سانپ کی طرح نکل کر اس آدمی کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں۔

بلّہ

بڑھیا کی شکل کی ہوتی ہے۔مسافروں کو روک کر ان سے کہتی ہے کہ میرے سر میں جوئیں ہیں ان کو پکڑ لو۔اگر کوئی انکار کر دے تو اسے مار دیتی ہے۔

جاتُو

عورت کی شکل کی ہوتی ہے۔ بڑے بڑے دانت ہوتے ہیں۔ اس کے پر بھی ہوتے ہیں اس لیے اڑتی بھی ہے۔ کہتے ہیں جب کوئی شخص زیادہ بیمار پڑ جاتا ہے اور تیمار داری کے لیے کوئی نہیں ہوتا ہے تو جاتو اس کا دل کھانے کے لیے وہاں پہنچ جاتی ہے۔ زچگی کے ایام میں اس کی آمد کا خطرہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی عین موقع پر اسے پکڑ لے اور اسے قسم دے تب وہ عمر بھر اس خاندان کی طرف رخ نہیں کرتی۔ جب جاتو کسی بیمار کے پاس آتی ہے تو تین مرتبہ پرندوں کی طرح آواز نکالتی ہے۔ وہ بیمار کو گوشت یا کوئی اور شے دیتی ہے۔ جب بیمار وہ چیز پکڑتا ہے تو مر جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جاتو لگڑ بگڑ پر سوار ہو کر بیمار کا دل کھانے کے لیے جاتی ہے۔ جب آدمی زیادہ بیمار ہو جاتا ہے تو ''نیل'' سے اس کے پیٹ، پاؤں اور ہاتھوں پر اس طرح + کا نشان لگایا جاتا ہے۔

گُوانگُو

اس کی جنس کے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ رات کے وقت آ کر کسی مرد یا عورت کا نام لے کر پکارتا ہے۔ یا کہتا ہے کہ میں فلاں ہوں تمہارے لیے فلاں کا تحفہ لایا ہوں۔ اگر کوئی جواب دے تو وہ فوراً گونگا ہو جاتا ہے۔

دَت

دراصل یہ مادہ ہوتی ہے۔ اپنی شکل تبدیل کرتی رہتی ہے۔ کبھی گدھے گھوڑے کی شکل میں ہوتی ہے۔ کبھی سفید مرغ یا لیلے کی شکل میں۔ کبھی سفید کپڑے کے تھان کی طرح بھی نظر آتی ہے۔ جب اسے اٹھایا جاتا ہے تو وہ کسی جانور کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

یُوانٹو

رات کو آ کر چھاتی پر بیٹھ جاتا ہے۔ اپنے اعضا انسان کے اعضا پر رکھ دیتا ہے۔ اس کے ناک نہیں ہوتی ہے۔ انسان کے لیے سانس لینا مشکل ہوتا ہے۔

جماعتی

ایک ''مادہ جن'' کا نام ہے۔ جو ضلع چاغی میں رہتی ہے۔ ایک درخت پر بیٹھی رہتی ہے۔ اس کی رکابی نیچے رکھی ہوتی ہے۔ وہاں سے ہر گزرنے والا اس رکابی میں کھانے کی کچھ نہ کچھ چیز ڈالتا ہے۔ اگر کوئی نہ ڈالے تو اسے نقصان پہنچاتی ہے۔

چک بَر

اس کا رنگ زرد، شکل پرندے کی طرح اور قد گدھے یا بھیڑ کے برابر ہوتا ہے۔ جب کوئی بچہ ماں کو ستاتا ہے تو ماں کہتی ہے ''چک بر بہ داچنا ءِ در'' (اے چک بر آ کر اس بچے کو لے جا)

اُچ نہار

اس کی شکل اونٹ کی طرح ہوتی ہے اور انسانوں کو کھاتا ہے جب قافلے چلتے ہیں تو اس سے بہت محتاط رہتے ہیں۔

یک ٹانگی

ایک قسم کا دیو ہوتا ہے جس کا صرف ایک پاؤں ہوتا ہے۔ آنکھ بھی ایک ہی ہوتی ہے۔ اس کا ذکر لوک کہانیوں میں آتا ہے۔

باب چہارم

تحریری ادب

1۔ پہلا دور۔خانی دور سے پہلے کا ادب

2۔ دوسرا دور۔خانی دور 1666ء سے درخانی مدرسہ کے قیام (1883ء) تک

3۔ تیسرا دور۔1883ء تا پاکستان (1947ء) تک

4۔ چوتھا دور۔1947ء کے بعد کا ادب

پہلا دور

موجودہ تحقیقات کے مطابق ہم اس دور کی ابتداء آٹھویں صدی ہجری (تیرھویں صدی عیسوی) سے کرتے ہیں۔کیونکہ اس صدی کے پہلے دہائی میں براہوئی زبان کی ایک قلمی کتاب حال ہی میں دستیاب ہوئی ہے۔

اگرچہ پرانے کتابوں پر براہوئی تحریریں قدیم سے چلی آرہی ہیں لیکن ان کا ذکر رسم الخط کے عنوان کے تحت درج کیا گیا ہے۔

خدمت دین

اس پہلے دور کی کتاب ''خدمت دین'' ہے۔یہ کتاب 709ھ (1293ء) کی تالیف ہے۔اس کے کل صفحات سو ہیں۔اس میں پند ونصائح ہیں۔سردست اس صدی کی کوئی دوسری کتاب ہمیں نہیں ملی ہے۔قیاس ہے کہ اور بھی کئی کتابیں لکھی گئی ہوں گی۔

مجہول الاسم

''خدمت دین'' کے بعد 810 ہجری کی لکھی ہوئی ایک ''مجہول الاسم'' کتاب ملی ہے۔اس کا نسخہ شوراوک افغانستان سے ضلع چاغی کے حضرت سید بلانوشؒ کے خاندان کے ہاتھ آیا۔اس میں ایک جگہ ایک بزرگ میچڑ کا نام آیا ہے۔کہتے ہیں کہ یہ بزرگ حضرت بلانوشؒ کے خاندان سے تھے۔ان کا اصل نام معلوم نہیں۔بچپن میں ان کی والدہ کا انتقال ہوا تھا اس لیے ہرنوں کے دودھ پر پلے اور میچڑ مشہور ہوئے۔ویسے براہوئی میں میچڑ اس برہ کو کہتے ہیں جس کی ماں مرگئی ہو اور وہ دوسری بھیڑوں کے دودھ پر پلا ہو۔اس کتاب میں سانپ کے زہر کے رفع کے لیے ایک عمل یوں تحریر ہے:

''دوشہ کنگ کس سے گڑا داہدہ ءِ چل و یک وار خوان ءِ دوشہ کنو کا جاگغا چوف کہ حکمٹ خدانا دوشناز ہراسر کپک ہدہ دادے''۔

ترجمہ: اگر کسی کو سانپ کاٹے تو پھر اکتالیس بار اس دم کو پڑھ کر متاثرہ جگہ پر پھونک دے خدا کے حکم سے زہر اثر نہیں کرے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حکم خدانہ ہدہ دوشہ نہ ازن پیر ناسول دین کسک مسک ہر کس بگوید مچ اللہ نادروہی نے خدانا ودروہی نے پیرنا ودروہی نے بلا پیرنا وبیبی فاطمہؓ نہ و میچڑ بابا پیر ناو کلے اولیا وانبیاتہ نے زہر دفع مرک حکمٹ خدانا پنجگا تاو خداء مصطفیٰؐ نا۔

ترجمہ: بسم اللہ ارحمٰن الرحیم۔حکم خدا کا، دم سانپ کے کاٹے کا۔اجازت پیر سول دین سے کسک مسک (مطلب معلوم نہیں) جو کہے سب چیزوں پر اللہ تعالیٰ قادر ہے۔تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم تجھے پیر کی قسم، تجھے بڑے پیر کی قسم بی بی فاطمہؓ کی قسم میچڑ بابا پیر کی قسم، تمام اولیاء و انبیا کی قسم اے زہر زائل ہو جا خدا کے حکم سے، پنج تن پاک اور خدا اور مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ و

سلم) کے حکم سے۔

اس کے بعد ہمیں دسویں صدی ہجری کی کتاب ''عملیات گہربار'' ملی ہے۔

عملیات گہربار براہوئی

یہ کتاب 13 ربیع الاول 980 ہجری کی تالیف ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں ہم زاد کی تسخیر، حاضرات اور دفینہ پانے اور دوسرے باب میں دیو اور پری پر قابو پانے سے متعلق اعمال درج ہیں۔ اس طرح تیسرے اور چوتھے باب میں بھی کل بتیس عملیات ہیں جن میں سے چند دشمن کی سلاح بندی اور زبان بندی سے متعلق ہیں۔ پانچواں باب دانت کے درد اور کشائش رزق سے متعلق ہے۔

کتاب کے دوسرے حصے کی ابتدا میں سر درد، بچے کے رونے وغیرہ کے متعلق عملیات ہیں۔ اس کے بعد استخارہ، دشمن کو ذلیل کرنے اور ہر بیماری سے نجات پانے کے متعلق عملیات و تعویذات تحریر ہیں۔ اس باب میں مرض کو مرز لکھا ہے۔ کتاب کے اختتام میں کیمیا کا نسخہ تحریر ہے۔

دوسرا دور

اس دور میں ہمیں دو شاعروں کے نام ملتے ہیں۔ پہلے شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ اور دوسرے ملک داد قلاتی۔ شاہ عبداللطیفؒ کا وصال 1759ء میں ہوا۔ اس کے ایک سال بعد ملک داد کی کتاب تحفۃ العجائب مکمل ہوئی۔

شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ

شاہ عبداللطیف بھٹائی کی پیدائش عہد عالمگیر میں 1690ء میں ہوئی۔ آپ کے والد سید حبیب بن سید کریم تھے۔

آپ نے باقاعدہ براہوئی شاعری نہیں کی ہے بلکہ آپ کی کچھ کافیوں میں سندھی اور براہوئی مشترک ہے۔ڈاکٹر گربخشانی کے ''شاہ جورسالے'' میں مندرجہ ذیل ابیات ملتے ہیں:

بلول بیا کانگارم کیوں رے رے ہنانگی برو ہنانگی بر
چارئی یار رسول جا چوکیئی انور ہنانگی بر و ہنانگی بر
سولی تے منصور میاں چوکیئی تکبر ہنانگی بر وہنانگی بر
بھٹائی گھوٹ لطیف چئی وٹ اللہ جو در

''شاہ جو رسالو'' مؤلفہ مرزا قلیچ بیگ ناشران محمد یوسف برادرس سیلز حیدرآباد (سندھ)1951ء کے فصل 7 سے صفحہ 357 بیت ہشتم میں یہ براہوئی ابیات ہیں:

داسا داکا داڑے ہنداڑے ہنام اسونہ)
ہر داسہ ہن حال جی ہوت ڈٹام (خناٹ)

ملا ملک داد قلاتی

آپ غرشین قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کے جد امجد حضرت درد لیل کوئی ساڑھے تین سو برس پیشتر بخارا سے آکر موسیٰ خیل ضلع لورالائی میں آباد ہوئے۔آپ کے والد آدین کی پیدائش غالباً یہیں ہوئی۔ان کے پاس بھیڑ بکریوں کی کافی تعداد تھی۔مولانا ملک داد نے بچپن میں بھیڑ بکریاں چرائیں اور اپنی تعلیم جاری رکھی۔تلاش روزگار کے سلسلے میں پہلے مستونگ پھر قلات پہنچے۔یہاں کی زبانیں سیکھ کر ان میں اتنی مہارت حاصل کی کہ ان میں اشعار بھی کہنے لگے۔پشتو ان کی مادری زبان تھی۔ان کا پشتو اور بلوچی کلام دستبرد زمانہ سے نہ بچ سکا۔جب میر نصیر خان نوری سریر آرائے سلطنت ہوئے تو آپ ان کے دربار سے منسلک ہوگئے۔''تحفۃ العجائب'' انہی کے دور میں یکم ذی الحج 1173 ہجری مطابق 14 جولائی

1760ء کو لکھی گئی۔ جسے براہوئی کے مشہور شاعر و خطیب مولانا نبو جان نے چند اصلاحوں کے بعد 1325ھ (1905ء) میں پہلی مرتبہ شائع کرایا۔

حال ہی میں اس کتاب کا ایک اور قلمی نسخہ دریافت ہوا ہے جو میر نصیر خان کے عہد کے بعد کا تحریر کردہ ہے۔ اس کا رسم الخط عربی ہے۔

تحفۃ العجائب کے اس قلمی نسخہ کی عبارت یوں ہے:

ارے تحفہ عجائب پن کتاب نا
براہوئی دوی ئٹ محض ثواب نا

ترجمہ: میری کتاب کا نام تحفۃ العجائب ہے
براہوئی زبان میں ثواب کی خاطر مرتب کر چکا ہوں

کتاب کے اختتام پر یوں تحریر ہے۔

باتمام رسید و اختتام انجامید نسخہ صحیحہ عمدۃ الغرائب مسمے بتحفۃ العجائب کمترین عاجزان 5 فقیر محمد فاضل متوطن قلات میر نصیر خان والہ رحمۃ اللہ علیہ بید الضعیف الحنیف فقیر بدر الدین کاتب 1232 ہجری۔

ملک داد قلاتی کی طبیعت میں استغنا انتہا تک تھا۔ تحفہ عجائب میں انہوں نے خان اعظم میر نصیر خان کی مداح میں ایک مصرع تک نہیں کہا جبکہ اس دور کے دیگر ادباء و شعراء کی کتابوں میں میر نصیر خان نوری کی تعریف درج ہے۔

کتاب میں کل اشعار 275 ہیں جو چالیس ابواب پر مشتمل ہے۔ حمد باری تعالیٰ میں اول صفت ہے پھر وحدانیت اور کائنات کو عجب طریقے سے تخلیق کرنے کا بیان ہے۔ نعت اور منقبت میں خلوص کا جذبہ موجود ہے۔

منقبت کے بعد بہشت اور دوزخ کا بیان ہے۔ اس کے بعد کتاب لکھنے اور

حصول علم دین کا بیان ہے۔ پھر پانچ ابواب میں مذہب، تارک نماز، نماز باجماعت، صفت ایمان، ایمان مفصل اور ایمان مجمل کا بیان ہے۔ تیرہویں باب سے فقہ حنفی کے مسائل شروع ہوتے ہیں۔ وضو، غسل، نماز وغیرہ کے فرائض، سنتیں، مستحبات، اور روزمرہ پیش آنے والے مسائل کا ذکر ہے۔ مصنف نے منیۃ المصلی قدوری اور ہدایہ سے ان مسائل کا انتخاب کر کے ان کو یکجا کیا ہے تا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔

آخری ابواب میں رمضان المبارک، تراویح، فطرانہ، نفلی روزے، زکوٰۃ، فضیلت زکوٰۃ، حج بیت اللہ شریف کا بیان ہے۔ فضیلت زکوۃ میں مصنف یوں رقمطراز ہے:

ہرا مومن کہ تے مالان زکاتے
خنوئے برکتے تن تا حیاتے
کنوئے مالتن مار ہم نواسہ

ترجمہ: جو مومن اپنے مال سے زکوٰۃ دے، تو جب تک وہ زندہ رہے اس کے مال میں اتنی برکت ہوگی کہ اس کی اولاد اور پوتے تک کھائیں تو بھی ختم نہ ہو۔

ملک دادشاہوانی(1)

آپ کی ولادت کی تاریخ معلوم نہیں، انتقال 1899ء میں ہوا۔ آپ قلات میں میر سفر خان کے یہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا ایک بھائی خالقداد تھا۔ آپ کا تعلق کشان شیخڑی کے قبیلہ شاہوانی سے تھا۔

اس دور کے مطابق آپ اور آپ کے بھائی نے اسلامی تعلیم حاصل کی اور اسکے بعد خان قلات کے دوبار سے منسلک ہو گئے۔ اس وقت قلات میں خان خدائیداد خان کی حکومت تھی۔

ملک داد کے تین بیٹے سفر خان، حمید اللہ اور واحد بخش تھے۔ ملا سفر خان نے خان قلات

خدائیداد خان اور پھر میر محمود خان کے دربار میں بطور منشی خدمات سرانجام دیں۔آپ کی نعتیہ شاعری کا ذخیرہ سید علی محمد شاہ ہاشمی مستونگ کے کتب خانہ میں ہے۔آپ کی محبت کا اظہار رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف نعتوں سے ہوتا ہے۔چند نعتیہ اشعار معہ اردو ترجمہ یہ ہیں۔

ثنائے پاوہ ہر دم ای خدانا
درودے پاوہ بے حد مصطفیٰؐ نا

ترجمہ: میں ہر وقت اللہ تبارک کی حمد بیان کرتا ہوں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بے شمار درود بھیجتا ہوں۔

محمدؐ آخرے کل انبیا تا
محمدؐ رہبرے کل اولیا تا

ترجمہ: حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ختم المرسلین ہیں اور تمام اولیاء کرام کے رہبر ہیں۔

ارّفپہ شان ئنا بڑزی ءِ اونا
قرآن ہم کیک ستائے مصطفیٰؐ نا

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کی بلندی نہ پوچھئے قرآن مجید خود حضرت محمد مصطفیٰؐ کی ستائش بیان کرتا ہے۔

نے آن خوانک درود و سلام رب ننا
خلوت ءِ تینا رب نے کرینے عطا

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رب قدوس خود درود وسلام بھیجتے ہیں۔اور آپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلوت عطا کی۔

1۔نعت ءِ نا سفر'' سید علی محمد شاہ ہاشمی مستونگ، صفحات 417 تا 424۔

تیسرا دور

اس دور میں براہوئی زبان کی باقاعدہ کتابیں لکھی جانے لگیں۔اس دور کے بانی مبانی مولانا محمد فاضل درخانی ہیں۔انہوں نے ڈھاڈر کے قریب درخان کے مقام پر ایک اسلامی مدرسے کی بنیاد رکھی۔اس مدرسے کی تبلیغی زبان براہوئی تھی۔ بعد ازاں ایک مکتبہ درخانی کے نام سے قائم کیا گیا۔اس مکتبہ نے اب تک سینکڑوں براہوئی کتابیں شائع کی ہیں۔

مولانا محمد فاضل درخانی

محمد فاضل درخانی کی پیدائش 1822ء کے لگ بھگ ڈھاڈر میں ہوئی اور انتقال 19 شوال 1315ھ 1896ء بروز منگل ہوا۔

آپ نے ہمایوں (نزد جیکب آباد) کے دینی مدرسے میں تعلیم پائی اور اس کے بانی مولانا عبدالغفور ہمایونی کے حلقہ درس میں شامل رہے۔واپسی پر ڈھاڈر میں درخان کے مقام پر ایک دینی مدرسے کی بنیاد رکھی اور براہوئی کو تدریسی زبان قرار دیا۔اس مدرسہ سے فارغ التحصیل طلبا نے براہوئی میں بے شمار کتابیں لکھیں۔1883ء میں آپ نے ایک اشاعتی مکتبہ درخانی کی بنیاد رکھی۔یہ ادارہ پون صدی تک براہوئی کتب کی اشاعت کا واحد مرکز تھا۔ اس کے زیر اہتمام ایک ہزار کے قریب براہوئی کتابیں شائع ہوئی ہیں۔اس ادارے نے اگرچہ براہوئی لوک ادب کے تحفظ کی طرف کوئی قدم نہیں اٹھایا مگر عیسائیت کے پھیلنے کو روکنے کے لیے براہوئی میں مذہبی لٹریچر کا ذخیرہ پیدا کیا۔

مولانا عبدالحئ

مولانا محمد فاضل درخانی کے انتقال کے بعد مدرسہ درخوانی کا انتظام مولانا عبدالحئ کے سپرد ہوا۔ آپ نے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ کتب کی اشاعت کو بھی جاری رکھا۔ آپ نے ایک رسالہ نماز مترجم براہوئی میں تحریر کیا ہے۔

حاجی مولانا نبوجان

آپ 1267ھ 1851ء میں مستونگ کے قریب چوتو کے مقام پر محمد رمضان قلندرانڑی کے ہاں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے آپ کو دینی علوم پڑھنے کا شوق تھا۔ چنانچہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد درس وتدریس میں مشغول ہوئے۔ آپ ان مذہبی رہنماؤں میں سے ہیں۔ جنہوں نے عیسائی مبلغین کی کوششوں کو بری طرح ناکام بنادیا تھا۔

آپ کی تصانیف میں ''عمدۃ البیان''، ''ناصح البلوچ''، ''نصیحت نامہ'' بالخصوص قابل ذکر ہیں:

عمدۃ البیان: بارہ صفحات پر مشتمل اس منظوم رسالہ میں جو پہلی مرتبہ 1352ھ 1907ء میں شائع ہوا۔ کل 269 اشعار ہیں۔ جو حمد ونعت پیغمبرؐ کے بعد، نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے والوں اور نیک بخت وبخیل لوگوں سے متعلق ہیں۔ کتاب میں درج عنوانات فارسی میں ہیں۔

ناصح البلوچ: کتاب اسم بامسمیٰ ہے۔ اس میں نصائح درج ہیں۔ سن تصنیف 1305 ہجری (1888ء) ہے۔ پہلی مرتبہ دہماہ محرم 1310ھ (1892ء) میں شائع ہوئی۔ اس میں کل 545 اشعار درج ہیں۔

تحفۃ الغرائب: (ترجمہ مقدمات الصلوٰۃ یا نام حق از شرف الدین بخاریؒ) اس منظوم

کتاب میں فقہ کے مسائل بیان ہیں۔سن تالیف 1305ھ(1888ء) ہے۔کل اشعار 255 ہیں۔

1355ھ 1935ء کے نسخے کے آخر چار صفحات میں سے دو صفحوں پر ایک نظم سی حرفی ہے۔اور بقایا دو صفحوں پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مشہور عربی قصیدہ ہے۔

نصیحت نامہ: کتاب اسم با مسمیٰ ہے۔اس کا پہلا ایڈیشن جو 1916ء میں شائع ہوا۔56 صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا پہلے عالم ہیں جنہوں نے ولور (لڑکی کی قیمت) جیسی قبیح رسم کے خلاف لکھا۔قومی رسوم کے خلاف آواز بلند کرنا اپنے آپ کو موت کے منہ میں دینا ہے۔لیکن آفرین ہے مولانا پر کہ انہوں نے اس جہالت کے دور میں اس رسم کے خلاف لکھنے کی جرات کی۔اور ساتھ ہی ساتھ شادی بیاہ کے موقعوں پر قبیح رسوم سے باز رہنے کو کہا:

مسڑے کړے تینټ بهها
اود پټ کبو اے خاص و عام
لب تفِک او گیشترا
انټیکه الکنو مسترا
ای ام الیوه الپرا
چابو عقل تن مس خام
هندا نفع چا گنده اے
حیا خواجه نه شرمنده اے
اے رب تعالیٰ مهربان
ایت پناه نی دا آفتان!

ترجمہ:۔ جس نے اپنی لڑکی کو بیچا اس پر خاص و عام لعنت بھیجو وہ (لڑکی کا باپ) ولور کی رقم زیادہ مانگتا ہے۔ کیونکہ اس (لڑکی کا باپ) نے بھی اپنی شادی کے موقع پر ولور دیا تھا۔ اور جو یہ کہے کہ میں بھی ولور ضرور لوں گا اور کسی صورت میں نہیں چھوڑوں گا تو سمجھ لو کہ اس کی عقل خام ہے (اے برادران عزیز) یہ جان لو کہ یہ ''نفع'' خراب ہے کیونکہ اس نفع کا مالک (اپنے ضمیر میں) شرمندہ ہے۔ اے مہربان رب العالمین ان سے ہمیں پناہ دے۔ (آمین)

شادی بیاہ کی قبیح رسوم پر آپ نے جو تنقید کی ہے اس کا مفہوم اس طرح ہے کہ یہ ناجائز فعل ہے کہ مرد اور عورتیں ایک سال مل کر ناچیں اور عورتیں بھڑکیلے لباس پہن کر اپنے حسن کی نمائش کریں۔ جب انہوں نے اس طرح کیا تو سمجھ لو کہ انہوں نے اپنی آخرت کو تباہ و برباد کر ڈالا اور اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالیا۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہمارا یہ فعل برا ہے۔ قیامت کے دن ہم شرمندہ ہو جائیں گے۔ آپ کی وفات 1325ھ 1907ء میں ہوئی۔

حاجی عبدالمجید چوتوئی

حاجی عبدالمجید چوتوئی فرزند مولانا نبو جان مستونگ کے قریب چوتو میں 1297ھ 1876ء میں پیدا ہوئے اس لیے چوتوئی مشہور ہوئے۔

آپ کی تصنیف ''مفرح القلوب'' آپ کے اشعار کا مجموعہ ہے اور براہوئی زبان کی وہ پہلی کتاب ہے جسے ایک ادبی تصنیف کہا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب اردو اور فارسی دواوین کے طرز پر حروف تہجی کی رعایت سے مرتب ہوئی ہے اور پہلی بار 1334ھ 1916ء میں شائع ہوئی۔ اس میں کل اشعار 580 ہیں۔

اس کتاب کا بہترین باب وہ ہے جس میں ''نیم ملا'' کی کمزوریاں بیان کی گئی ہیں:

نیم ملا تے اف شریعتان خبر

او نوشتہ کیک کسب و ہنر

ترجمہ:۔نیم ملاؤں کوشریعت کی کوئی خبرنہیں ہے۔انہوں نے علم صرف اپنا پیٹ پالنے کے لیے حاصل کیا ہے(اوراس طرح سے تعلیم کا اصل مقصد فوت ہوتا ہے)

نے خدا علم تس عمل کر باصفا
خوش مریر نیان خدا مصطفیٰ ؐ
علم رسینگا نسبتان وارثی
نی گڑا مر دہنکہ سنگ فارسی

ترجمہ:۔ خدانے تجھے علم کے زیور سے آراستہ کیا اس لیے تو اچھے عمل کرتا کہ خدا تعالیٰ جل شانہ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے راضی ہو جائیں۔علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وراثت میں ملا ہے۔اس لیے تو سنگ پارس کی طرح بن جا(تا کہ لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے ہی سے ان کو کندن بنالے)

ہم غزانا مونے نیتو خنپرہ
نی غزاغا نفسنا مردس سلہ

ترجمہ:۔ اے نیم ملا میں تیرے چہرے پر جہاد کے آثار نہیں دیکھتا ہوں اگر تو مرد میدان ہے تو سب سے پہلے اپنے نفس سے جہاد کر۔

''تحفۃ الخلیل''،''شمعۃ القلوب''،''شعلۃ العشاق''،''جوش حبیب''،''شہد وشفا''اور ''درالمجید'' آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔موخر الذکر میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش، انسان کا مرنا،اور روح کا آسمان کی طرف جانا،قبر کے حالات،قیامت کے وقت صور پھونکنے کا حال پھر مردوں کا زندہ ہونا وغیرہ درج ہے۔یہ کتاب پہلی مرتبہ 1327ھ 1909ء میں شائع ہوئی۔

''جوش حبیب'' کے اشعار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں دل کی گہرائیوں سے نکلے ہیں۔ اس کی اشاعت 12 شوال 1357ھ 1937ء میں ہوئی۔ ''گلزار یوسف'' کے خاتمے پر آپ کی جو غزل درج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ اور دوبارہ جمال جہان آرا سے مشرف ہونے کے متمنی تھے۔

''تحفۃ الخلیل'' (منظوم) اس میں حضرت ابراہیمؑ کا احوال درج ہے۔ یہ کتاب غالباً 1948ء میں چھپی۔ ''شمعۃ القلوب'' جو نثر میں ہے اب تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ اس کا پورا نام شمعۃ القلوب لاحراق الذنوب ہے۔ اس میں سال بھر کے خطبات درج ہیں۔ کل صفحات دوسو ہیں۔ یہ نسخہ غالباً 1937ء کا ہے۔ آپ کی ایک کتاب ''شملۃ العشاق'' جس میں زلیخا کا قصہ بیان ہے۔ اب تک شائع نہیں ہوئی ہے۔

غیرت الاسلام: (منظوم): یعنی جنگ نامہ محمد حنفیہ حصہ اول بھی آپ کی تصنیف ہے۔ کتاب کی ابتدا میں حمد ہے۔ پھر نعت رسول مقبولؐ، معراج کا ذکر، خلفائے راشدین کی شان میں منقبت، قصیدہ خان قلات اور سرفروشان اسلام کے کارناموں کا ذکر ہے۔ صفحہ 52 سے قصہ محمد حنیف کی ابتدا ہوتی ہے۔ آپ کا انتقال 1938ء میں ہوا اور چوتو (مستونگ) میں مدفون ہوئے۔

حضرت علامہ محمد عمر دین پوری

مولانا محمد عمر دین پوری 1882ء میں مستونگ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی زندگی کے ایام بھیڑ بکریاں چرانے میں صرف کئے۔ اس کے باوجود پندرہ برس کی عمر میں مولانا ڈاہی کی شاگردی میں کلام پاک ختم کیا۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے مولانا عبد الغفور ہمایونی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور تین برس کے عرصے میں کتب متداولہ کی

تحصیل سے فارغ ہوئے۔اس وقت ڈھاڈر (قلات) میں قصبہ درخان کا مدرسہ مشہور تھا اور بلوچستان میں براہوئی تعلیم کا واحد ادارہ تھا۔آپ نے یہاں مولانا محمد فاضل کے چچازاد بھائی اور شاگرد مولانا عبدالحئی کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا۔

دین پوری براہوئی زبان کے سب سے بڑے شاعر اور کثیر التصانیف مصنف گزرے ہیں۔آپ نے براہوئی زبان میں اڑتالیس کتابیں تصنیف وتالیف کیں۔آپ کی سب سے زیادہ مقبول کتاب ''سودائے خام'' ہے۔

نثری ادب میں آپ کی سب سے پہلی کتاب ''ترجمہ قرآن مجید'' 1916ء میں چھپی۔اس کے بعد'' آئینہ قیامت'' بڑی اہمیت رکھتی ہے۔اس میں کوئٹہ کے 1935ء کے زلزلے کا تفصیل سے بیان ہے۔آپ کی چند ایک کتابیں حسب ذیل ہیں۔

تنبیہ الغافلین: کل صفحات 16 ہیں۔ یہ کتاب 1355ھ 1936ء میں شائع ہوئی ہے۔اشعار میں دین سے غافل لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے۔(1)

اصل الایمان: یہ رسالہ 16 صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں اسلام کے پانچ ارکان پر روشنی ڈالی گئی ہے۔سن طباعت 1355ھ ہے۔(2)

فی الفراق: یہ رسالہ 32 صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں حمد'نعت'26 غزلیں وغیرہ ہیں۔سن طباعت 1355ھ ہے۔(3)

جہالت بانو: یہ کتاب تمثیلی انداز میں ہے۔جملہ صفحات 34 ہیں۔اس میں جہالت کو زوجہ ابلیس قرار دیا گیا ہے۔سن اشاعت 1357ھ ہے۔(4)

وبیص الطیب فی الذکر حبیب: اس کتاب کی ضخامت 194 صفحات ہے۔ اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ منظوم درج ہیں۔سن اشاعت 1352ھ ہے۔(5)

ترجمہ کریما: کریما کا یہ براہوئی منظوم ترجمہ 1319ھ (1901ء) میں شائع ہوا۔

یہ ترجمہ 20 صفحات پر مشتمل ہے۔

نام حق: (منظوم) نام حق کا اصل نسخہ فارسی 693ھ میں مکمل ہوا۔ پنج کتاب میں شامل ہے۔ موجودہ براہوئی ترجمہ دین پوری نے 1319ھ میں شائع کیا۔ ضخامت 24 صفحات ہے۔ ترجمہ 18 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد دین پوری نے ''مناجات'' بدرگاہ قاضی الحاجات لکھی ہے۔

تعلیم الاسلام: حمد اور نعت کے بعد اسلامی تعلیمات سوال جواب کی صورت میں بیان ہیں۔ یہ نسخہ 17 محرم الحرام 1319ھ کو مکمل ہوا۔ کل صفحات 80 ہیں۔

نصیحت نامہ (منظوم): اس نصیحت نامے کے کل صفحات 66 ہیں۔ نصائح کے علاوہ اس میں نعت اور منقبت خلفائے راشدین بھی بیان ہیں۔ سن اشاعت 1319ھ ہے۔

ترجمہ ایاز فرائض: ضخامت 24 صفحات ہے۔ اس میں وضو، تیمم، غسل وغیرہ کا بیان ہے۔ سن اشاعت 1319ھ ہے۔

حفظ الایمان: یہ کتاب بڑے سائز کے 128 صفحات پر مشتمل ہے۔ تمہیدی اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب مولوی خرم علی کی کسی کتاب کا منظوم ترجمہ ہے جو 1332ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوا۔

سودائے خام: یہ کتاب غزلیات پر مشتمل ہے۔ کل صفحات 126 ہیں۔ پہلی مرتبہ یہ کتاب 1334ھ میں شائع ہوئی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن 1355ھ میں شائع ہوا۔

مشتاق مدینہ: اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول دین پوری نے لکھا ہے۔ اس کی ضخامت 40 صفحات ہے اور اس میں 50 غزلیں، مولود شریف، نعت وغیرہ ہیں۔ حصہ دوم مولانا عبدالکریم مینگل کی 10 غزلوں، مولود، نعت، مناجات وغیرہ پر مشتمل ہے۔

داستان ورنائی: یہ ایک طویل نظم ہے جس میں جوانی غفلت شعاری کا بیان ہے۔ نیز

شیب وشباب کا مقالہ کیا گیا ہے۔سن طباعت 1355ھ ہے۔

اشتہار حسرت اظہار: حضرت مولانا محمد فاضل درخانی کی وفات حسرت آیات پر اظہار غم سے متعلق یہ کتابچہ تحریر ہے۔سن طباعت 1355ھ ہے۔

رسالہ دینیات حصہ اول ودوم: پہلے حصے کی ضخامت 32 اور دوسرے کی 40 صفحات ہے۔پہلی مرتبہ 1937ء میں شائع ہوا۔دینی عقائد سوالاً جواباً بیان کئے گئے ہیں۔

قاعدہ براہویہ: اس قاعدے کے کل صفحات 24 ہیں۔سن اشاعت 1352ھ الغایت 1933ء ہے۔

داستان ابلیس: اس کتاب میں ایک بزرگ اور ابلیس کے درمیان مکالمہ تمثیلی انداز میں بیان ہے۔یہ کتاب 12 شوال 1357ھ کو مکمل ہوئی اور 1358ھ 1939ء میں شائع ہوئی۔کل صفحات 64 ہیں۔

مثال حال: اس کی ضخامت 46 صفحات ہے۔یہ کتاب 1341ھ (1922ء) میں شائع ہوئی۔اس میں عام دینی امور کی وضاحت کی گئی ہے۔

تحفۃ الامراء: اس کتاب کے کل صفحا 56 ہیں۔سن اشاعت 1341ھ (1922ء) ہے۔کتاب اس باسمی ہے۔یعنی اس میں طبقہ امراء کو قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کے دینی فرائض سے آگاہ کیا گیا ہے۔

بچوا: امام غزالیؒ کے ایک رسالے کا یہ براہوئی ترجمہ 1355ھ 1936ء میں شائع ہوا۔

ترجمہ قرآن مجید: قرآن مجید کا یہ براہوئی ترجمہ 1334ھ 1916ء میں شائع ہوا۔آج کل نایاب ہے۔کل صفحات 1438 ہیں۔

ثبوت العجاب بالدلائل والانتصاب حصہ اوّل: 122 صفحات کی یہ کتاب 1355ھ

(1936ء) میں شائع ہوئی۔اس میں پردہ کے متعلق دلائل قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں۔

مخ العبادہ : کتاب کے کل صفحات 112 ہیں۔ابتداء کے 16 صفحات نثر میں ہیں۔پہلی مرتبہ یہ کتاب 1355ھ (1936ء) میں شائع ہوئی۔اس میں دعا کی قبولیت کے متعلق قرآن واحادیث کے حوالے دیے گئے ہیں۔

آئینہ قیامت: کوئٹہ کے 1935ء کے زلزلے سے متعلق یہ کتاب 1355ھ (1936ء) میں شائع ہوئی۔کل صفحات 112 صفحات ہے۔

ہدایت المستورات: جملہ صفحات 32 ہیں۔اس میں صنف نازک کے لیے دینی ہدایات درج ہیں سن طباعت 1341ھ (1922ء) ہے۔

اعلان واجب البیان نمبر1: 8 صفحات کا یہ کتابچہ غالباً 1921ء میں شائع ہوا ہے۔اس میں قرآن شریف اور احادیث نبوی کے مطالعے کے لیے کہا گیا ہے۔

ملاارانا: یہ نثری کتاب علامہ نے 1348ھ میں لکھی۔اس کتاب میں پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ جب مریض کے چہرے پر اس قسم کے حالات ظاہر ہونے لگیں تو سمجھ لیں کہ وہ مرنے کے قریب ہے۔اس کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ جب روح قبض ہو تو لواحقین کو کیا کرنا چاہیے۔اس کے بعد مختلف ابواب میں میت کے غسل، کفن ودفن وغیرہ کے طریقے، نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ اور نماز جنازہ کے مختلف مسائل، جنازہ اٹھانے کی ترکیب، تعزیت کے آداب، اسقاط غرض دین کے بے شمار مسائل، نکاح کے طریقے مختلف فقہی کتب سے بیان کیے گئے ہیں۔اور ہر مسئلے کے آخر میں فقہی کتب کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔

الحق: یہ دینی ماہوار رسالہ بیوہ ام شریف وام حنیف (علی الرغم مراد خاتون و ہزار ناز) کے نام سے 1343ھ میں جاری کیا گیا۔

دافع الوسواس: جملہ صفحات 56 ہیں۔اس میں شرعی احکامات کی صراحت کی گئی ہے۔ سن طباعت 1343ھ ہے۔

مفتاح القرآن: قرآن مجید کے انتیسویں پارے میں تفسیر ہے۔کل صفحات 184 صفحات ہیں۔سن طباعت 1343ھ ہے۔

تفسیر پارہ تیس: تیسویں پارہ کی یہ تفسیر 1347ھ میں شائع ہوئی۔ جملہ صفحات 230 ہیں۔

ہدایت قادریہ: 40 صفحات کی اس کتاب میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ہدایات کو عام فہم زبان میں پیش کیا گیا ہے۔سن طباعت 1365ھ ہے۔

شرح اصول ستہ: کتاب اسم بامسمیٰ ہے۔ جملہ صفحات 128 ہیں۔اس کی اشاعت 1265ھ ہوئی۔

مجموعہ ضبط: اس کتاب میں سال بھر کے خطبات جمع ہیں۔

نمونہ کلام علامہ دین پوری

ایک غزل کے چند اشعار:

(1) عاشق ای محبوب اریٹ نازیبائنگا مون نا

(2) مشک نا در نا سرمہ ارتو ماخن تا کنا

ترجمہ:

(1) اے محبوب میں تیرے حسین چہرے کا عاشق ہوں۔

(2) تیرے در کی مٹی میری دونوں آنکھوں کا سرمہ ہے۔

(یعنی جب تیرے فراق میں آنسو بہا کر نور بصیرت کھو دیتا ہوں تو تیرے در کی مٹی

بطور سرمہ استعمال کر کے شفا پاتا ہوں)

(1) عاشق خوار خرابو است کبابو ای اریٹ

(2) اسے دمس نی توش کنتو کاہے زہیری است نا

ترجمہ

(1) میں ایک تباہ حال عاشق ہوں میرا دل (جل بھن کر) کباب ہے۔

(2) ایک دم کے لیے میرے پاس بیٹھو تا کہ میرے دل کا اشتیاق ختم ہو جائے۔

(1) اے کس اس کہ نے کرینے درست جانے انت کیک

(2) مالو اسبابے ارا نا اہل عیالے سہ کنا

ترجمہ:

(1) جو تیری حقیقت کو پا گیا وہ اپنے سے بے خود ہو گیا۔

(2) میری جان وہ مال واسباب اہل وعیال کو کیا جانے۔

(1) ای اسیوار ناخنگ تو نا حیران مسنٹ

(2) انت حال اینا کے او چندوار مونے ناخنا

ترجمہ:

(1) میں تو ایک ہی دفعہ تیرا جمال دیکھ کر حیران ہوا۔

(2) ان کا کیا حال ہوگا جو تجھے گھڑی گھڑی دیکھتے ہیں۔

(1) ہر کس اس خاچوک تینا سیر نگاتغ ٹی ارے

(2) درست نن ای کیوافریاد پارغادوستانا

ترجمہ:

(1) لوگ میٹھی نیند سو رہے ہیں۔

(2) لیکن میں رات بھر کوئے یار کی طرف منہ کر کے آہ وفغان کرتا ہوں۔

(1) عیش عشرتا تے الاٹ دا دنیا نا سربسر

(2) دوبفک انا کنے پا انتے مقصد استنا

ترجمہ:

(1) میں نے دنیا کے تمام عیش وعشرت تیرے لیے ترک کر دیئے۔

(2) لیکن پھر بھی مقصد دلی حاصل نہیں ہوتا ہے۔

ایک اور غزل کے چند شعر:

محبوب جانی نازٹ بروکا
درڈ و غماتا زیادہ کروکا
داغے جدائی نا تخچہ کنے ءَ
کپہ کنے خوار ہمستا نیاما

ترجمہ:

اے نازو ادا سے آنے والے محبوب
غم و الم کو زیادہ کرنے والے
میرے سینے میں فراق کا داغ نہ رکھ
مجھے ہم عصروں میں ذلیل و خوار نہ کر

ترجمہ: اے نازوادا سے آنے والے محبوب
غم والم کو زیادہ کرنے والا
میرے سونے میں فراق کا داغ نہ رکھ
مجھے ہم عصروں میں ذلیل وخوار نہ کر

(1) پینتان خن تے تینو تفینس

(2) بینگ کنگان فارغ کرینس

ترجمہ:

(1) جب سے تجھے دیکھا ہے تو تو نے) میری آنکھیں دوسروں کی طرف سے بند کر دی ہیں۔

(2) کھانے پینے اور پوشاک پہننے سے بے نیاز کر دیا ہے (عاشق کو محبوب کے سوا کچھ نہیں سوجھتا ہے)

براہوئی کا یہ عظیم اور خوش کلام شاعر جمادی الاول 1368ھ 1948ء میں نڑ بینٹ مولہ جھالاوان ضلع قلات میں فوت ہوا اور وہیں دفن ہوا۔

بلّو شاعر

بلّو شاعر کلی بڑو احمد وال ضلع چاغی کے رہنے والے تھے۔ بدیہ گو شاعر تھے۔ ان کا جسم لاغر، لمبا قد اور داڑھی کچیلی سی تھی۔ ان کی صرف ایک طویل نظم بطرز مثنوی ہمیں ملی ہیں۔ اس مثنوی میں ضلع چاغی کی ''ماہ گل'' کی داستان ہے۔ یہ نظم اس قدر مقبول ہوگئی ہے کہ ساربان راتوں کو اونٹوں پر سوار ہو کر اس کو خوش الحانی سے پڑھتے۔ کسان کھیتوں کو جاتے ہوئے اس کو گنگناتے، کئی آدمیوں نے اس دلچسپ نظم کو اول تا آخر ازبر کر لیا تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس منظوم داستان کے شائق کم ہوتے گئے۔

اس مثنوی کی ہیروئن کے متعلق سردست اس قدر معلوم ہے کہ وہ اٹھارویں صدی کے ربع اول میں ضلع چاغی میں پیدا ہوئی۔ انتہائی حسین ہونے کی وجہ سے والدین نے اس کا نام پری رکھا لیکن وہ ''ماہ گل'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ ہر جگہ اس کے حسن و جمال کا چرچا

ہونے لگا۔

ابھی وہ بلوغت کو پہنچی ہی تھی کہ کئی رئیس اور معتبر رشتہ مانگنے کیلئے آئے لیکن ناامید ہوکر واپس چلے گئے۔ آخر کار وہاں کے ایک متمول شخص نبی بخش تراسی زئی نے اپنا پیغام بھیجا۔ دوسروں کی طرح اسے بھی کھرا سا جواب مل گیا' لیکن وہ خاموش نہیں بیٹھا' بلکہ قاصد روانہ کرتا رہا۔ آخر اس کی دلی مراد پوری ہوئی اور اس کی شادی ماہ گل سے ہوگئی۔ نبی بخش سو سے زائد بھیڑوں کا مالک تھا۔ یہ واقعہ آج سے سو سال پہلے کا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک صدی پیشتر جو شخص اس قدر بھیڑوں کا مالک تھا یقیناً اس کا شمار بلوچستان کے صف اول کے امراء میں ہوتا ہوگا۔ غرض شادی کے بعد میاں بیوی آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔

گھر میں ہر قسم کی آسائشیں موجود تھیں۔ خاوند جھگڑالو نہیں تھا۔ بیوی فرمانبردار تھی۔ اس لیے کبھی تلخ کلامی کی نوبت ہی نہیں آئی۔ نبی بخش نے ماہ گل کی آسائشیں کے لیے گھر میں ایک نوکر رکھنے کا بندوبست کیا لیکن ماہ گل نے خاوند سے یہ کہہ کر اسے نوکر رکھنے سے منع کر دیا کہ میں خود گھر کا کام کاج کروں گی۔ غرض وہ صبح صادق سے پہلے اٹھ کر آٹا پیستی۔ ابھی سورج نہیں چڑھا ہوتا تھا کہ مشکیزہ لے کر ندی پر پانی بھرنے جاتی۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند تھی۔ اپنے ہمسایوں کا خیال رکھتی۔ انہیں جن چیزوں کی ضرورت ہوتی، ماہ گل بغیر کسی حیل و حجت کے ان کو دے دیتی۔ غرض ایک با اخلاق اور وفا شعار عورت میں جو جملہ اوصاف ہونے چاہئیں' ماہ گل ان سے متصف تھی۔

شادی کے بعد کئی سال بعد کا ذکر ہے اس وقت ماہ گل دو بچوں اور ایک بچی کی ماں تھی۔ ایک دفعہ خاوند نے اس سے کہہ دیا کہ مجھے غسل کرنا ہے چونکہ آج نسبتاً سردی ہے اس لیے غسل کا پانی گرم کر دو۔ ان کے اپنے گھر میں جس قدر دیگیں تھی وہ دودھ سے بھری ہوئی تھیں۔ اس لیے ماہ گل ہمسائی سے ایک دیگ لائی اور اس میں پانی گرم کیا۔ ان دنوں صابن

کی بجائے چکنی مٹی سے غسل کیا جاتا تھا۔ ماہ گل نے چکنی مٹی اور تیل ملا کر رکھ دیا۔ خاوند نے اس پر اعتراض کیا اور کہنے لگا کہ تم نے کم قیمت چکنی مٹی میں اس قدر زیادہ تیل کیوں ڈالا ہے۔ یہ تو کفایت شعاری نہیں ہے اور اگر اسی طرح ہوتا رہا تو وہ دن دور نہیں کہ میری تمام بھیڑیں تیری فضول خرچی کی نذر ہو جائیں گی اور میں قلاش ہو کر در در کی ٹھوکریں کھاتا پھروں گا۔ اس تلخ کلامی سے ماہ گل کا دل بھر آیا۔ ویسے بھی عورت حساس طبیعت ہوتی ہے۔ اس کی آنکھوں سے اشک رواں ہوئے۔ غم غلط کرنے کے لیے مشکیزہ اٹھا کر پانی بھرنے گئی تو راہ میں ایک پڑوسن ملی اس نے رونے کی وجہ پوچھی۔ ماہ گل نے سب کچھ بتا دیا۔ پڑوسن کہنے لگی کہ تیرے شوہر کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ایک حسین و جمیل وفا شعار عورت اس کی بیوی بننا پسند کر گئی ورنہ اس بدصورت دیو کے ساتھ کون شادی کرتی۔

غرض پڑوسن نے ماہ گل کے کان اس کے شوہر کے خلاف بھر دیے۔ پھر اس سے یہ کہہ دیا کہ اس خاوند سے طلاق لے کر شیر جان رخشانی سے شادی کر لو۔ جو بہادر، قوی اور جری ہے اور خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ دولت مند اور سخی بھی ہے۔ اس سے شادی کر کے تمہاری بقایا زندگی آرام سے بسر ہو گی۔ نبی بخش نے نہ معلوم ماہ گل کو حاصل کرنے کے لیے کتنی منتیں مانی تھیں اور اب بھلا طلاق کہاں دیتا تھا۔

قصہ مختصر پڑوسن کے ذریعے شیر جان اور ماہ گل کی ملاقاتیں ہونے لگیں۔ نبی بخش کے چوپان کے کان میں بھنک پڑ جاتی ہے۔ نمک خوار ہونے کی وجہ سے آقا سے ذکر کرتا ہے۔ لیکن آقا اس کی باتوں کی طرف توجہ ہی نہیں دیتا۔ کیونکہ اسے پختہ یقین ہوتا ہے کہ ماہ گل سے ایسی حرکات سرزد نہیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس کے بعد تین چار دفعہ پھر چوپان اس سے کہہ دیتا ہے۔ آخر ایک دن نبی بخش صبح سویرے اٹھ کر اپنی بندوق صاف کر کے ماہ گل سے کہتا ہے کہ آج میں شکار کھیلنے جا رہا ہوں، رات کو گھر نہیں آ سکوں گا، اس لیے میرا انتظار نہ کرنا۔ یہ کہہ کر

روانہ ہوتا ہے اور شیر جان کی جھونپڑی کے سامنے سے گزرتا ہے اور اسے بھی شکار کا بتا دیتا ہے۔لیکن جب اندھیرا ہوتا ہے تو نبی بخش چپکے سے آ کر اپنی جھونپڑی میں سو جاتا ہے اور نیند کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا۔رات کا ایک حصہ گزرنے کے بعد سے شیر جان بغیر کسی خوف و خطر کے پہنچ جاتا ہے۔ماہ گل اسے دور سے دیکھتی ہے تو بچے کو دودھ پلانے کے بہانے اٹھ کر اس کی طرف ایک پتھر پھینک دیتی ہے کہ خطرہ ہے نزدیک نہ آنا لیکن وہ مطلب نہیں سمجھتا اور راہ فرار اختیار کرنے کی بجائے اندر آنے لگتا ہے۔

ادھر نبی بخش اٹھ کر بندوق داغ دیتا ہے اور ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیتا ہے اور علی الصبح تلوار سے ماہ گل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔

اس مثنوی کی ابتداء میں حمد باری تعالیٰ ہے پھر ہیروئن کا تنازعہ' شیر جان کا معاشقہ' شیر جان اور ماہ گل کے قتل کا واقعہ وغیرہ کا بیان ہے۔

عشق و محبت کی داستان کے ساتھ ساتھ شاعر نے ماں کی مامتا کا ذکر بھی کیا ہے۔ ماہ گل قتل کی جارہی ہے۔موت کا بھیانک منظر اس کی آنکھوں کے سامنے ہے لیکن اس وقت بھی وہ اپنے بچوں کو فراموش نہیں کرتی ہے۔ساس سے کہتی ہے کہ میرے مرنے کے بعد ان کی نگہداشت اچھی طرح سے کرنا۔

سلیس تاتہ ءِ تینا توار کرے
تاتہ چنا تہ نی غورے کیس
تکی نا چنڈائے دا خوس ارے

ترجمہ: کھڑی ہو کر اپنی ساس سے کہا (میں تو قتل کی جارہی ہوں لیکن میرے بعد) میرے بچوں کی اچھی طرح سے دیکھ بھال کرنا ان کے کھانے کے لیے میں نے کچھ رکھ چھوڑا ہے۔

اس مثنوی میں قدیم براہوئی ثقافت کی بھی جھلکیاں ہیں۔ ماہ گل جس جھونپڑی میں رہتی تھی وہ بہت ہی فراخ اور مزین تھی۔

1۔ سی گز ء گدان تو گندارہ مرے

2۔ کہ پل و لاڑو و چوٹل مرے

3۔ وٹ تا تفوک غرٹ ارے

4۔ او چوٹل تا زیادہ کچک اٹ ارے

5۔ نشحہ ای زیادہ خوارٹ ارے

6۔ مڈی تا سینہ غائے سواروک ارے

ترجمہ:

(1) جھونپڑی کا احاطہ تیس گز ہے اور اس میں نو ارواڑ ہیں۔

(2) جو پھل لاڑو اور چوٹل سے مزین ہے۔ (یہ کشیدہ کاری کی اقسام ہیں)

(3) اسکے کنارے کوڑیوں سے مزین ہے

(4) نقش ونگار سیپوں سے ہے

(5) اور موتیوں سے سجی ہوئی ہے

(6) بستر کافی ہیں جو قد آدم تک رکھے ہوئے ہیں

اس مثنوی میں جا بجا حکمت کے جواہر پارے بھی ملتے ہیں:

نعلت نیستی نا زندائے مرے

نے کے بارُنا پاٹائے برے

دا ساہ آئے دیرے بھروسا ارے

رزق صوب و بیگہ نا سیخا ارے

حوصلہ انسان اے بکار ارے
بے حوصلہ و بے بختی ارے
شریعت اے ہرکس درست، کرے
طریقت تمام سخت ارے

ترجمہ: غربت کے وجود پر لعنت ہو۔ یہ سوکھی لکڑی کے بھی نصیب نہ ہو۔
اس زندگی پر کس کو بھروسہ ہے۔ رزق صبح و شام کے سائے کی طرح ہے (کبھی بڑھتا اور کبھی گھٹتا ہے)
حوصلہ انسان کے کام آسکتا ہے۔ بے صبری بدبختی کی علامت ہے
شریعت کے احکام سے تو ہر ایک واقف ہے لیکن طریقت (کے جملہ احکام) مشکل ہے یعنی طریقت کے اسرار سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

قصہ ''ماہ گل'' میں مثنوی کے جملہ التزامی محاسن موجود ہیں۔ مثنوی اور روانی سلاست لازم و ملزوم ہیں۔ اس مثنوی کی زبان بھی رواں و سلیس ہے۔ شاعر نے آخر تک زبان کی صفائی و سلاست کو برقرار رکھا ہے۔ واقعہ نگاری اور جذبات نگاری وغیرہ اچھی ہیں۔ واقعات کو جس طرح سے منظم کیا گیا ہے اس سے واقعہ کی صحیح تصویر نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔ غرض مثنوی کے جملہ اوصاف اس منظوم داستان میں موجود ہیں اور یہ منظوم داستان براہوئی کلاسیکل ادب کا شاہکار ہے۔

بشام

اٹھارویں صدی عیسوی میں براہوئی کا ایک مشہور شاعر شاہ کریم گزرا ہے۔ یہ شاہ کریم نوشکی کے مینگل قبیلہ سے وابستہ تھا۔ بلوچستان کے دیگر شعراء کی طرح اس شاعر کا کلام

بھی منضبط نہ ہونے کی وجہ سے محفوظ نہیں رہا ہے۔ شاہ کریم کا آبائی پیشہ شاعری تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کے فرزند بشام مینگل قبیلہ کا قومی شاعر ہوا۔ انیسویں صدی عیسوی میں برصغیر میں انگریزوں نے ظلم و استبداد کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ انگریز ملک پر ملک فتح کرتے جا رہے تھے۔ وہ بلوچستان میں بھی پہنچ گئے۔ یہاں کے باشندوں نے ہر محاذ پر ان کا مقابلہ کیا۔ مینگل قبیلہ لڑائی میں پیش پیش تھا۔ نومبر 1839ء میں انگریزوں سے جھڑپ میں اس قبیلے کے ایک سردار میر ولی محمد شہید ہو گئے۔ اگرچہ میر ولی محمد کا تعلق وڈھ کے علاقے سے تھا تاہم نوشکی کے مینگل اس عظیم سانحہ پر بھڑک اٹھے۔ بشام نے ایسے نازک موقع پر ایک قومی ہیرو کا کردار ادا کیا اور اپنے رزمیہ اشعار سے مینگلوں کو جوش دلا کر انگریزوں کے مقابلے میں لا کھڑا کیا۔

بشام عموماً فی البدیہ اشعار کہا کرتا تھے۔ لیکن جب تک بلبل نامی رباب انکے ہمراہ نہیں ہوتا تھا۔ اس وقت تک وہ شعر نہیں کہہ سکتے تھے۔ بلبل کے تاروں کے سر ملا کر بشام بے خود ہو جاتے اور اس بے خودی کے عالم میں اشعار کہتے چلے جاتے تھے۔

نوشکی میں ایک امیر زادہ سخی نام کا تھا اور اس کا اکلوتا بیٹا باران تھا۔ ایک دن شعر و شاعری کی محفل گرم تھی۔ بشام اپنے اشعار سے لوگوں کے دل بہلا رہے تھے کہ اچانک باران نے مزاحیہ انداز میں کہا کہ تمہیں تو میرے آبا و اجداد کے شاندار کارنامے معلوم ہیں اور میں بھی ان کے نقش قدیم پر چلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس لیے تم میرے موافق چند ابیات کہو۔ بشام گویا ہوا:

(1) بلبل سروز رباب اے

(2) بشام نااست دریابے

(3) شعرے ہتیک ملانک

(4) شرشے حسن رماغک

(5) باران سخی نا مارے

(6) خوش رنگ و زیب دارے

(7) پالؔ سنجر نا اوارے

ترجمہ:۔

(1) میرے ''رباب کا نام بلبل ہے (2) بشام کا دل تو سمندر کی طرح وسیع ہے۔ (3) یہ اشعار فرشتے غیب سے لاتے ہیں۔ (4) حضرت شے حسنؒ مجھے ان کی تعلیم دیتے ہیں (5) باران ''سخی'' کا فرزند جگر بند ہے۔ (6) خوبصورت اور حسین ہے۔ (7) اس کی ماں سنجر خاندان سے تعلق رکھتی ہے باران نے اسی کا دودھ پیا ہے۔

ریکی

ضلع چاغی ایک مردم خیز سرزمین ہے۔ اس کے ایک عظیم شاعر بلو نے براہوئی زبان کی سب سے پہلی مثنوی ''ماہ گل'' کے اشعار منظم کر کے براہوئی شعری ادب کے ایک بہت بڑے خلا کو پر کیا۔ بشام، تیمور اور رحیم داد جیسے شاعروں کی ولادت یہیں ہوئی۔ براہوئی زبان کے عظیم رزمیہ گو شاعر ریکی کی پیدائش بھی یہیں ہوئی۔ بچپن کھیل کود اور ریوڑ چرانے میں بسر ہوا۔ صبح سویرے ریوڑ لے جاتا اور شام کو واپس آجاتا۔ صبح کا حسین منظر، ریت کے ٹیلوں کی اوٹ سے سورج کی شعاؤں کا چھن چھن کر نکلنا، صاف وشفاف پانی کا خاموشی سے بہنا، ایک طرف پرندوں کی دلکش آوازیں، دوسری طرف بھیڑوں کا بروں کی یاد میں ''بھیں بھیں'' کرنا۔ ایسے مناظر دیکھ کر حساس طبیعت کے تار خود بخود بجنے لگتے ہیں اور انسان مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ بھی ان کا ہمنوا بن جائے۔ ایسے ماحول نے ریکی پر اثر کرنا شروع کر دیا۔ ان

کی طبیعت شاعری کی طرف مائل ہونے لگی۔ لیکن طبیعت میں انفعالیت حد درجہ تک تھی اس لیے دوسروں کے سامنے اشعار کہنے سے شرم محسوس کرتے تھے۔ آخر کب تک کُنج خلوت میں رہتے۔ طبیعت نے مجبور کیا اور قومی حمیت نے للکارا تو انہوں نے بغیر خوف وخطر کے انگریزوں کے خلاف اشعار کہہ کر قوم کو یک جا کرنا شروع کر دیا۔ عظیم خان قلات میر نصیر خان ولی کی روح اقدس کو امداد کے لیے پکارا۔ وہ میر نصیر خان جن کی شمشیر آبدار نے عین اس وقت اپنی توانائی دکھائی جب پانی پت کے میدان میں احمد شاہ ابدالی کے سپاہی پسپا ہو رہے تھے۔ وہ میر نصیر خان ولی جنہیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ایک قومی ہیرو قرار دیتے ہوئے مرہٹوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے لکھا تھا۔ وہ میر نصیر خان ولی جن کی تلوار نے خالصہ فوج کی کمر توڑ دی تھی۔ انیسویں صدی میں صرف قلات ہی نہیں بلکہ برصغیر میں انگریزوں نے ظلم واستبداد کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ادھر میر نصیر خان ولی کی روح قلات کے لیے تڑپ رہی تھی، ادھر ریکی پکار رہا تھا:

وختے نصیر خان ولی برے
ہُکی نیامان تره کرے
اینو ننے دے دیگرے
پگہ ننے وارس برے
شاباش کبو دا مینگل اے
باز اشتر و سیاہ جنگل اے

ترجمہ: نصیر خان ولی (امداد کا) وقت ہے
گھوڑا میدان کارزار سے بدک گیا
آج عصر کا وقت ہے

(شاید) کل ہمیں موقع ملے .

آفرین ہے مینگلوں پر

جواونٹوں اور بہادروں کے ہمراہ (آئے ہیں)

ریکی کی ایک طویل براہوئی نظم دستیاب ہوئی ہے۔ جس کے اشعار کی تعداد 58 ہے۔ ان میں کچھ اشعار بلوچی میں بھی ہیں۔ اس نظم کی ابتدا ہی میں شاعر انگریزوں سے متنفر نظر آتا ہے:

ابو خدا انتس کرے
کافر لعین اے مست کرے
نرخ ئے درے او کم کرے
خوارو غریب حیران مرے
شاہی کہ خروار اسکہ
مہمان شرف مسکہ
ایمان ہم درست اسکہ

ترجمہ: (اے مسلمانوں) دیکھ لو قدرت نے کیا کیا
کافر لعین کو ہم پر فوقیت دی
ارزانی کی بجائے مہنگائی کو ہم پر مسلط کیا
غریب و نادار پریشان ہیں
(وہ بھی دور تھا کہ) ایک پائی میں
خروار (غلہ) ملتا تھا۔
مہمان مشرف ہوتا تھا

(اس وقت) ایمان بھی کامل تھا۔

مولوی محمد صدیق پنجگوری

مولوی محمد صدیق پنجگوری ایک عظیم شاعر گزرے ہیں۔ آپ بلوچستان کے علاوہ پنجگور کے باشندے تھے۔ آپ کے والد کا نام ملا روشن تھا۔ آپ کی ایک تصنیف ''ذخیرہ سلیمانی'' موجود ہے۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے جس کو آپ نے 1278ھ میں شروع کر کے 1316ھ میں ختم کیا۔

آپ نے اس کتاب کے شروع میں ''سوال آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ شیطان'' اس کے بعد ''پندنامہ'' شیر محمد قریشی کا لکھا ہوا ''این شرح آفت باالله است'' کو شامل کیا ہے۔ آپ نے فارسی کے مشہور شاعر حضرت شیخ سعدیؒ کی رنگارنگ نگارشات کو بھی شامل کیا ہے۔

آپ نے اپنی کتاب میں فارسی کے مشہور شعر کو منظوم براہوئی کا جامہ پہنایا ہے:

گرمن از باغ تو یک میوہ بچینم چہ شود
پیش پائے بہ چراغ تو بینم چہ شود

براہوئی میں ترجمہ یوں ہے:

گرمن از باغ تو یک میوہ بنوٹ انت مریک
پیش بائے بہ چراغ تو خنوٹ انت مریک

اس کے علاوہ آپ نے شیخ سعدیؒ کی ایک فارسی غزل کو براہوئی میں یوں ادا کیا ہے:

دیدم بہ بستان پری از برگ نازک تری
گفتم کنم بوسہ گری' گفتا اڑی صدقے کیں

گل رنگ بود و گل بدن خرم خرامان در چمن
گفتم تبسم کن بمن گفتا اڑی صدقے کیں

آپ کا دیگر براہوئی کلام اب تک دستیاب نہیں ہوا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب بے شمار خوبیوں کی حامل ہے جسے آپ نے علم وادب کے مرکز سے دور پنجگور، مکران میں آج سے ایک صدی قبل ترتیب دیا۔

ملامزار بدوزئی

ملامزار بدوزئی (بنگلوئی) کی ولادت اسپلینجی میں ہوئی۔ سال ولادت معلوم نہیں ہے۔ براہوئی کے علاوہ آپ فارسی، اردو، بلوچی اور سندھی میں بھی اشعار کہا کرتے تھے۔ آپ کی مشہور نظم "لاٹ کی بگھی" ہے۔ اس کی وجہ سے آپ کو ابدی زندگی حاصل ہوئی۔ اس نظم کے مختلف بند بلوچی، براہوئی، اردو اور سندھی میں ہیں۔

انگریز ایجنٹ گورنر جنرل نے سبی دربار میں سرداروں سے کہا کہ میری بگھی کو ریلوے اسٹیشن تک کھینچ کر لے جاؤ۔ دو سرداروں میر خیر بخش اور صحبت خان نے انکار کیا۔ وڈیرہ نور محمد بنگلوئی حرمین شریف چلے گئے تھے۔ باقی سردار بگھی کو کھینچ کر سٹیشن تک لائے۔

ملامزار براہوئی میں یوں کہتے ہیں:

امیر غوث بخش رئیساڑی نر مزار
شاہوانڑی رشید خان میں نامدار
براہوئی ارین نن ببو جھٹ پٹ
ارین ای ونی تین پتین سیال و مٹ
ہمو کان البوتہ ایتن تہ سٹ

نوا کہ شرف ءِ ننا کیرگٹ
ہمو دے عقل کل نا مس چٹ
کہ چکار بگھی ءِ بیخ چٹ
میاں خان بہرام خان اریر بے مہار
سمندر تفینے مخ ءِ مست یار
ہلمہ کریر ہر مسٹ اسہ وار
کہ ہلبو بگھی ءِ ننا بس وار
سیاہ ریش ورناک عجب زوردار
بگھی نا چکنگ توں کریر دھند وقار
بگھی ٹی اجنٹ میم تون اس وار
عجب ایسر تہ ٹیشن ءَ بے توار
ہے ہے حیا ہمپہ ملکان ہنا
امیک ہتوس تینا شان و پنا
بگھی ءِ چکار اوفتے خلقت خنا
کریر مون مونے تینا قوم نا
ہمیدے کروسر صلاح جنگ نا
حیا ئٹ کہو سُر مروسُر فنا
غزاغان ہلیکتہ عجب رنج و دڑد
غریب آتہ پھلنگ کن اریر شیر مڑد
ہرادے حشر نا عدالت مرو

امیت ءِ کل ءِ خدا مر درو
نصاریٰ تے تون اوفتے سنگت کرو
وتاخ ایتہِ تہٹی سقسر نا کرو

ترجمہ: شاہوانی قبیلہ کے نامور رشید خان (نے) کہا
ہم براہوئی ہیں جلد آؤ
میں اور تم ہم رتبہ اور ہم درجہ ہیں
ادھر سے پکڑوا سے لے جائیں
ایسا نہ ہو کہ ہماری عزت کو انگریز کم کریں
اس روز سب کی عقل چوپٹ ہوگئی
کیونکہ انہوں نے بگھی کو بے تحاشا کھینچا
میاں خان اور بہرام خان کب
خاموش بیٹھنے والے تھے
سمندر خان تو پہلے سے کمر بستہ تھا
تینوں ایک ساتھ لپک پڑے
بگھی کو پکڑو کہ ہماری باری آ گئی
سیاہ داڑھیوں والے شہزور جوانوں نے
بگھی کھینچنے میں برتری دکھائی
اے۔جی۔جی اپنی بیگم کے ہمراہ بگھی میں سوار تھا
عجیب انداز سے سٹیشن تک لے آئے
افسوس صد افسوس حیا ملک سے چلی گئی

BRAHUI ACADEMY

امیروں نے اپنی شان و مرتبے کا پاس نہ رکھا
لوگوں نے انہیں بگھی کھینچتے ہوئے دیکھا
اپنی قوم کی عزت کو بٹہ لگا دیا
اس روز جنگ لڑنے کا مشورہ کرتے
باعزت مر کر سرخ رو ہو جاتے
جہاد سے کوسوں دور بھاگتے ہیں
غریبوں کو لوٹنے میں بڑے بہادر ہیں
جس روز حشر میں عدالت ہوگی
خدا تمام امیروں کو دور رکھے گا
نصاریٰ کے گروہ میں شامل کرے گا
ان کا ٹھکانا دوزخ میں بنائے گا

براہوئی کے اس عظیم شاعر کی وفات 1939ء میں ہوئی اور چتن عالمہ شاہی واہ جھٹ پٹ میں دفن ہوا۔

ملا محمد حسن

ملا محمد حسن کا قیام قلات میں تھا۔ ان کی وفات غالباً 1853ء میں ہوئی۔ ان کی چند ایک براہوئی غزلیں دستیاب ہوئی ہیں۔

ملا محمد حسن براہوئی فارسی ادب کے شناور تھے۔ اس لیے ان کے براہوئی کلام میں فارسیت کا رنگ غالب ہے۔ ایک غزل میں محبوب کو یوں خطاب کرتے ہیں:

او شام نا بروکا استے کنا دریس

احوال ئے بندہ نا حور و پری کہ دیس
قاصد کہ نی کاسہ بیتاتے نی چاسہ
حور و پری اے پاسہ اسہ دم کہ نی بریس

ترجمہ: رات کو آنے والے تم میرا دل بھی ساتھ لے گئے
میرا حال حور و پری سے کہہ دینا
قاصد تم تو میرے حال سے واقف ہو
حور و پری سے کہنا ایک دفعہ آجائے

ایک جگہ بیان کرتے ہیں:

نی ہم بریسہ شام تو
نا انتس نا طعام تو
قدران نا ای ہم اریٹ خبر
ہشتگا کنا جان و جغر
بیگانہ نا اریس خوش خبر
کریس ننے نی در پدر

ترجمہ: تم شام کو جب میرے پاس آؤ گے
اس وقت کھانے کو جو میسر ہوگا (حاضر کروں گا)
میں تمہاری قدر و منزلت سے آشنا ہوں
میری جان اور جگر عشق میں جل بھن گئے
رقیب سے میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہو
مجھے ذلیل و خوار کر دیا

تاج محمد تاجل

براہوئی زبان کا فطری شاعر تاج محمد بنگلزئی 1220ھ (1805ء) میں اس عالم فانی میں آئے اور تقریباً ڈیڑھ سو برس تک اس کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے بعد 1364ھ (1945ء) میں ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہوگئے۔ ان کا تخلص تاجل تھا۔ آخر عمر میں آپ نابینا ہوگئے تھے۔

تاجل کے والد زمیندار تھے اس لیے تاجل نے بھی اپنے ابتدائی ایام زمینداری میں صرف کیے۔ وہ ایک زمیندار کی طرح صبح کو کھیتوں میں جاتا اور شام کو واپس آتا لیکن لوگوں کو کیا معلوم تھا کہ یہ لڑکا زمیندار نہیں بن سکتا ہے' بلکہ فطرت نے اسے کسی اور مقصد کے لیے پیدا کیا ہے۔

تاجل نے ابتداء میں کلام پاک کی کچھ آیات حفظ کرلی تھی اس لیے ان کے جوہر میں لا الہ الا اللہ کارفرما تھا۔ اور وہ صوفی منش شاعر بن گئے۔ اگرچہ ان کے ابتدائی کلام میں مزاح ہے لیکن عمر کا آفات ڈھلنے کے ساتھ ساتھ مزاح کا رنگ کم ہوتا گیا اور تصوف ہلال سے بدر بنتا گیا۔ لیکن پھر بھی آخر عمر میں تاجل کے منہ سے مزاحیہ اشعار نکلتے رہے۔

انگریز نئے نئے یہاں آئے تھے۔ ان کی زبان کے اکثر الفاظ عجیب وغریب معلوم ہوتے تھے۔ براہوئیوں نے ان سے ون ٹوتھری سیکھا آج تک براہوئی بچے جب کھیلتے ہیں تو دوڑ شروع کرنے سے پہلے ون ٹوتھری کہتے ہیں۔ تاجل کو بھی انگریزی زبان کا ایک لفظ پسند آیا وہ تھا ''میڈم'' (Madam) اس کا براہوئی میں تلفظ ''مڈم'' ہے۔ شاعر نے اپنی بیوی کے لیے اس لفظ کا استعمال کیا۔

(1) تاجل کہ فقیرے

(2) تیناڈم کہ زہیرے

ترجمہ:

(1) تاجل تو ایک فقیر ہے (2) اپنی مڈم (میڈم) کو دیکھنے کا مشتاق ہے۔

علامہ اقبال نے ایک جگہ لکھا ہے کہ دعا سے تقدیر نہیں بدل سکتی ہے، ممکن ہے کہ دعا کرنے والا خود بدل جائے۔ تاجل نے بھی اسی انداز سے کہا ہے:

ہر وقت کہ پورا مرے تقدیر
انتس کیک اوڑے پیر و پخیر
ربنا مونٹی اریر کل حقیر

ترجمہ: جب تقدیر پوری ہو جائے۔ تو پیر اور سید کیا کر سکتے ہیں۔ رب کے آگے سب عاجز ہیں۔

تاجل خودی کا پرستار ہے۔ لیکن غرور و تکبر کا دشمن اور اس کے متعلق یوں کہتا ہے:

ٹیٹک کروس انتس دروس
کاٹمے تینا گم گار کروس
دوستاتن بیزار مروس
رتی اے تینا ارفوس

ترجمہ: غرور کرو گے تو کیا لو گے۔ اپنے سر سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ دوستوں سے بیزار ہو جاؤ گے۔ اپنی گدڑی اٹھا کر لے جاؤ گے۔

عبدالکریم مینگل

آپ خواجوزئی شاخ سے تعلق رکھتے تھے کلی کچی بیگ سریاب کوئٹہ میں آپ کا قیام

تھا۔آپ کواللہ تعالیٰ نے بہت ہی پیاری آواز عطا کی تھی۔آپ اپنا کلام ترنم سے پڑھا کرتے تھے۔آپ کا کلام نزاکت فکر وندرت خیال سے مملو ہے۔

آپ کی غزلوں پر دیوان شمس تبریز کا اثر ہے۔''مشتاق مدینہ'' مطبوعہ 1355ھ میں آپ کی دس غزلیں' مولود' نعت' مناجات وغیرہ چھپی ہیں۔

مولوی عبداللہ درخانی

حضرت مولانا محمد فاضل درخانی کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔آپ کی صاحبزادی کے بطن سے جنہیں آپ نے عالم متقی حاجی محمد عظیم درخانی سے بیاہ دیا تھا۔11 محرم الحرام 1298ھ (1881ء) میں ایک زکی و فہیم بچے کی پیدائش ہوئی۔آپ نے اپنے نواسے کے لیے عبداللہ نام تجویز کیا۔آپ کو اس سے بے حد محبت تھی۔اس لیے تعلیم وتربیت کا خود اہتمام فرماتے رہے۔لیکن ابھی مولانا عبداللہ درخانی آپ سے پوری طرح مستفیض نہیں ہوئے تھے کہ آپ نے رحلت فرمائی۔آپ کی رحلت کے وقت مولانا عبداللہ درخانی کی عمر صرف سولہ برس کی تھی۔والدہ ماجدہ کی نیک دعاؤں کے ساتھ آپ تعلیم حاصل کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔شکارپور پہنچ کر وہاں ایک دینی مدرسے میں داخل ہو گئے۔اس مدرسے میں سندھ کے ایک بڑے زمیندار کا لڑکا بھی زیر تعلیم تھا جو اب تک کریما کا درس لیتا تھا۔آپ کے استاد نے آپ سے اس طالب علم کو درس دینے کو کہا آپ اپنے ننھے مُنے شاگرد کو خلوص سے درس دیتے رہے جس کی وجہ سے آپ کے شاگرد کے والدین اس قدر خوش ہوئے کہ انہوں نے آپ کے لیے باقاعدہ عمدہ کھانا بھیجنا شروع کر دیا لیکن آپ یہ نہیں چاہتے تھے کہ شاگرد کے ہاں سے کھانا آیا کرے اس لیے آپ نے ارادہ کیا کہ استاد سے کہہ دوں گا کہ میں اس طالب علم کو درس نہیں دے سکتا۔پھر سکھر کے گاؤں ''بنگ'' تشریف لے گئے۔وہاں مولانا نذر محمد کے

حلقہ تلامذہ میں شامل ہوئے۔ یہ تعلیم کی آخری منزل تھی۔ 1935ء سے 1937ء تک آپ ریاست قلات کے قاضی القضاہ رہے۔ آپ نے کئی ایک کتابیں عربی، فارسی اور براہوئی میں تحریر کی ہیں۔ جن کا مختصر بیان حسب ذیل ہے۔

افازۃ المصلی: یہ کتاب عربی نثر میں ہے۔ اس میں نماز کے جملہ مسائل کا ذکر ہے۔ جو دوسری بار 19 رجب 1350ھ (30 نومبر 1931ء) میں عباسی لیتھو آرٹ پریس کراچی میں چھپی ہے۔ کل صفحات 96 ہیں۔ یہ کتاب بلوچستان میں عربی زبان کی غالباً سب سے پہلی تالیف ہے۔

افازۃ المصلی: عربی نثر کے ساتھ ساتھ فارسی ترجمہ بھی ہے۔ کتاب کی ضخامت 88 صفحات ہے۔ جو پہلی بار سوموار 4 جمادی الثانی 1344ھ (1925ء) میں کوا پریٹو سٹیم پریس، وطن بلڈنگ، لاہور میں چھپی۔

سلسلہ قبلہ چشموی: یہ کتاب فارسی نثر میں ہے۔ اس میں سلسلہ نقشبندی کے بزرگوں کے حالات مبارک درج ہیں۔ کتاب کی افادیت اس وجہ سے بڑھ جاتی ہے کہ اس میں مقامی نقشبندی بزرگان دین کا بھی تذکرہ ہے۔ یہ کتاب 21 صفر 1345ھ (1926ء) میں کریم پریس لاہور میں چھپی۔

سفر حجاز درخانی: یہ کتاب بھی فارسی نثر میں ہے۔ آپ 1352ھ (1933ء) میں پھر 1361ھ (1942ء) میں اپنے سفر حجاز کے واقعات کو قلمبند کیا۔

فتویٰ درخانی: یہ کتاب فارسی نثر میں ہے اور دو جلدوں میں ہے۔ اب تک چھپی نہیں ہے بلکہ مسودہ کی حالت میں ہے۔ آپ نے جو شرعی فیصلے کئے ہیں، ان کو بھی اس کتاب میں فارسی زبان میں قلمبند کیا ہے۔

شمائل شریف: براہوئی منظوم کتاب ہے۔ صفحات کی تعداد 120 ہے۔ سن تالیف 15

جمادی الثانی 1325ھ (1903ء) اور سن طباعت 1327ھ (1905ء) ہے۔ یہ نسخہ گیلانی الیکٹرک پریس، لاہور میں چھپا۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادات واطوار اور اقوال کا ذکر ہے۔ کتاب کی تالیف میں مؤلف نے مستند کتابوں مثلاً شمائل ترمذی، معارف النبوۃ، نزہۃ المجالس وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔

معجزات شریفہ: یہ منظوم کتاب بھی براہوئی میں ہے۔ 14 صفر المظفر 1350ھ (یکم جولائی 1931ء) میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد 80 ہے۔ عباسی لیتھو آرٹ پریس، کراچی میں چھپی۔ کتاب کی ابتداء حمد سے ہوتی ہے۔ پھر نعت شریف روضہ منورہ اور درود شریف پڑھنے کے فوائد درج ہیں۔

آپ امیر الحکمت 11 صفر المظفر 1363ھ بمطابق فروری 1944ء شب یکشنبہ میں ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔

سید دادن شاہ

آپ کا شجرہ نسب مشہور بزرگ حضرت ابراہیم دوپاسیؒ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد کا نام سید شاہ تھا۔ آپ کی رہائش کلی قمبرانی، کوئٹہ میں تھی۔ پیدائش کی تاریخ معلوم نہیں۔ وفات 1933ء میں ہوئی۔ بے نمازیوں کی مذمت میں آپ کی ایک براہوئی نظم مشہور ہے۔

شاعر نور اللہ

براہوئی اور بلوچی کے اس عظیم اور قادر الکلام شاعر کی پیدائش ضلع چاغی کی تحصیل نوشکی میں ہوئی۔ ان کے کلام میں جہاں عشق ومحبت کا ذکر آتا ہے، وہاں ہمیں پند ونصائح کے اشعار بھی ملتے ہیں۔ کلام میں کبھی محبوب کی منت سماجت کرتا ہے کبھی رعب دیتا ہے ان کے اشعار بے شمار لوگوں کو یاد ہیں۔

مرادعلی رئیساڑی

آپ مولانا عبدالحئ کے بھانجے تھے۔شوران زئی شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کا قیام کانک میں تھا۔آپ نے بے شمار کتابیں لکھی ہیں۔جن میں چند ایک یہ ہیں:

1۔ گلشن غزلیات 2۔شان قدرت

3۔ محمودنامہ 4۔تجربات حکیم بلوچستان

5۔ قصہ درالمختار 6۔ترجمہ کریما

آپ کا ذریعہ معاش حکمت اور زمینداری تھا۔آپ کی وفات کانک میں ہوئی۔

ملاروشن الدین

آپ کے حالات زندگی دستیاب نہیں ہوسکے۔آپ کی تصنیف ''غایت النعت'' 1354ھ میں چھپی۔آج کل یہ کتاب نایاب ہے۔

ملا گہرام

آپ مینگل قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ملاروشن الدین کی کتاب ''غایت النعت'' (1354ھ) میں آپ کی نعتیں بیان ہیں۔

فیض محمد فیض

آپ کی پیدائش بلوچوں کے قبیلہ لاشار میں ہوئی۔گاجان شہر کو آپ کے تولد کا شرف حاصل ہے۔جمعرات کا دن ربیع الاخر کا مہینہ اور سن ہجری 1301 (1884ء) تھا کہ آپ اس جہاں فانی میں تشریف لائے۔آپ کے والد بزرگوار خان محمد بلوچ مذہب سے زیادہ لگاؤ رکھتے تھے۔اس لیے وہ چاہتے تھے کہ میرا فرزند دینی تعلیم حاصل کرے۔انہوں نے آپ کو مسجد میں مولانا کے پاس بٹھایا اور تھوڑے ہی عرصے میں آپ نے کلام پاک ختم

کیا۔آپ کی اپنی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ دس برس کی عمر تک کھیل کود میں مشغول رہے اور اس وقت تک تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

تعلیم ظاہری سے فارغ ہو کر آپ تعلیم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور مرشد کامل کی تلاش میں نکلے اور حضرت پیر رکھیل شاہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔نفس امارہ کو مغلوب کرنے کے لیے حضرت پیر رکھل شاہ نے آپ کو چلہ کھینچنے کے لیے فرمایا آپ مسجد میں کنج خلوت میں بیٹھ گئے اور پیر کامل کی رہبری میں طریقت کی منازل طے کیے۔

1۔تینٹ ہادی فتح پورٹی (2) تینٹ پیر مغان

ترجمہ:۔(1) فتح پور میں خود ہی ہادی تھا۔(2) اور خود ہی پیر مغان تھا۔

آپ شریعت کے پابند تھے۔شرع شریف سے سرمو نہ ہٹتے تھے۔آپ سے بے شمار کرامات منسوب ہیں۔

آپ کی شاعری تصوف میں ڈوبی ہوئی ہے۔آپ نے تصوف کے اسرار و رموز کو فارسی، اردو، بلوچی، سندھی اور براہوئی زبانوں میں نہایت لطیف پیرائے میں بیان کیا ہے۔ آپ کا قلمی دیوان دستیاب ہو گیا ہے۔جو 250 صفحات پر مشتمل ہے۔یہ دیوان مختلف حصوں میں منقسم ہے مثلاً:

1۔ دیوان فیض 2۔ غزلیات فیض

3۔ عین العشق 4۔ فیض حق

5۔ گلشن اشعار

محبوب ظالم ہوتا ہے وہ بے وفائی کرتا ہے۔فراق کے لمحات پیدا کرتا ہے۔عاشق تڑپ رہا ہوتا ہے وہ رقیب کے ہمراہ اس کے قریب سے گزرتا ہے اور عاشق کے لیے زندگی دو بھر ہو جاتی ہے۔یہ وسیع و عریض زمین اس کے لیے زندان کی تنگ و تاریک کوٹھڑی بن جاتی

ہے' بلکہ اس سے بھی تنگ۔ وہ اسے ایک قفس سمجھتا ہے۔ فیصل کا محبوب بھی بے وفائی کرتا ہے۔ شاعر تڑپ رہا ہوتا ہے۔ ملتجی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتا ہے لیکن وہ اتنا سنگدل ہے کہ اس کے روبرو رقیب کی گلی میں جاتا ہے اور اسے آزماتا ہے کہ دیکھوں میرا عاشق بھی وفاداروں میں سے ہے یا نہیں۔ اگر وہ وفاداروں میں سے ہے تو ضرور میرے تعاقب میں رقیب کی گلی میں آئے گا لیکن عاشق رقیب کی گلی میں جاتا کہاں ہے' وہ محبوب سے التجا کرتا ہے کہ مجھے تنہا چھوڑ کر چلے نہ جاؤ کیونکہ تمہارے بغیر اس دنیا میں میرا اور کوئی نہیں ہے۔ میرا اثاثہ تم ہی ہو۔ اس لیے فراق کے لمحات پیدا نہ کرو اور مجھ سے دور نہ جاؤ بلکہ میرے ساتھ رہی رہو۔ فیصل کے دل کی خانوں میں سوائے تیرے اور کسی کے لیے جگہ نہیں ہے۔ تیری ہی وجہ سے تو میرا خانہ دل آباد ہے۔ فراق کی وجہ سے اس گھر کو ویران نہ کرو۔

داڑے الیپہ نی دادے
در نی تنتون یار ہنادے
نے آن سوا ای انت کیوہ
کپہ جتائی نسا دے
ہمپہ ہمینگی مر نی ننے آن
نن تون مہ یار نسادے
برکنا خواجہ داجہ نائے
نی اس پین ارادے
نے آن دا فیصل اراڑے
نے تون دا خانہ آبادے

ترجمہ: (1) تم اس شاعر کو یہاں تنہا نہ چھوڑو (2) اس کو اپنے ہمراہ لے جاؤ (3)

تمہارے بغیر میں کیا کروں گا (4) فراق کے لمحات پیدا نہ کرو (5) ہم سے دور (رقیب کے پاس) نہ جاؤ (6) اے دوست ہمارے ساتھ ہی رہو (7) میرے آقا یہ جگہ (دل) تمہارے لیے ہے۔ (8) سوائے تمہارے اس میں اور کسی کے لیے جگہ نہیں ہے۔ (9) تیرے بغیر فیصل کہاں ہے؟ (10) تیری ہی وجہ سے تو اس کا گھر آباد ہے۔

آپ کی وفات جمعرات 8 نومبر 1957ء (14 ربیع الثانی 1377ھ) میں ہوئی۔

قیصر خان فقیر زئی

براہوئی اور بلوچی دونوں زبانون کے عظیم شاعر قیصر خان چاغی کے فقیر زئی قبیلہ میں 1870ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ غلامی کے دور میں گزارا۔ دونوں عظیم جنگوں اور انگریزی استبداد کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر خوش قسمتی سے اپنی زندگی کے آخری چودہ سال پاک سرزمین کی آزاد فضا میں گزارے اور 1961ء میں ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہوئے۔

آپ کو بچپن ہی سے شعر کہنے کا ملکہ تھا۔ فی البدیہ اشعار بھی کہتے تھے۔ آپ نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے لیکن جس شعر کی وجہ سے آپ نے ابدی زندگی حاصل کر لی وہ میر علی دوست شہید کا مرثیہ ہے۔ میر علی دوست شہد انگریزی استبداد کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ لیکن ایک لنگڑے لولے کی اطلاع سے انگریزوں نے ان کو گھیرے میں لے لیا اور 1933ء میں وہ شہید کر دیے گئے۔ ان کے پیش نظر ایک عظیم مقصد تھا۔

لولی کبو لولی میر علی دوست اے
سراوان سرڈار خان علی دوست اے
شیراتہ دریکہ اے بھاز گلٹ کارہ

قسمت اٹ برور دراخ جوڑ دورا
یاسخی سلطان کیس ننا پاے
دشمن کہ بسنے دیگرو شامے
نی ریفل خلپسہ نے اینو انتے
ملخموت شینک تخا غازیتہِ خلنے
دا کتاب خوانا بی بی ءَ ملاک
نصیب نا مسر جنت نا پھلاک

ترجمہ: میر علی دوست کو لوری دے
سرا وان کے سردار علی دوست کو
شیر دوڑے ہوئے جارہے ہیں
قسمت نے ساتھ دیا تو واپسی آئیں گے
اے سخی سلطان ہماری مدد کیجیے
دشمن شام کے وقت پہنچ گیا ہے
اے رائفل آج تجھے کیا ہوا
ملک الموت نے غازیوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے
ملا اور پاکیزہ خواتین نے قرآن مجید پڑھا
تیری قسمت میں جنت کے پھول ہیں

ملا فقیر محمد

آپ کانک (قلات ڈویژن) کے باشندے تھے۔ آپ کا کلام دستیاب نہیں

ہے۔صرف ایک غزل ہمیں ملی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

ملا فقیر محمد نے تمہیں خوشی وشادمانی کی حالت میں دیکھا

میں تیری سیاہ زلفوں کے دام میں پھنس گیا ہوں۔اے شکر لب،

طوطی زبان، تیری ناک ستواں ہے

تیری آنکھیں غزال کی ہیں انہیں سرمہ لگانے کی ضرورت نہیں

میرے پاس آ کر لطف وعنایت کی چند باتیں کر

افسوس اس بات کا ہے کہ دوست بھی کبھی ہمارے پاس آئے گا؟

یعنی دوست میرے پاس کبھی نہیں آئے گا

BRAHUI ACADEMY PAKISTAN

باب پنجم

قیام پاکستان کے بعد

اس دور میں ہمیں آزادی نصیب ہوئی اور نئی زندگی ملی۔ اس دور میں براہوئی جوانوں نے براہوئی اکیڈمی کی بنیاد رکھی۔ براہوئی زبان کی ترقی وترویج کے لیے کئی ادارے بنائے گئے۔ بے شمار اخبارات ورسائل میں براہوئی تحریریں آنے لگیں۔ ان میں سرفہرست ''نوائے وطن'' اور ''بلوچی'' کراچی ہیں۔ افسانے اور ڈرامے اس دور میں لکھے جانے لگے۔

اس دور میں جدید براہوئی زبان جدید رسم الخط میں لکھی جانے لگی۔ سب سے پہلے 24 دسمبر 1954ء کے ''نوائے وطن'' میں مہیم خان کی لوک کہانی ''قصہ'' جدید رسم الخط میں چھپی۔ یکم جنوری 1955ء کے شمارے میں میر ہیبت خان کا افسانہ ''مسافر'' چھپا۔ جسے ہم براہوئی کا پہلا افسانہ کہہ سکتے ہیں۔ پھر دوسرا افسانہ مہروع ج شاہوانی کے قلم سے 6 فروری 1955ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ 8 جنوری 1955ء کے شمارے میں تاج کی کہانی ''استناہیت'' چھپی۔

ماہنامہ ''بلوچی'' کراچی میں کئی معیاری افسانے اور ڈرامے شائع ہوئے۔ ستمبر 1957ء میں ''معلم'' میں بھی جدید رسم الخط کا آغاز ہوا۔ پیر محمد زبیرانی کا مقالہ ''اگہ ای خان مروسٹ'' جدید رسم الخط شائع ہوا۔

اسی دور میں براہوئی زبان کا سب سے پہلا اخبار ''ایلم'' 24 فروری 1960ء کو شائع ہوا۔ 1965ء سے قبائلی اشاعت گاہ کی طرف سے جاری کردہ ماہنامہ ''اولس'' میں ہر ماہ

براہوئی مضامین وغیرہ چھپنا شروع ہوئے ہیں۔1975ء میں قبائلی اشاعت گاہ کی طرف سے براہوئی ماہنامہ ''احوال'' جاری کیا گیا لیکن 1979ء میں اس کی اشاعت بند کی گئی۔1981ء سے جوہر براہوئی نے میھڑ ضلع دادو سے سہ ماہی ''سنگت'' کا اجراء کیا ہے۔ قبائلی اشاعت گاہ کی براہوئی کی چند مطبوعات یہ ہیں:

وطن نہ نگہبان: 16 صفحات کے اس منظوم کتابچے میں 1965ء کی پاک و ہند جنگ کے علاوہ وطن دوستی کے اشعار ہیں۔اس میں مولوی عبدالباقی درخانی' پیر محمد زبیرانی' نور محمد پروانہ' محمد اسحاق سوز' ظفر مرزا' غلام حیدر حسرت وغیرہ کے اشعار ہیں۔

پاکستان نہ تران: اس کتابچے میں وطن دوستی کے اشعار ہیں۔

صدر نہ کلہو: صدر پاکستان کی تقریر 12 اکتوبر 1971ء کا براہوئی ترجمہ ہے۔کل صفحات 16 ہیں۔

آشوب ءِ پربند: کتابچہ دسمبر 1968ء میں شائع ہوا۔اس میں بلوچی اور براہوئی زبان میں وطن دوستی کے اشعار ہیں۔کل 72 صفحات ہیں۔

پربند: 14 صفحات کی اس کتاب میں بلوچی اور براہوئی کے قومی و ملی اشعار ہیں۔ کتاب 1970ء میں شائع ہوئی۔اس کے علاوہ ''الس گچین'' (منظوم و منثور)''قدم قدم آباد'' وغیرہ معیاری مطبوعات ہیں۔

مولانا میر محمد

آپ مستونگ میں رہائش پذیر تھے۔آپ کا کتابچہ ''نصیحت نامہ'' مشہور و مقبول ہے۔یہ کتابچہ مولانا نبو جان کی کتاب ''عمدۃ البیان'' کے ساتھ چھپا ہے۔کتاب اسم بامسمیٰ ہے۔اس میں نصائح بیان ہیں۔کل 8 صفحات ہیں۔

ملا صالح محمد

مولانا صالح محمد براہوئی کے قبیلہ محمد شہی سے تعلق رکھتے تھے۔ان کا قیام کوہک میں تھا۔ یہاں محمد شہی کثرت سے آباد ہیں۔ان کا ایک کتابچہ ''نصیحت نامہ'' مولانا نبو جان کی کتاب ''عمدۃ البیان'' کے ساتھ چھپا ہے۔کتاب کے کل 18 صفحات ہیں۔اس میں نصائح کے علاوہ ایک لوری بھی تحریر ہے۔

محمد صلاح الدین مینگل

آپ 26 جون 1951ء میں احمد وال میں تولد ہوئے۔ایم اے (معاشیات) ایل ایل بی کرنے کے بعد وکالت سے منسلک ہوئے۔آپ کی نگارشات اردو اور براہوئی زبانوں میں مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ براہوئی لوک کہانیوں کا ایک مجموعہ مرتبہ کر چکے ہیں۔

میر مراد علی ہستی

آپ رئیسانڑی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ابتدائی ایام میں کانک میں قیام تھا۔پھر مٹھڑی چلے گئے۔آپ کا بیشتر کلام اب تک غیر مطبوعہ ہے۔محمد غزنوی کی کئی غزلوں کا منظوم براہوئی ترجمہ کر چکے ہیں۔

آپ کی کتاب ''سکرات نامہ'' کی ابتداء میں حمد اور نعت کے بعد مختلف عنوانات درج ہیں۔مثلاً ایمان کیا ہے؟ موت کی علامات کیا کیا ہیں؟ موت کے وقت شیطان کا قریب آنا' جان کنی کا بیان' مردے کا اپنی حالت پر رونا' اپنے بچوں کو تسلی دینا' مال و دولت کی بے وفائی کا بیان' منکر نکیر کا آنا' محشر کا بیان' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا بیان۔صفحات 22 تا 24 میں علامہ دین پوری کی دو غزلیں تحریر ہیں۔

میر بشیر احمد لہڑی

نوجوان شاعر ہیں۔ آپ کی پیدائش 4 جنوری 1946ء میں ہوئی۔ ریڈیو کے مشاعروں میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔ ان کی غزلیات کی کتاب ''دستونک'' نومبر 1966ء میں شائع ہوئی ہے۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہیں:

برک زیبا نیکن زہیر ای کریٹ
نا رندٹ تینے فقیرای کریٹ
پٹاٹ نے ظالم مش و جنگل اٹ
دا بیابان دشت ءِ لکیر ای کریٹ
نن و دے گدرینگ کن زاری کریٹ
نیکن ٹپی ءَ است ءِ دیر ای کریٹ
کنا وخت تیر مس نا غم تے اٹ
دا ورنائی ءِ نیکن پیر ای کریٹ
اگر دوست خوش اے کنا بربادی اٹ
دا قربانی ءِ ہم بشیر ای کریٹ

ترجمہ: آجا محبوب تیرے لیے بے چین ہوں
تیری یاد میں میں فقیر بن گیا ہوں
اے ظالم میں نے تجھے پہاڑوں اور جنگلوں میں تلاش کیا
اس دشت و بیابان کی میں نے خاک چھان ماری
آٹھوں پہر میں آہ و فغاں میں گزارتا ہوں

تیرے لیے میں نے دل فگار کو پگلا کے رکھ دیا
میری زندگی تیرے غم فراق میں گزری
اپنی جوانی کو برباد کر کے بوڑھا بن گیا ہوں
اگر محبوب میری تباہی و بربادی پر مسرور ہے
بشیر یہ قربانی بھی میں نے دی ہے

پیر محمد نیمرغی

پیر محمد نیمرغی کہنہ مشق شاعر ہیں۔لہڑی قبیلے کی براہم زئی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے والد کا نام کرم خان تھا۔ قیام نیمرغ نوکجو علاقہ قلات میں تھا۔آپ کی پیدائش وہیں ہوئی اور رہائش بھی وہیں رکھتے ہیں اس لیے نیمرغی تخلص کرتے ہیں۔

آپ کئی کتابوں ''بہادر مسلمان'' (پاک بھارت جنگ 1965ء) ''باوہ نا پتاک''، ''خدانہ مہربانی''، ''آزمودہ''، ''صاف براہوئی زبان''، ''خیر خواہ''، ''غاوٗ نیمرغی''، ''مہر و وفا'' اور ''بازار سخن'' وغیرہ کے مصنف ہیں۔

مہر وفا: یہ منظوم کتاب 26 اگست 1961ء میں شائع ہوئی۔کل 56 صفحات ہیں۔حمد اور نعت کے بعد بچے کی تعلیم و تربیت کے علاوہ شاہدرہ لال قلعہ دہلی 1965ء کی جنگ پر نظمیں ہیں۔صفحات 42 سے 47 تک غزلیں ہیں۔چند اشعار اور ان کا ترجمہ یہ ہے:

اچ رنگ نہ وس اف اوڑسکہ سر کیوسہ
(مجھ میں چلنے کی طاقت نہیں ہے وہاں تک پہنچوں)
بش کرے کنکن بلاس ہر بے غم او خاچان اے
(میرے لیے طوفان بپا کر دیا اور خود بے غم محو استراحت ہے)

انداخس نے خنواسہ دے بنس جوانی اٹ انت پاؤ

(ایک دن میری داستان کو تسلی سے تو سن لے)

گڑاہیتا تے خف تورس امر یادءِ ایتوہ ای

(پھر دیکھنا بھولی بسری داستان کو میں کس طرح یاد کر کے سناؤں گا)

بازارِ سخن نیمرغی: غزلیات کی یہ کتاب 1948ء میں شائع ہوئی۔ کل 64 صفحات ہیں۔

نمونہ غزل یہ ہے:

ارے ایلوف تیتون مجلس مون ڈکوک کنا طرفان

(رقیبوں کی محفل میں بیٹھتے ہو مجھ سے پردہ کرتے ہو)

وفا کیسہ پینا ارے خاص نا دغا کتون

(رقیبوں سے وفا کرتے ہو تیری دغا صرف میرے لیے ہے)

دوست پارے انت کیسہ ای پاریٹ نیکن ثنا

(محبوب نے کہا کیا کر رہے ہو! میں نے کہا تیری ثنا میں مصروف ہوں)

ولدا پارے انت خواہیسہ؟ پاریٹ فقط دیدار ءِ نا

(پھر گویا ہوا کیا مدعا ہے؟ میں نے کہا فقط تیرے دیدار کا طالب ہوں)

ملنگی ویس کروٹ یار کس کنے تپ خلق نا

(لباس گدائی پہنوں گا تا کہ کوئی مجھے نہ پہچانے)

ریش بلن باٹی بروتاک سیاہ مرو ء سلجان نا

(داڑھی لمبی منہ میں مونچھیں جسم کی رنگت سیاہ ہوگئی)

حویلی ناگرا دوست کاشم نا جگس تفوٹ

(اے محبوب تیرے مسکن کے قریب ایک کٹیا بناؤں گا)

دے ءُ نن دوہ کروٹ مثلٹ گنوک دیوانہ نا

(رات دن دیوانوں کی طرح دھواں اڑاتا رہوں گا)

پیر محمد زبیرانی

آپ کی پیدائش 1927ء میں عمر ڈور کے مقام پر ہوئی۔ لہڑی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ براہوئی اور بلوچی کے مشہور معروف محقق، شاعر اور مضمون نگار ہیں۔ ''مسدس حالی'' کا براہوئی میں منظوم ترجمہ کر چکے ہیں۔

آپ نے 1971ء میں ''براہوئی اردو آسان گرامر'' مرتب کی جسے براہوئی اکیڈمی نے شائع کیا۔ کلام اقبال کا کچھ منظوم ترجمہ براہوئی میں کر چکے ہیں۔ آپ کی اپنی غزلیں بلند پایہ کی ہوتی ہیں۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے:

پیش تم او ورنا سیل سوادا

(اے جوان اٹھ سیر و تفریح کے لیے باہر نکل)

عجیب خوش ارے چاہتم نا ہوا دا

(کیونکہ باہر عجیب خوش گوار باد بہاری چلی رہی ہے)

گواڑخنا غُٹی پلا چامس سر

(گل لالہ کی کلی پھول ہونے پر پہنچتی ہے)

دستی بنگ کن دو تن تیار کر

(گل دستہ بنانے کے لیے تو بھی اپنے ہاتھ تیار کر)

سنگت وسیلاک مختن تفوکو

(پڑوسی اور ساتھی کمر باندھے ہوئے ہیں)

گواڑخ بتنگ کن کامبو کروکو

(اور گل لالہ چننے کے لیے جھولی بنائے ہوئے ہیں)

دشتو میدانا ورنا نظر شا

(دشت کے میدان اور دامن پر نظر ڈال)

تالانا پلاتے دستی ٹی ترشا

(اور بکھرے ہوئے پھولوں کو گل دستوں میں اکٹھا کر)

مائی تاج بانو

علامہ دین پوری کی صاحبزادی ہیں۔ اپنے والد کے نقش قدم پر چل کر خواتین کی تبلیغ کے لیے کوشاں ہوئیں۔ معاشرتی و مذہبی اصلاح کے لیے آپ نے ''تسویغ النسوان'' دو جلدوں میں لکھی۔ یہ دونوں جلدیں 1353ھ اور 6 ذوالحج 1354ھ میں شائع ہوئیں۔ ان کی ضخامت چونسٹھ چونسٹھ صفحات ہے۔ آپ نے مرثیہ، لوریاں، قومی نظمیں اور نعتیں لکھی ہیں۔

فارسی کی مندرجہ ذیل پہیلی کا منظوم ترجمہ اپنی ایک طویل نظم ''فراقان فریاد'' میں کیا ہے:

یکے مرغ دیدم نہ پاؤ نہ پر — نہ از شکم مادر نہ پشت پدر

نہ بر آسمان نہ زیر زمین — ہمیشہ خورد گوشت آدمی

براہوئی ترجمہ	اردو ترجمہ
خناٹ چکس نتے تن نیکہ پرہ	میں نے ایک پرندہ دیکھا جس کے نہ تو پاؤں تھے اور نہ پر
کہ مس جانے دھنکہ ہرہ	اس کا جسم آری کی طرح تھا
نکہ پیداءِ پڈان لمہ نااو	وہ نہ تو شکم مادر سے پیدا ہوتا ہے

مخانے نیکہ چا ارے باوہ نا او	اور نہ اپنے باپ کی پشت سے
نہ او بال کیک بڑز آسمانا	نہ تو وہ آسمان کی طرف محو پرواز ہوتا ہے
نہ کا ہک شیف ڈغار ٹی ءپانہ	نہ تو وہ زمین میں جاتا ہے
کنو کے بند غا تانن ودے سوءِ	دن رات آدمیوں کا گوشت کھاتا ہے
وشا غوک ہوش ٹی تا ہاءِ ہوءِ	اور ان کی عقل اور ہوش کو چوپٹ کر دیتا ہے

جمال بادینی

آپ کا نام ملک واحد بخش ہے۔ جمال تخلص ہے۔ بادینی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ نوشکی کے رہنے والے ہیں۔ آپ کا کتابچہ ''گوہر جمال'' مشہور ہے۔ 16 صفحات کا یہ منظوم کتابچہ غزلیات پر مشتمل ہے۔ پہلا ایڈیشن 20 جون 1971ء میں شائع ہوا۔ کتاب کی ابتداء حمد اور نعت سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد غزلیں ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے:

دا حسن تروک خدانا اوڑانی ناز کپہ
بالا نما صنوبر نہ اوڑا نی ناز کپہ
خلوت ٹی برک نی برقعہ ء بڑزا کرک
گرچہ اریس نی حورس اوڑا نی ناز کپہ

ترجمہ: حسن خداداد شے ہے اس پر ناز اں نہ ہو
تمہاری قامت سرو کی ہے اس پر ناز اں نہ ہو
خلوت میں آ اور نقاب اٹھا دے
اگر چہ تم پری وش ہو پھر بھی ناز اں نہ ہو

خداداد گل

آپ کی پیدائش 8 جون 1956ء کو کوئٹہ میں ہوئی۔ براہوئی کے علاوہ اردو میں بھی لکھتے رہتے ہیں۔ آپ کی کتاب ''پنی آبند غاک'' (نامور ہستیاں) شائع ہو چکی ہے۔ آپ براہوئی کے ایک گمنام شاعر نور احمد محمد شہی کا کلام مرتب کر کے شائع کر چکے ہیں۔

میاں خیر محمد

میاں خیر محمد کا تخلص عاجز ہے۔ جھالاوان کے مشہور زہری قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی رہائش وڈھ جھالاوان کے علاقے دودکی میں ہے۔ ان کی ایک کتاب ''نصیحت نامہ'' مشہور ہے۔ اس کے کل 16 صفحات ہیں۔ یہ کتاب پہلی دفعہ فروری 1954ء میں شائع ہوئی۔ کتاب اسم بامسمیٰ ہے۔ اسم میں قبیح رسوم کی مذمت کی گئی ہے اور لوگوں کو دین حق پر چلنے کی تلقین کی گئی ہے۔

رئیس نبی داد

رئیس نبی داد براہوئی کے مشہور و معروف شاعر ہیں۔ آپ 1924ء میں پیدا ہوئے۔ عموماً چھوٹی بحریں شعر کہتے ہیں۔ ان کے کلام میں جدت، روانی اور بے ساختگی ہے۔ آپ نے ایک کتاب ''گل دستہ'' مرتب کی ہے جو 1971ء میں شائع ہوئی۔ اس میں براہوئی کے قدیم و جدید شعرا کا کلام ہے۔

حافظ سعید احمد

حافظ سعید احمد کا قیام چوتو (مستونگ) میں ہے۔ آنکھوں سے ضعیف ہیں۔ قرآن مجید حفظ ہے۔ تیز رفتاری کی وجہ سے لوگ انہیں طوفان میل کہتے ہیں۔ ان کا ایک کتابچہ ''معراج محمدی'' مشہور ہے جو مئی 1969ء میں شائع ہوا ہے۔ تمام اشعار رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں ہیں۔

حافظ سلطان احمد

مورخ و محقق حافظ سلطان احمد ولد حافظ خان محمد 7 ربیع الآخر 1367ھ (1948ء) میں احمد آباد (اوستہ محمد) میں پیدا ہوئے۔ سندھی اور اردو کی تعلیم کے بعد مستونگ کی جامعہ مسجد کے پیش امام مولانا محمد صدیق سے فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ 1963ء میں پٹواری ٹریننگ کورس میں داخلہ لیا۔ اس سال سے انہوں نے براہوئی زبان کے جریدے ''ایلم'' میں مستقل لکھنا شروع کیا۔ براہوئی تاریخ ادب' لوک گیت اور رزمیہ شاعری پر بے شمار مضامین لکھے۔

آپ نے مندرجہ ذیل تصانیف مسودے کی شکل میں چھوڑی ہیں:

1۔ تفسیر القرآن سلطانیہ (براہوئی) دوسرا پارہ تیسرا اور چوتھا پارہ

2۔ قصص الانبیاؑ (براہوئی)

3۔ مجموعہ اشعار جھالاوانی

4۔ براہوئی نعت سلطانیہ (اردو)

5۔ نماز مترجم (اردو)

6۔ مجربات سلطانی (اردو) تعویذات

7۔ مجربات سلطانی (سندھی) تعویذات

آپ کی مطبوعہ کتابیں یہ ہیں:

تفسیر السلطان المعروف بہ تنویر الایمان: قرآن مجید کے پہلے پارے کی تفسیر ہے۔ جسے آپ نے 26 اگست 1970ء کو مکمل کیا اور ان کے والد حافظ خان محمد نے دسمبر 1973ء

میں چھپوا کر شائع کیا۔کل صفحات 240 ہیں۔

عملی زندگی: 16 صفحات کے اس منثور کتابچے میں یہ بتایا گیا ہے کہ زندگی عمل پیہم کا نام ہے۔ سوائے جدوجہد کے اس دنیا میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ آپ نے 26 جنوری 1973ء بروز جمعہ بمقام اوتھل بعارضہ مرض یرقان وفات پائی۔

ظفر علی مرزا

آپ کی پیدائش اپریل 1935ء میں ہوئی۔ پنجاب یونیورسٹی کے گریجویٹ ہیں۔ آپ نے براہوئی میں متعدد افسانے اور ڈرامے لکھے ہیں۔ علامہ اقبال کی نظموں ''شکوہ'' اور ''جواب شکوہ'' کا براہوئی میں منظوم ترجمہ کر چکے ہیں۔ 1980ء میں آپ کی کتاب ''براہوئی گرائمر'' (اردو) شائع ہو چکی ہے۔

کامل القادری

تاج الہند محمد قادری اجمیر شریف کے خانوادے سے ہیں۔ پیدائش 6 جولائی 1932ء میں ہوئی۔ براہوئی زبان وادب سے متعلق اردو اور انگریزی میں کئی پر مغز مقالات تحریر کر چکے ہیں۔

براہوئی کی چند کتابیں یہ ہیں:

شروخ: نثر کی کتاب ہے۔ مختلف عنوانات پر مضامین کے علاوہ براہوئی ضرب الامثال اور پہیلیاں وغیرہ اس میں درج ہیں۔ یہ کتاب 1970ء میں چھپی۔ کل 80 صفحات ہیں۔ 54 صفحات کے بعد فرہنگ شروع ہوتی ہے۔ جس میں الفاظ کے معانی اردو میں تحریر ہیں۔

براہوئی کہاوتیں: 96 صفحات کی اس کتاب میں سوا سو سے زائد براہوئی ضرب الامثال

اور محاروں کا اردو ترجمہ اور تشریح درج ہے۔ براہوئی ادب پر تحقیق کرنے والوں کے لیے نہایت مفید کتاب ہے۔سن طباعت اپریل 1974ء ہے۔

جامع فہرست مطبوعات پاکستان بلوچی براہوئی مع تعارف مصنفین:

86 صفحات کی یہ کتاب جون 1973ء کو شائع ہوئی۔اس میں براہوئی، بلوچی کتب کی فہرست کے علاوہ مصنفین کا تعارف بھی درج ہے۔ براہوئی حصہ عبدالرحمٰن براہوئی نے لکھا ہے۔

کریم بخش سائل

نوجوان شاعر ہیں۔کانک (قلات) میں قیام ہے۔ان کا کلام ''غزلیات سائل'' کے نام سے 1970ء میں شائع ہوا ہے۔کتاب میں حمد اور نعت کے بعد غزلیات ہیں۔نمونہ کلام حسب ذیل ہے:

چاوہ نے زیبا کنا انتے گڑا پردہ اریس
تپرہ ای مطلب ءِ دا پردہ غان نا نازنین
خیر الیو محبت نا چمن ٹی
خزاں غم تا برو ءِ نا گمانی
نما صدخہ ٹی عشق نا دلربا
عطا شعر گوئی صنم مس کنے
جدائی نا تیر ءِ کنے خلپہ نی
کنا است ٹی نا محبت ارے

ترجمہ: اے ماہ جبیں میں تم سے شناسا ہوں پھر مجھ سے پردہ کیوں؟
اے ماہ جبین میں اس پردے کے مطلب سے واقف نہیں ہوں

مجھے معلوم نہیں تھا محبت کے چمن میں
اچانک غم خزاں آئے گا
اے دلربا عشق کی وجہ سے
مجھے شعر گوئی عطا ہوئی (میں سخن ساز بن گیا)۔
فراق کے تیر سے مجھے گھائل نہ کر
میرے دل میں تیری محبت سمائی ہوئی ہے

خلیفہ گل محمد نوشکوی

آپ بادینی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ چند ایک کتابیں یہ ہیں۔

گل دستہ نوشکوی: جس طرح گل دستہ میں مختلف اقسام و رنگ و بو کے پھول ہوتے ہیں۔ اس طرح گل دستہ نوشکوی میں مختلف اصناف سخن ہیں۔ یہ کتاب 1373ھ (1954ء) میں چھپی۔ کتاب کل 208 صفحات پر مشتمل ہے۔

کتاب کی ابتداء حمد باری تعالیٰ سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد نعت اور پھر منقبت درج ہیں۔ صفحہ 7 سے 28 تک درود شریف کی فضیلت بیان ہے۔ یہ فضائل مولود اور معارج سے ماخوذ ہے۔ اس کے صفحہ 160 تک مختلف عنوانات کے تحت والدین کی فرمانبرداری' سخاوت اور مختلف حکایات بیان ہیں۔ صفحہ 162 تا 204 میں تاریخ بلوچستان بیان ہے۔

تحفۃ الفقرا: پہلی بار 14 محرم 1378ھ (یکم اگست 1958ء) میں چھپی۔ کل صفحات 144 ہیں۔ کتاب مختلف ابواب میں تقسیم ہے۔ چند ابواب یہ ہیں:

1۔ ثنا صفت باری تعالیٰ نا — اللہ تعالیٰ کی حمد

2۔ پیدامنگ آنحضرت ﷺ نانورنا (آنحضرتؐ کے تولد کا بیان)

4۔ آدم علیہ السلام ناوصیت نامہ (وصیت نامہ حضرت آدم علیہ السلام)

5۔ بخت نصر بادشاہ ناتغ نابیان (بادشاہ بخت نصر کے خواب کا بیان' بادشاہ خواب دیکھتا ہے پھر فراموش کر جاتا ہے۔ نجومیوں کو طلب کر کے خواب اور تعبیر پوچھتا ہے اور انہیں تین دن کی مہلت دیتا ہے۔ ان دنوں حضرت دانیال اس کی قید میں تھے۔ وہ اسے اس کا خواب اور تعبیر بیان کرتے ہیں)

6۔ تعریف چاریارنا (خلفائے راشدین کی منقبت)

7۔ درودنا خوانگ نادرجہ (فضائل درود شریف)

گلشن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یہ منظوم کتاب 160 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں رسول اکرم ﷺ کے 46 معجزے درج ہیں۔

فریق راہ مدینہ: اس منظوم کتاب میں ایک دوست کی تعریف کی گئی ہے جو حج کے لیے ہمراہ گیا تھا۔ کتاب میں دوست کے خطوط بھی درج ہیں۔ کل صفحات 64 ہیں۔

نالش عاشق بیچارہ نا: یہ رسالہ 1948ء (1366ھ) میں شائع ہوا ہے۔ کل صفحات 16 ہیں۔ شاعر بحیثیت ایک عاشق فغان کر رہا ہے۔

مجربات نوشکوی حصہ اول (نثر): اس کتاب میں کل 224 صفحات ہیں۔ 1958ء میں شائع ہوئی۔ اس میں مختلف تعویذات درج ہیں۔

مجربات نوشکوی حصہ دوم (نثر): اس کتاب کے صفحات 224 ہیں۔ یہ کتاب بھی 1958ء میں شائع ہوئی۔

شروط الصلوٰۃ: شروط الصلوٰۃ عربی میں ہے۔ یہ براہوئی ترجمہ 1958ء میں شائع کیا گیا۔ کتاب نثر میں ہے۔ کل صفحات 32 ہیں۔ اس میں نماز اور وضو کے فرائض سنت واجب

بیان ہیں۔صفحہ 25 تا32 میں مختلف اشعار درج ہیں۔

تحفۃ البلوچ (منظوم): اس کتاب کی ضخامت 48 صفحات ہے۔اس میں اول تا آخر پند ونصائح بیان ہیں۔

نادر قمبرانی

اصل نام عبد الغفور، عرف نادر قمبرانی براہوئی کے صف اول کے شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ماہنامہ ''بلوچی'' کراچی ہفت روزہ ''نوائے وطن'' کوئٹہ، ''ایلم'' اور دوسرے رسائل اور جرائد میں آپ کی تخلیقات شائع ہوتی رہتی ہیں۔

نمونہ کلام یہ ہے:

غمک زندگی نابھاز بے حساب ءُ
نیستی نا ڈکھان استاک عذاب ءُ
کپہ وضو نی کورو ٹی دیر اف
انگور نا اَرغے پاک و شراب ء
بزغک ارغ کہ سکیرہ کارہ
بوتاتہ دیک ہم بھنگ و شراب ءُ

ترجمہ: زندگی کے غم والم بے شمار ہیں
مفلسی وناداری کی وجہ سے دل پریشان ہیں
کوزے کو وضو کے لیے استعمال نہ کر اس میں پانی نہیں ہے
بلکہ اس میں انگور کا رس ہے اور پاک شراب ہے
کاشتکار روٹی کے ٹکڑے کے لیے ترس رہے ہیں۔

لیکن زمیندار اور آقا جو پانی پیتے ہیں اس میں بھنگ اور شراب ملی ہے

آغا نصیر خان احمد زئی

آپ کی پیدائش 1916ء میں ہوئی۔ بلوچستان کی تاریخ اور زبانوں پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ آپ نے براہوئی بلوچی کی گرامر' بلوچی براہوئی لوز راہبند لکھی ہے۔ یہ کتاب 14 اگست 1967ء میں شائع ہوئی۔ اس کے کل صفحات 108 ہیں۔ ٹائٹل خوب صورت دیدہ زیب ہے۔

براہوئی نور محمد پروانہ

16 فروری 1918ء کو بمقام موضع ملا مراد خان پندرانی (اوستہ محمد بلوچستان) مولوی مہر دل پندرانی کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔

درس نظامی کی تکمیل کے لیے بلوچستان اور سندھ کے علماء سے کی۔ قومی سیاست میں حصہ لینے لگے۔ فروری 1960ء میں براہوئی زبان کی ترقی اور نشوارتقاء کے لیے ایک پندرہ روزہ اخبار ''ایلم'' کا اجراء کیا۔ جس کا پہلا شمارہ 24 فروری کو شائع ہوا۔ یہ اخبار اب ہفتہ وار شائع ہو رہا ہے۔

آپ کے بے شمار مضامین و مقالات مختلف رسائل و جرائد میں چھپتے ہیں۔ اردو اور براہوئی دونوں زبانوں کے ادیب و صحافی ہیں۔ براہوئی ثقافت سے متعلق آپ کا ایک مبسوط مقالہ ''ادب اور ثقافت وادی بولان میں'' شائع ہوا ہے۔

آپ نے براہوئی کا ایک قاعدہ مرتب کیا ہے جو 1961ء میں شائع ہوا۔ کل 48 صفحات ہیں۔ صفحہ 44 تا 46 تک۔ مولانا محمد عمر دین پوری کی ایک غزل' مولانا عبدالمجید چوتوئی کی دعا اور حاجی نبو جان کی نعت شامل ہے۔

براہوئی میں آپ نے بے شمار غزلیں کہی ہیں۔نمونہ کلام یہ ہے:

کنے آن ہنینانے دے بس درے
کنے نا جتائی گنوکس کرے
کنے نیان بے سہ تو آرام بفک
زمانہ نا کاریم دُو آن مفک

ترجمہ: اے دوست مجھ سے تجھے کس نے چھین لیا
تیرے ہجر میں ہوش وحواس کھو بیٹھا ہوں
مجھے تیرے بغیر چین نہیں
دنیا کے کسی کام میں دل نہیں لگتا

میاں محمد عبدالحق

آپ زہری قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔خضدار کے علاقہ لاکھوریان میں سکونت پذیر ہیں۔آپ کی منظوم کتاب ''سخن حق'' بے حد مقبول ہے۔یہ کتاب 1370ھ میں شائع ہوئی۔

کتاب کا پہلا باب ''صفت ذاکران'' ہے۔اس کے بعد نو غزلیں ہیں۔غزلوں کے بعد دو کافیاں' ایک غزل' ایک شعر' ایک کافی' دو غزلیں اور تین کافیاں ہیں۔تیسری کافی بہت دلچسپ ہے۔اس میں کپڑے کے کنٹرول پر طنز ہے۔دوسری جنگ عظیم کے بعد برٹش دور میں کئی اشیاء پر کنٹرول برقرار رہا۔

شاعر یوں کہتا ہے:

خدایا رحم کر دا کنٹرول ءِ کش ءِ

غریب خوارے بیوس دوکاندار خوش ءِ
حوالاک بسرک ء کنٹرول کھلان ءِ
ہنار ایڑے ہر کس تہ لنگڑ رلان ءِ
ہڑسینگار پدائی ہلکر چہار ہرش ءِ
مسے وال چلوار چار وال جاری نا
ہڑسینگار پیادہ کرا اف لاری نا
درستیاتے کنٹرول نا درست کرینے
شانیا بند غاتا او شانے درینے
اسٹ بس سلام تس وعلیک اف خموشے
شہران مس راہی دھنکہ جنے

ترجمہ: اے خدیا ہم پر رحم کر اس کنٹرول کو اٹھا دے
غریب بے چارہ خوار ہے اور دوکاندار خوش ہے۔
اطلاع ملی ہے کہ کنٹرول کا مال آ گیا ہے
لوگ وہاں گئے مگر بھوک کی وجہ سے پریشان ہوئے
واپس ہوئے اور چار ہاتھ کی لمبائی کے برابر کپڑا خریدا
تین گز چلوار اور چار گز جاری کا
پیدل واپس ہوئے کیونکہ لاری کا کرایہ نہیں
واقف کاروں کو کنٹرول نے بیگانہ بنا دیا
باعزت لوگوں کی شان وہ لے گیا ہے
ایک آیا اس نے سلام کہا اس کا جواب نہیں بلکہ خموشی ہے

لوگ اس طرح کنٹرول کا کپڑا لینے جارہے ہیں گویا ایک برات جارہی ہے۔

صفحہ 51 سے 55 تک بلوچستان کی زبوں حالی کے متعلق ایک نظم ہے۔اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہاں کے لوگ خانہ بدوش ہیں اور سردیوں میں سندھ جاتے ہیں۔ایک ماہ تک راہ میں تکالیف اٹھاتے ہیں۔یہاں بلوچستان میں اول تو بارش نہیں ہوتی اگر ایک برس بارش ہوتو پھر دو تین برس تک لوگ پانی کو ترستے ہیں۔اسی نظم میں ولور کے خلاف بھی دلیری سے لکھا ہے۔

عبدالجبار یار

آپ کی پیدائش 13 جون 1349ھ میں ہوئی۔1951ء میں آپ کی غزلیات کا مجموعہ ''خیرات خور'' شائع ہوا۔

عبدالکریم تراب لاڑکانوی

آپ کی پیدائش 15 جنوری 1913ء کو قریہ قلی تحصیل ڈوکری ضلع لاڑکانہ میں ہوئی۔آپ سندھی اور براہوئی دونوں زبانوں میں لکھتے ہیں۔براہوئی کے کئی مقالے اور مضامین مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔آپ شاعری بھی کرتے ہیں۔دیوان اب تک شائع نہیں ہوا ہے۔

صوفی عبداللہ منگچری

مشہور عالم دین ہیں۔منگوچر (قلات) میں سکونت پذیر ہیں۔ان کا ایک کتابچہ ''دلکشائے عبداللہ'' (منظوم) مشہور و مقبول ہیں۔یہ کتابچہ 1948ء میں پہلی دفعہ شائع ہوا۔اس کے کل 32 صفحات ہیں۔حمد'نعت اور منقبت کے بعد سخاوت' روزہ' نماز' زکوٰۃ' حج وغیرہ کو محکم کرنے کے لیے منظوم پند و نصائح ہیں۔سماجی برائیوں' قبیح رسوم' زنا' رشوت وغیرہ کے

خلاف بھی انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔

مولانا عبدالعزیز

آپ کے والد ملا آزات تھا۔ آپ مستونگ کے علاقہ یلی کاریز میں سکونت رکھتے ہیں۔ آپ کی مشہور و معروف کتاب ''کان جواہر'' (منظوم) ہے۔ اس کا دوسرا نام ''قصص الانبیا'' بھی ہے۔ اس میں انبیاء کرام کے ذکر کے علاوہ حضرت امام حسینؓ کی پوری حیات کا بیان ہے۔ کتاب کی ضخامت 168 صفحات ہے۔ یہ کتاب 1945ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔

مولانا عبدالباقی درخانی

مولانا محمد فاضل درخانی کے نواسے اور مولانا عبد اللہ کے فرزند ہیں۔ آپ کی پیدائش 20 ربیع الثانی 1332ھ (1914ء) میں ہوئی۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کا کلام ریڈیو پاکستان کوئٹہ سے نشر ہوتا رہتا ہے۔ آپ کی چند ایک تصانیف یہ ہیں:

ترقی نارفتار: 16 صفحات کے اس منظوم کتابچہ میں ضلع کچھی کی ترقی کا ذکر ہے۔ کتابچہ 25 مئی 1965ء کو شائع ہوا۔

ارمان: 32 صفحات کا یہ منظوم کتابچہ اردو ترجمے کے ساتھ دسمبر 1969ء میں شائع ہوا ایک بچی اپنے باپ سے چیزیں لانے کی فرمائش کرتی ہے۔ باپ بازار جاتا ہے۔ وہ باپ کا انتظار کرتی رہتی ہے لیکن باپ راستے میں قتل کیا جاتا ہے اور بچی کی مراد بر نہیں آتی۔ اسی طرح آگے ''بچوں کی فریاد'' میں بتایا گیا ہے کہ باپ دور روزگار کے لیے گیا ہوا ہے۔ کئی دنوں تک نہیں آیا ہے۔ اولاد کو اس کی یاد ستاتی ہے۔ اتنے میں اس کی لاش پہنچ جاتی ہے اور گھر میں ایک کہرام مچ جاتا ہے۔

پاکستان ناترقی: 16 صفحات کے اس منظوم کتابچہ میں پاکستان کی ترقی کا بیان ہے۔

دیباچہ ملک محمد رمضان ایڈیٹر ہفت روزہ ''ساربان'' کا لکھا ہوا ہے۔

خطبات درخانی: 100 سے زائد صفحات کی اس کتاب میں مختلف خطبات تحریر ہیں۔ یہ کتاب پہلی دفعہ 1359ھ (1940ء) میں شائع ہوئی۔

مجربات درخانی: طب کی یہ منظوم کتاب 1947ء میں شائع ہوئی۔ کل صفحات 48 ہیں۔

سوغات: ضخامت 48 صفحات ہے۔ جون 1972ء میں شائع ہوئی۔ اس میں جدید براہوئی شعراء کا کلام ہے۔

سپاس نامہ: یہ منظوم سپاس نامہ ڈپٹی کمشنر کچھی کو پیش کیا گیا۔ اس میں علاقے کی ترقی کی درخواست کی گئی ہے۔ کل 16 صفحات ہیں۔ سن اشاعت 10 مئی 1972ء ہے۔

تاج التعویذات حصہ اول (نثر) یہ رسالہ 1351ھ (1932) میں مطبع گیلانی' لاہور میں چھپا۔ ابتداء میں حمد پھر نشرح کا منظوم براہوئی ترجمہ ہے۔

عبدالغفور احسن

نوجوان شاعر ہیں۔ آپ کی پیدائش 1945ء میں ہوئی۔ خاران کے باشندے ہیں۔ والد کا نام مولوی شیر محمد ہے۔ ابتدائی تعلیم والد صاحب سے حاصل کی۔ پھر سکول میں داخل ہوئے۔ 1958ء سے شعر گوئی کر رہے ہیں۔ براہوئی' بلوچی اور فارسی میں اشعار کہتے ہیں۔ آپ کی کتاب ''گل دستہ' عبدالغفور'' 1969ء میں اور ''تخلیات غفور'' 1972ء میں شائع ہوئی۔ یہ دونوں منظوم کتابیں بلوچی میں ہیں۔ پہلے غفور تخلص کیا کرتے تھے۔ اب احسن تخلص کرتے ہیں۔

جذبات احسن: اس کتاب میں براہوئی نظمیں اور غزلیں ہیں۔ کل 88 صفحات

ہیں۔1973ء میں شائع ہوئی۔نظموں میں مسلمان رہبر'اقوام'وقت شکوہ'تہذیب'الفت'علم' کسان'محنت کش'بے پردگی'سقوط مشرقی پاکستان'چرواہا'خدمت والدین اچھی نظمیں ہیں۔ احسن صاحب جدید شاعری کی طرف مائل ہیں۔غزلوں کے چند اشعار بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:

پاوہ چکس مریو ناگمانان بال کیو
دوستنا ای پارغہ کاو استنا احوال کیو
نے آن سوا کہیوہ ہنپہ کنے آن زیبا
درد اخہ در سہیوہ ہنپہ کنے آن زیبا
نہ خط کیسہ راہی زبانی نہ پیغام
ننے نی درنیس کہ تینا خیالان

ترجمہ: میں طائر بن کر اچانک محو پرواز ہو جاؤں
محبوب تک پہنچ کر راز دل معلوم کروں
تیرے بنا یہ زندگی موت ہے'اے محبوب مجھ سے دور نہ ہو
جس قدر درد برداشت کروں پرواہ نہیں اے محبوب مجھ سے دور نہ ہو
نہ نامہ ہے اور نہ قاصد کی زبانی پیغام ہے
ہمیں تم بالکل فراموش کر بیٹھے ہو

عبدالغفور درخانی (پیدائش 1922ء)

آپ براہوئی کے مشہور و معروف ادیب و شاعر ہیں۔آپ کے والد مولانا ابوبکر تھے'جو مولانا محمد فاضل درخانی کے جانشین مولانا عبدالحی کے فرزند تھے۔

آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

سراسر نور مجربات عبدالغفور: 32 صفحات کے اس کتابچے میں تعویذات درج ہیں۔ میرے پیش نظر آٹھواں ایڈیشن ہے جو 2 مئی 1963ء کو شائع ہوا ہے۔

قاعدہ براہوئی: اگرچہ اس کتاب کا نام ''قاعدہ براہوئی'' ہے لیکن دراصل یہ اردو، انگریزی، براہوئی بول چال کے علاوہ فارسی عربی بول چال کی بھی کتاب ہے کل 32 صفحات ہیں۔

حدیث اربعین: اس کتاب کا پورا نام حدیث اربعین المعروف بہ فرحت سرور ہے۔ اس میں چالیس احادیث مبارکہ کے براہوئی ترجمے کے علاوہ چند ایک منظوم پند و نصائح درج ہیں۔ کل 32 صفحات ہیں۔

قاعدہ براہوئی مع بول چال حصہ اول: یہ کتاب پہلی مرتبہ 1968ء میں شائع ہوئی۔ کل صفحات 48 ہیں۔

براہوئی گرامر مع بول چال حصہ دوم: یہ کتاب 48 صفحات پر مشتمل ہے۔ اکتوبر 1968ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔

عبدالقیوم جوہر براہوئی

(پیدائش 29 جنوری 1950ء) آپ سندھ میں براہوئی کی خدمت کر رہے ہیں۔ آپ کی تین کتابیں ''گورپچ''، ''دردانہ'' اور ''احوال'' شائع ہو چکی ہیں۔ 1981ء میں آپ نے براہوئی کے سہ ماہی رسالہ ''سنگت'' کا اجراء کیا۔

عبدالرحمٰن کرد

آپ 25، اگست 1930ء میں پیدا ہوئے۔ براہوئی زبان کے صف اول کے

شاعر اور محقق ہیں۔ آپ کا کلام ''بلوچی'' کراچی ''ایلم'' مستونگ اور ''نوائے بولان'' میں شائع ہوتا رہا ہے۔

بلوچستان کی تاریخ پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں اردو میں ایک جامع کتاب ''ہمارا کارواں'' تحریر کر چکے ہیں۔

براہوئی زبان اور ادب پر مقالہ بزم ثقافت کی کتاب ادب اور ثقافت وادی بولان میں شائع ہوا ہے۔ نمونہ کلام یہ ہیں۔

فکراتے سبک کنگ' دا غمتے گدرفینکہ
(غم اور تفکرات کو مٹانے کے لیے)
ہنس کہ مرے لاڈی شا ایتہ شراب اینو
(محبوب آج جس قدر بھی شراب ہو پلائے جا)
لڑزیرہ عجب زیبٹ نا خنک خماری ءَ
(تیری پرخمار آنکھیں عجیب خوبصورتی سے لرز رہی ہیں)
دے شانغے نظر نے ءَاف طاقت وتاب اینو
(کون ہے جو تجھے ایک نظر دیکھے مجھے تو یہ طاقت نہیں)
پٹاتا مش تہ باٹغ ءَ ہر جا تہارا جھمرے
(وادیوں کو ہساروں پر گھنگھور گھٹا چھائی ہے)
ہر کوچہ مس دنزو مجان چا روشنائی کم ارے
(تمام وادی غبار سے اٹی پڑی ہے روشنی مدھم ہے)
ہورہ غضب نہ وار وار اونا توار است ءِ درے
(بجلی کی پیہم کڑک سے دل دہلے جا رہے ہیں)

ہستین گروک نہ شمبلاخ طوفان سینا رہبرے

(ہر جگہ بجلی کی چمک طوفان کا پیش خیمہ ہے)

ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی

پیدائش 15 مئی 1940ء کو ہوئی۔ آپ کی تعلیم ایم اے۔ ایل ایل بی۔ پی ایچ ڈی ہے۔ آپ مضمون نگار، نقاد، افسانہ نگار، ڈرامہ نویس اور سوانح نگار ہیں۔ براہوئی، اردو اور انگریزی میں بے شمار مضامین لکھ چکے ہیں۔ براہوئی اور اردو کی بیس کتابوں کے مصنف ہیں۔ چند ایک کتابیں یہ ہیں:

گواڑخ: براہوئی لوک گیتوں کا پہلا مجموعہ ہے جو 1969ء میں شائع ہوا۔ کل 86 صفحات ہیں۔

ماہ گل: براہوئی زبان کی یہ مثنوی بلّو شاعر کی تصنیف ہے جسے دریافت کر کے 1967ء میں شائع کیا۔

قدیم براہوئی شعرا (حصہ اول) براہوئی شعراء کا پہلا اردو تذکرہ 1968ء میں شائع ہوا۔ کل 128 صفحات ہیں۔

جامع فہرست مطبوعات بلوچی و براہوئی: یہ کتاب جون 1973ء میں شائع ہوئی۔ ضخامت 88 صفحات ہیں۔ اس میں براہوئی کتب کے علاوہ براہوئی لوک کہانیاں، ضرب الامثال وغیرہ کی کتابیں حال ہی میں شائع ہوئی ہیں۔

عبدالرزاق صابر

آپ نوجوان شاعر و ادیب ہیں۔ غزلیات کی کتاب اور علم عروض پر کتاب حال ہی میں شائع ہوئی ہیں۔

پروفیسر عبدالرؤف

پیدائش 28 فروری 1949ء۔ آپ ایم اے، ایل ایل بی ہیں۔ براہوئی زبان میں کئی مقالات و مضامین ''ایلم'' اور ''اولس'' میں شائع ہوئے ہیں۔ جنوری 1981ء میں آپ کی کتاب سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شائع ہوئی ہے۔ جس پر آپ کو جنوری 1982ء میں صدارتی ایوارڈ ملا۔

عبدالصمد شاہین

آپ سوراب کے مقام پر یکم جنوری 1931ء میں پیدا ہوئے، آپ براہوئی کے مشہور شاعر اور ادیب ہیں۔ آپ کی کتاب ''ہیل ویلد'' (براہوئی، بلوچی، اردو بول چال) شائع ہو چکی ہے۔ کئی کتابیں مسودہ کی صورت میں موجود ہیں۔

غلام محمد شاہوانی

''نوائے وطن'' کے ایڈیٹر تھے۔ اس اخبار میں ان کے بلوچی، براہوئی اور پشتو کے مستقل کالم چھپتے تھے۔ جوانی کے عالم میں 1957ء میں انتقال کر گئے۔

آپ کی ایک کتاب غلام حیدر حسرت نے مرتب کر کے 1968ء میں شائع کی ہے۔ کتاب کا نام ''بولی جا'' اس کتاب میں براہوئی، بلوچی اور اردو بول چال ہے۔

غلام حیدر حسرت

پیدائش 17 نومبر 1946ء۔ ملازئی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے والد کا نام مولانا محمد حسین ہے۔ پنجاب یونیورسٹی سے گریجویشن کے بعد آپ نے ایم اے، ایل ایل بی کیا۔ آپ صف اول کے شاعر اور نثر نگار ہیں۔ ریڈیو پاکستان کوئٹہ سے آپ کا کلام وقتاً فوقتاً نشر ہوتا ہے۔ آپ نے مرحوم غلام محمد شاہوانی کی بول چال کی کتاب ''بولی جا'' کو مرتب

کر کے نومبر 1967ء میں شائع کیا۔1980ء میں آپ کی کتاب ''میسور ناشیر'' (ٹیپو سلطان کی سوانح) شائع ہوئی۔ سیرت النبی ﷺ پر بھی ایک کتاب تحریر کر چکے ہیں۔ کئی مسودات اب تک غیر مطبوعہ ہیں۔

غلام نبی راہی

آپ 15 اگست 1939ء کو کوئٹہ میں پیدا ہوئے۔ لاگریجویٹ ہیں۔ 1957ء سے براہوئی ادب کی خدمت کر رہے ہیں۔ افسانہ نگار، ڈرامہ نگار اور مزاح نگار ہیں۔ ''ایلم'' میں مزاحیہ کالم سہیل وہتم لکھتے رہے ہیں۔ آپ کے افسانے اور ڈرامے ماہنامہ ''بلوچی'' اور ''معلم'' میں شائع ہوئے ہیں۔ ریڈیو پاکستان کوئٹہ سے تعلق ہے۔ سیرت النبی ﷺ پر آپ کی کتاب 1978ء میں شائع ہوئی۔

میر گل خان نصیر

آپ کی پیدائش مئی 1914ء میں نوشکوی کے مقام پر ہوئی۔ ابتدا میں آپ براہوئی اور بلوچی دونوں زبانوں میں اشعار کہا کرتے تھے۔ بعد میں صرف بلوچی میں لکھنا شروع کیا لیکن حال میں آپ نے ایک کتاب ''جنگ نامہ مشہد'' (منظوم) براہوئی زبان میں لکھی ہے۔

مولوی محمد یعقوب شرودی

(پیدائش 1349ھ 1930ء) آپ شاعر اور نثر نگار ہیں۔ اس وقت تک آپ کی مندرجہ ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں:

(1) شکر پارہ (2) نغمات شرودی (3) نماز

مولانا محمد عمر دینارزئی

آپ بنگلزئی قبیلہ کی شاخ دینارزئی سے تعلق رکھتے ہیں۔آپ کے والد کا نام شیر محمد تھا۔اصل وطن کولپور (مرو) ہے۔آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

معجزات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حصہ اول مع وفات نامہ رسول اکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ووفات نامہ بی بی خاتون جنت وشادی بی بی عائشہؓ:

پہلی کتاب یعنی معجزات ﷺ اسم بامسمیٰ ہے۔اس میں کل تیس معجزے بیان ہیں۔ کتاب صفحہ 46 پر ختم ہوتی ہے۔اس کے بعد وفات نامہ بی بی خاتون جنت کا آغاز ہوتا ہے۔ صفحہ 52 سے عنوان بیان امام حسینؓ کی ابتداء ہوتی ہے۔صفحہ 58 سے قصہ شادی بی بی عائشہؓ شروع ہوتا ہے۔اس کا الحان تحفۃ النصائح کی طرز پر ہے۔

صفحہ 63 سے وفات نامہ رسول اکریم صلی علیہ وآلہ وسلم شروع ہوتا ہے۔کتاب کے کل 96 صفحات ہیں۔

معجزات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (منظوم) حصہ دوم: یہ کتاب نومبر 1968ء میں چھپی ہے۔کل صفحات 48 ہیں۔صفحہ 36 کے بعد جنگ نامہ خالد بن ولید کی ابتداء ہوتی ہے۔ معجزات مصطفیٰ ﷺ میں معراج شریف کا بیان ہے۔

حاجی محمد عمر محمد شہی

آپ کے والد حاجی احمد علی تھے۔قریہ کنتی علاقہ شیریں آب (مستونگ) میں رہائش پذیر تھے۔1973ء میں انتقال ہوا اور منگوچر میں مدفون ہوئے۔

آپ کی مشہور کتابیں یہ ہیں:

منہیات العوام: یہ منظوم کتاب 1957ء میں پہلی دفعہ چھپی۔کل صفحات 152 ہیں۔

اس کتاب میں بری اور غیر شرعی رسوم کی مذمت اور انہیں ترک کرنے کے لیے پند و نصائح بیان ہیں۔

تحفۃ المؤمنین: یہ منظوم کتاب پہلی بار 1380ھ میں شائع ہوئی۔ اس کی کل ضخامت 88 صفحات ہے۔ حمد اور نعت کے بعد کتاب میں نصائح بیان ہیں۔

راغب المسلمین: یہ منظوم کتاب 1957ء میں مکمل ہوئی او 1958ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ کل صفحات 96 ہیں۔ اس کتاب میں حمد، نعت اور غزوات کے علاوہ چند اصحابہ کرامؓ کے اسلام لانے کا بیان بھی ہے۔

مولانا محمد اسماعیل

مولانا محمد اسماعیل ذگر مینگل قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ توغو (قلات) کے باشندے ہیں۔ والد کا نام رئیس سفر خان ہے۔ کئی منظوم کتابوں کے مصنف ہیں:

شہادت شریف: یہ کتاب جنگ نامہ محمد حنیف حصہ اول کے نام سے بھی مشہور ہے۔ کل صفحات 80 ہیں۔ معرکہ کربلائے بعد محمد حنیف کی جنگوں کا بیان ہے۔ یہ کتاب 23 ستمبر 1958ء میں شائع ہوئی۔

گلزار یوسف حصہ سوم (منظوم): یہ کتاب 64 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں کل 733 اشعار ہیں۔ کتاب 24 رجب 1377ھ بمطابق 11 فروری 1958ء کو پہلی دفعہ شائع ہوئی۔ اس میں حضرت یوسفؑ کا منظوم بیان ہے۔

گلزار یوسف حصہ چہارم (منظوم): یہ حصہ 1959ء میں شائع ہوا۔ کتاب کی ضخامت 120 صفحات ہے۔

گفتار عاشق: یہ منظوم کتاب فروری 1958ء میں شائع ہوئی۔ کل صفحات 32 ہیں۔

اس میں عاشق کی زندگی کی جملہ کیفیات بیان ہیں۔

محمد اسحاق سوز

سوز صاحب نوجوان شاعر ہیں۔ براہوئیوں کے قبیلہ سالاڑی سے تعلق رکھتے ہیں۔ والد صاحب مولوی عطا محمد صوفی ہیں۔ سوز صاحب کی پیدائش 7 ذوالحج 1366ھ (1948ء) میں شیخ واصل میں ہوئی۔ 1374ھ میں سلہرا شہداد کوٹ کے سکول میں داخل ہوئے۔ پرائمری تک سندھی تعلیم حاصل کی۔ پھر عربی' فارسی تعلیم حاصل کی۔ 1380ھ سے شعروشاعری کررہے ہیں۔ آپ کا کلام ریڈیو پاکستان اور ٹیلی ویژن کوئٹہ سے وقتاً فوقتاً نشر ہوتا رہتا ہے۔ آپ براہوئی شاعری میں جدت پیدا کررہے ہیں۔ نت نئے مضامین اور خیالات کو براہوئی میں منتقل کررہے ہیں۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ چند ایک حسب ذیل ہیں۔

غزلیات سوز: سوز صاحب کے کلام کا پہلا مجموعہ ہے جو یکم محرم 1382ھ بمطابق 1962ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوا۔ کتاب کی ضخامت 24 صفحات ہے۔ حمد اور نعت کے بعد غزلیں ہیں۔

نمونہ کلام حسب ذیل ہے:

ناگمان اینو کریٹ دیداردلبر یارنا

(آج اچانک میری نظر دلبر پر پڑی)

توبے آن روشن خناٹ رخسار دلبر یارنا

(اس کے رخسار مہتاب سے روشن تر تھے)

کنا دا مرض نا دلبر خبر افک طبیباتے

(اے دلبر اطبا نہیں جانتے مجھے کیا مرض ہے)

دوا دیدار ارے نا بس کرک دارو مریضاتے

(تیرا دیدار میں علاج ہے اس لیے مریضوں کا علاج کر)

دغا بازو زیباک لڑہ استے

(حسین محبوب دغا باز ہوتے ہیں دل چھینتے ہیں)

مگر اوفتہ حسن اٹ دغا خنیرہ

(لیکن ان کے حسن میں مجھے دغا نظر نہیں آتی)

گلشن سوز: سوز کی تیسری منظوم کتاب ہے۔ پیش لفظ براہوئی زبان کے مشہور و معروف ادیب مرحوم حافظ سلطان احمد نواب شاہی کا لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ سوز صاحب نے اپنے کلام کی وجہ سے جدید براہوئی شاعری کو صحیح زندگی بخشی ہے۔ ان کے کلام میں روانی، جدت، فصاحت اور بلاغت قابل تعریف ہے۔ ان کے کلام میں تشبیہ، استعارہ، کنایہ بکثرت ملتا ہے۔

کلام کا نمونہ یہ ہے:

عجب نا حسن ٹی جادو ارے دا

نگاہ تو ناز نا است ء پھلیسہ

صنم جلوہ غان نا نجل طور ارے

نہ ثانی نا حسن نہ حور ارے

دیدار ءِ نا خواہنہ نن

دنیا دولت اف درکار

دیر ءِ بنفن حال ءِ نن

سینہ اسٹ غمک ہزار
کسس گر عشق ٹی مبتلا مس
اگر اس بادشاہ آخر گدا مس
انتے کیو گواڑخ نا سیل ءِ چمن ٹی
جغر مثل گواڑخ کنا داغدار ارے
بدنام عشق ٹی نا اکثر اریٹ ای
دیوانہ غاتہ اینو افسر اریٹ ای

ترجمہ: تیرے حسن میں عجب جادو ہے
نگاہ ناز سے تم دل چھین لیتے ہو
اے صنم تیرے جلوے کے روبرو طور خجل ہے
تیرے حسن کا ثانی نہیں ہے
ہم تیرے دیدار کے طلب گار ہیں
ہمیں دولت نہیں چاہیے
حال دل کسے سنائیں
سینہ ایک ہے غم ہزاروں
جو کوئی تیرے عشق میں مبتلا ہوا
اگر وہ بادشاہ تھا تو سمجھ لے وہ گدا بن گیا
بیاباں میں گل لالہ کی سیر کیوں کروں
میرا جگر لالے کی طرح داغدار ہے
تیرے عشق کی وجہ سے رسوا ہوں

آج میں دیوانوں کا سردار ہوں

جذبات سوز: یہ منظوم کتاب ستمبر 1972ء میں شائع ہوئی۔ حمد اور نعت کے بعد غزلیات اور قومی وملی اشعار درج ہیں۔ کتاب میں ایک غزل غیر منقوط بھی درج ہے۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے:

دا شوم سیاہ بختا سوزان مفہ پردہ

(اس بد بخت سوز سے پردہ نہ کر)

دن پردہ رقیبا تان کیسہ صنم یا نہ

(کیا رقیبوں سے بھی اے صنم اس طرح پردہ کرتے ہو)

ہزاراتا استاتے قیدی نی کیسہ

(ہزاروں عاشقوں کے دل کو موہ لیتے ہو)

مگر اُست ءِ نی زیبا تفیسہ

(لیکن اے حسین اپنا دل کسی کو نہیں دیتے ہو)

امر پا تسلی برے سوز ے لاڈی

(اے لاڈلے بتا سوز کو کس طرح تسلی حاصل ہو)

نہ اقرار کیسہ نہ انکار کیسہ

(نہ تم اقرار کرتے ہو اور نہ انکار)

خبر نے انت زائد عشق نا دا

(اے زائد تمہیں عشق کی کیا خبر ہے)

ارے مزہ عجب دا بندگی ٹی

(اس بندگی میں عجب لطف ہے)

نہ خوشی تہ کمی نہ غم تہ حساب اے

(نہ خوشیوں کی کمی اور نہ غموں کا حساب ہے)

کنا زندگی دا عجب لاجواب اے

(میری زندگی کیا عجب لاجواب ہے)

عجبو کنا دا ارے زندگی اس

(میری یہ زندگی عجیب ہے)

نہ خوشحال ءِ حالت نہ خوار و خراب اے

(نہ خوشحال ہوں اور نہ پریشان حال ہوں)

برے لطف است ءَ امر دا ہتم ٹی

(اس بہار میں دل کو کیسے لطف حاصل ہو)

نہ ساقی نہ محفل نہ چنگ ء رباب اے

(نہ ساقی ہے نہ محفل ہے نہ چنگ و رباب ہے)

ارے عشق زاہد کنا دین ءُ مذہب

(ارے زاہد عشق میرا دین اور مذہب ہے)

نہ چاوہ گنا ءِ نہ چاوہ ثواب اے

(میں نہ گناہ سے واقف ہوں اور نہ ثواب سے آشنا)

میر گل بنگلوئی

تاریخ پیدائش 2 اگست 1936ء ہے۔ آپ کی تعلیم ایم اے (تاریخ) ایم اے (سیاسیات) ہے۔ آپ پر جوش شاعر اور نثر نگار ہیں۔ 1957ء سے لکھ رہے ہیں۔

آپ کا کلام ''ایلم''، ''مستونگ''، ''معلم''، ''سریاب اور ''بلوچی دنیا'' ملتان میں اکثر شائع ہوتا رہتا ہے۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے:

موسم ہتم نا پھلا تہ وختے
خرن لباسی دانگ ہر درختے
زیباغہ موسم پھلاتہ گندے
دیک ءُ ہتم نہ برفاتہ رندے
دا دیک ہتم تہ کل آن گچین ءُ
لیکن کنا دیک ایلم خرین ءُ

ترجمہ: بہار کی آمد اور پھولوں کا موسم ہے
درخت سبز پوش ہیں
دلکش موسم، پھولوں کی مہک ہے
بہار کی آمد خزاں کا اختتام ہے
بہار کے یہ ایام سب سے بہتر ہیں
لیکن بھائی میرے ایام تلخ ہیں

یوسف بدوزئی (بنگلوئی)

آپ اسپلنجی میں پیدا ہوئے اور وہیں 1960ء میں وفات پا گئے۔ آپ حضرت سلطان باہو کے عقیدت مندوں میں سے تھے اور اکثر وہاں جایا کرتے تھے۔ آپ نے اس خاندان کے بزرگ سلطان نور محمد (1280ھ تا 1343ھ) کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلہ قادریہ سے منسلک ہو گئے۔

مرشد نور محمد کے حضور میں یوں گویا ہوتے ہیں:

براہوئی	ترجمہ
پسند اس نی کنے دلبر	اے مرشد آپ مجھے بے حد عزیز ہیں
اسہ کان نی کنے ءَبر	ایک بار مجھ تک آ
شکر کیوہ ای مومن اس مسوٹ	شکر ہے میں مسلمان ہوں
نادروازہ غہ بسوٹ	تیری درگاہ میں آیا ہوں
نادیدار کے ای بیوسٹ	میں تیری دید کے لیے ترس رہا ہوں
کنا غورءِ کنا یار کرک	اب آپ توجہ فرمائیں
پٹاک نامون ہم ول ول	تیرے سیاہ بال خمدار ہیں
کنا است ءِ دریس امبل	میرے دل کو چھین کر لے گئے
کنے آن ہیت ءِ کپہ نی اندر	مجھ سے بھید نہ چھپا
خنیو کہ ایت نی کنے موکل	مجھے آشنا ہونے کی اجازت دیجیے
محمد کنا شافعی گنا آتے	حضور میری شفاعت فرمانے والے ہیں
کرک معافی	گناہ معاف فرمایئے
اریس ہم نی کنے کافی	آپ مجھے کافی ہیں
پارے یوسف کنا دلبر	یوسف عرض گزار ہے
محمد نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پیغمبر اریٹ ہم ای نا نوکر	تیرا خادم ہوں۔(1)

حاجی محمد یوسف ثانی

آپ کی پیدائش یکم اپریل 1935ء کو کمند نیمرغ کے مقام پر ہوئی۔ آپ کے مقالات، مضامین اور کلام مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوتا رہتا ہے۔

واحد بخش رند

نوجوان شاعر ہیں۔ ان کی کتاب ''است ناپاک'' (زخم دل) 1975ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں غزلوں کے علاوہ مختلف موضوعات پر نظمیں ہیں۔

حکیم خدائے رحیم مینگل

براہوئی بلوچی کے کہنہ مشق شاعر اور ادیب ہیں۔ ریڈیو پاکستان کوئٹہ سے ان کی غزلیں نشر ہوتی رہتی ہیں۔ براہوئی اور بلوچی مشاعروں میں حصہ لیتے ہیں۔

عبدالحلیم خادمی نوشکوی

کراچی میں قیام ہے۔ براہوئی زبان و ادب کے شیدائیوں میں سے ہیں۔ ان کے کئی ایک مقالات ''ایلم'' مستونگ میں شائع ہوئے ہیں۔

مولوی نور احمد محمد شہی

آپ کی پیدائش 1921ء میں ہوئی۔ والد میر فیروز خان لیویز میں ملازم تھے۔ آپ کے کلام کو خدا داد گل نے ''کلام نور'' کے نام سے مرتب کیا ہے۔ جسے براہوئی ادبی سوسائٹی نے شائع کیا۔ ابتدائی تعلیم مدرسے میں حاصل کرنے کے بعد سکول میں داخلہ لیا۔ جب ساتویں جماعت میں تھے تو والد صاحب کی انتقال کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ منقطع کرنا پڑا۔ براہوئی میں آپ نے بہترین غزلیں کہی ہیں۔ آپ کے دیوان کو خدا داد گل نے مرتب کر کے

شائع کیا ہے۔ چند اشعار یہ ہیں:

اینو نظر ویران بریک دا گلی نا
شاید انانے داکا زیبا ئنگا پری نا
احمد نا گڈفنا غان ہچ بنپروس آواز
فریاد کروس پاروس شیریں سخن ارادے

ترجمہ: آج کوچہ صنم ویران نظر آرہا ہے
شاید یہاں سے پری پیکر چلا گیا ہے
احمد کی وفات کے بعد کوئی آواز نہیں سنو گے
(اور) آہ وفغاں کرتے پھرو گے کہ شیریں سخن کہاں ہے۔

آپ کا انتقال 15 اگست 1977ء کو ہوا۔

BRAHUI ACADEMY PAKISTAN

باب ششم

براہوئی نثر

اردو کی طرح براہوئی زبان وادب کی نشوونما میں صوفیائے کرام کا بڑا نمایاں حصہ ہے۔ حکمرانوں اور حکومتوں کی طرف سے اس زبان کی سرپرستی کبھی نہیں ہوئی۔ ویسے سترھویں صدی عیسوی میں قلات میں براہوئی قمبرانڑیوں نے حکومت قائم کی لیکن ان کی سرکاری زبان فارسی تھی۔ اس لیے براہوئی کی بجائے فارسی ترقی کرتی گئی لیکن اس حکومت کے قیام سے بہت پیشتر آٹھویں صدی ہجری میں ہمیں براہوئی کتابیں ملتی ہیں۔ قدیم ترین نثری کتاب جو حال ہی میں دستیاب ہوئی ہے، وہ ''خدمت دین'' ہے۔ یہ کتاب 709 ہجری کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد دوسری قدیم منثور کتاب ''تحفہ شے میچر'' ہے۔ یہ کتاب 810 ہجری کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد 13 ربیع الاول 980 ہجری کی لکھی ہوئی کتاب ''عملیات گہر بار'' دستیاب ہوئی ہے۔ پھر ہمیں بارھویں صدی ہجری تک نہ تو کوئی منثور اور نہ ہی منظوم کتاب دستیاب ہوتی ہے۔ 1173 ہجری (1759ء) کی منظوم ''تحفہ عجائب'' از ملک داد قلاتی شائع ہو چکی ہے۔

مستشرقین کی مساعی

انیسویں اور بیسویں صدی میں مستشرقین نے بھی براہوئی نثر کی طرف توجہ دی۔ انہوں نے جا بجا اپنی کتابوں اور تحریرات میں براہوئی نثر درج کی ہے۔ 1838ء میں آر لیچ لیفٹیننٹ بمبئی انجینئرز نے براہوئی زبان کی گرائمر انگریزی میں لکھی۔ اس گرامر میں اس نے چند اشعار اور کہانیاں رومن رسم الخط میں تحریر کی ہیں۔ رومن رسم الخط میں قدیم ترین تحریر یہی

لیچ کی ہے۔اس کے بعد اہم ترین کتاب مولوی اللہ بخش کی ''ہینڈ بک آف براہوئی لینگوئج'' ہے جو 1877ء میں چھپی۔کتاب کے مؤلف ہائی سکول کراچی میں فارسی کے معلم تھے۔اس کتاب میں گرامر کے علاوہ چھوٹے چھوٹے فقرے نثر میں دلچسپ کہانیاں اور حکایات درج ہیں۔اسی سال کیپٹن نکلسن نے انگریزی سے بہت کچھ نثری مواد براہوئی میں منتقل کیا۔ان میں گرانٹ ڈف کی مرہٹہ تاریخ نیپر کی ''فتح سندھ'' کے اقتباسات شامل ہیں۔

اسی صدی کے ابتدائی سالوں میں بائبل کے چند براہوئی ترجمے رومن اور نستعلیق میں شائع ہوئے۔پہلے پہل 1905ء میں رومن رسم الخط میں ''یوحنا'' کا براہوئی ترجمہ آنجہانی ٹی جے ایل میئر کے خط سے شائع ہوا۔اس کے کل صفحات 144 ہیں۔پھر 1906ء میں ''یوحنا'' کا دوسرا براہوئی ترجمہ لدھیانہ میں شائع ہوا۔1907ء میں ''یوحنا'' کا تیسرا ایڈیشن خط نستعلیق میں شائع ہوا۔انجیل مقدس کے بعض حصوں لوقا، متی، مرقس وغیرہ کے براہوئی تراجم انہی ایام میں رومن رسم الخط میں شائع ہوئے۔لیکن اس مجموعے پر سن اشاعت تحریر نہیں ہے۔7-1906ء میں ٹی جے ایل میئر کی کتاب ''اے براہوئی ریڈنگ بک'' کے تین حصے شائع ہوئے۔اس میں کافی مواد موجود ہے۔تیسرا حصہ تو ایک کہانی ہے۔1906ء میں گریرسن کی ''لنگوئسٹک سروے آف انڈیا'' شائع ہوئی۔اس کی جلد چہارم کے صفحات 619 تا639 میں براہوئی زبان کا ذکر ہے اور کچھ براہوئی نثر تحریر ہے۔

1907ء میں ڈینس برے کی براہوئی ڈکشنری شائع ہوئی۔اس میں اکثر جگہ الفاظ کو فقرات میں استعمال کیا گیا ہے۔اس طرح عام بول چال کے فقروں کے علاوہ ضرب الامثال بھی بیان کیے گئے ہیں۔1939ء میں ان کی ایک اور کتاب ''براہوئی لوک کہانیاں'' شائع ہوئی۔اس میں براہوئی کی چھ لوک کہانیاں رومن رسم الخط میں مع براہوئی ترجمہ تحریر ہیں۔

براہوئی ادباء کی تصانیف

1282ھ(1860ء) میں مولانا محمد فاضل درخانی نے ڈھاڈر کے مقام پر درخان میں ایک اسلامی مدرسہ قائم کر کے اسے درس و تدریس کے علاوہ تبلیغ کا بھی مرکز بنایا۔ اس مدرسے نے یہاں کی عام فہم زبان براہوئی کو اپنایا۔ اس مدرسے کے فارغ التحصیل طلباء ملک کے کونے کونے میں جاتے تو براہوئی ہی میں تبلیغ کرتے۔ 1883ء میں اس مدرسے کے زیر اہتمام ایک براہوئی کتب خانہ بھی قائم ہوا۔ ایک اندازے کے مطابق اس کتب خانے نے براہوئی کی کم و بیش ایک ہزار کتابیں چھاپی ہیں اور یہی ادارہ براہوئی زبان کا سب سے کثیر الاشاعت ادارہ ہے۔ آج کل اس کی سرگرمیاں کچھ سرد پڑ گئی ہیں۔

1914ء میں مولانا محمد عمر دین پوری نے کلام پاک کا براہوئی ترجمہ پہلی مرتبہ کیا اس کی اشاعت کے لیے مرحوم وڈیرہ نور محمد بنگلزئی نے تین ہزار روپے کی خطیر رقم دی تھی۔ جب کلام پاک کا ترجمہ شائع ہوا تو اس کے نسخے بلوچستان کے علمائے کرام میں مفت تقسیم کئے گئے۔ پھر 1921ء میں دین پوری کا کتابچہ ''اعلان واجب البیان'' شائع ہوا۔ اس میں قرآن مجید اور احادیث کے مطالعے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس کے اگلے برس 1922ء میں مولانا محمد عمر دین پوری کی کتابیں ''مثال حال''، ''تحفتہ الامرا'' اور ''ہدایت المستورات'' شائع ہوئیں۔ اول الذکر میں امور دینی کا مرکز ہے۔ اور دوسری اسم با مسمیٰ ہے یعنی یہ کتاب طبقہ امرا کے لیے ایک تحفہ ہے، اس میں امراء کے لیے پند و نصائح درج ہیں۔ موخر الذکر میں مستورات کے لیے دینی ہدایات بیان ہیں۔

1928ء میں کلام پاک کے کئی پاروں کی تفسیر شائع ہوئی۔ یہ تفاسیر مولانا محمد عمر دین پوری ہی نے لکھی تھی۔ ان میں تفسیر ''الم، سیقول، تلک الرسل، لن تنالو البر، والمحصنٰت،

تبارک الذی (اس کا دوسرا نام مفتاح القرآن ہے) اور سورہ ملک کی تفاسیر شامل ہیں۔

1929ء میں دین پوری کی ایک اور کتاب ''ملا ارانا'' شائع ہوئی۔ اس کتاب میں روزمرہ پیش آنے والے دینی مسائل کا بیان ہے۔ یہ کتاب ایک سو چوالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن 1970ء میں شائع ہوا۔

1932ء میں مولانا عبدالباقی درخانی کی کتاب ''تاج التعویذات'' کا پہلا حصہ شائع ہوا۔ 1933ء میں دین پوری کی کتاب ''قاعدہ براہویہ' چوبیس صفحات پر مشتمل شائع ہوا۔

1935ء میں مولانا محمد عمر دینپوری کی صاحبزادی محترمہ تاج بانو کی ''تسویخ النسواں'' شائع ہوئی۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اسی سال دین پوری کا مضمون ''اعلان واجب الاذعان'' ناصح البلوچ کے اختتامیہ چار صفحات میں شائع ہوا۔

1936ء میں دین پوری نے کوئٹہ کے زلزلے کے متعلق ایک کتاب ''آئینہ قیامت'' لکھی۔ یہ کتاب 112 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں اس قیامت خیز زلزلے کے متعلق مفید معلومات درج ہیں۔ اس سال دین پوری کی تین اور کتابیں شائع ہوئیں۔ ان میں سے پہلا امام غزالی کے ایک رسالے کا ترجمہ ہے۔ کل صفحات 64 ہیں۔ دوسری کتاب ثبوت الحجاب بلد لائل والا تنصاب حصہ اول میں پردہ کے متعلق بحث ہے۔ اس کی ضخامت 122 صفحات ہے۔ تیسری کتاب' ..... العبادت کے ابتدائی سولہ صفحات نثر میں ہیں۔ اس میں دعا کی قبولیت کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔

1937ء میں رسالہ دینیات اول و دوم از دین پوری سوالاً جواباً شائع ہوا۔ پہلے حصے کی ضخامت 132 اور دوسری کی 40 صفحات ہے۔ ان میں مختلف دینی مسائل بیان ہیں۔

1938ء میں عبدالمجید چوتوئی نے ''شمعتہ القلوب'' لکھی۔ یہ کتاب اب تک غالباً شائع نہیں

ہوئی ہے۔اس کا مکمل نام ''شمعتہ القلوب لاحراق الذنوب'' ہے۔اس میں سال بھر کے خطبات براہوئی نثر میں بیان ہیں۔اس کے کل صفحات دوسو ہیں۔اس کے اگلے برس 1939ء میں مولانا دین پوری کی ''داستان ابلیس'' شائع ہوئی۔اس میں ابلیس اور ایک بزرگ کے درمیان مکالمہ تمثیلی پیرائے میں بیان ہے۔

1940ء میں مولانا عبدالباقی درخانی کی ''خطبات درخانی'' حجازی پریس لاہور سے چھپ کر شائع ہوئی۔

1946ء میں مولانا گل محمد نوشکوی کی ''معلم الحج'' شائع ہوگئی۔

1954ء میں عبدالغفور درخانی کی کتاب قاعدہ براہوئی شائع ہوئی۔اسی سال بہائی ہال کی طرف سے عالمگیر دین بہائی اصول کا براہوئی ترجمہ شائع ہوا۔

1958ء میں گل محمد نوشکوی نے ''شروط الصلواۃ'' عربی کا ترجمہ شائع کیا۔مولانا گل محمد نوشکوی کی کتاب ''مجربات نوشکوی'' کی دوجلدیں شائع ہوگئیں۔

1961ء میں نور محمد پروانہ نے براہوئی قاعدہ پانچ ہزار کی تعداد میں چھاپ دیا۔

1963ء میں مولوی عبدالغفور درخانی کی سراسر نور مجربات عبدالغفور شائع ہوئی۔ اسی سال ان کی کتاب حدیث اربعین المعروف بہ فرحت سرور شائع ہوئی۔اس میں چالیس احادیث کا براہوئی ترجمہ اور چند ایک منظوم نصائح ہیں۔

1965ء میں انور رومان نے براہوئی کی لوک کہانیاں مستونگ سے شائع کی لیکن یہ کہانیاں اردو میں ہیں۔

24 اکتوبر 1966ء میں مولوی محمد یعقوب شرودی کی کتاب ''نماز'' شائع ہوئی۔ اس کے کل صفحا 32 ہیں۔

1967ء میں براہوئی کی ایک قدیم مثنوی مصنف بلوکو عبدالرحمٰن براہوئی نے شائع

کرایا۔اس کا دیباچہ جونثر میں ہے' دس صفحات پر مشتمل ہے۔' عبدالرحمٰن براہوئی نے لکھا ہے۔اسی سال ورنا وانندہ گل کوئٹہ نے ادبی مضامین کا مجموعہ بولان نامہ شائع کیا۔اس میں براہوئی نثر صفحات 165 تا 616 شامل ہے۔

1968ء میں بلوچستان کے مشہور و معروف ادیب مرحوم غلام محمد شاہوانی کی ''بولی جا'' جسے غلام حیدر حسرت نے مدون کی شائع ہوئی۔

دسمبر 1968ء میں مولوی عبدالغفور درخانی کی ''براہوئی بول چال'' کی دو جلدیں شائع ہوگئیں۔

اکتوبر 1969ء میں حافظ سلمان احمد مرحوم کا کتابچہ ''علمی زندگی'' شائع ہوا۔

1970ء میں کامل القادری کی کتاب ''شروخ چھپی۔یہ کتاب بلوچستان یونیورسٹی کے براہوئی نصاب میں شامل ہے۔

11 اکتوبر 1971ء میں محکمہ قبائلی اشاعت گاہ کی طرف سے کتابچہ ''صدر نہ کلہو'' شائع ہوا۔

1972ء میں بارڈر پبلسٹی آرگنائزیشن کوئٹہ کی طرف سے کتابچہ ''بلوچستان ناتوار'' شائع ہوا۔

دسمبر 1973ء میں حافظ سلطان احمد مرحوم کی تفسیر سلطانی المعروف بہ تنور الایمان شائع ہوئی۔

1973ء میں بارڈر پبلسٹی آرگنائزیشن کوئٹہ کتابچہ ''بلوچستان ٹی دیرو دیر کاری نا شون'' شائع کی۔اسی سال براہوئی اکیڈمی کوئٹہ نے ادیب اور عالم امتحانات کے لیے دو کتابیں ''نیکی'' اور ''مستائی'' شائع کیں۔ان میں براہوئی ڈرامے' افسانے اور انشائیے شامل ہیں۔۔۔۔نثر کے ارتقاء میں کافی حصہ لیا ہے۔اس میں براہوئی افسانے اور ڈرامے بھی

شائع ہوا کرتے تھے۔

1959ء میں محکمہ ترقی دیہات کا سہ ماہی رسالہ ''کارکن'' شائع ہوا۔اس میں بھی براہوئی ادب کے شہ پارے چھپتے رہے ہیں۔

فروری1960ء میں براہوئی زبان کا سب سے پہلا اخبار''ایلم''محترم نور محمد پروانہ کی ادارت میں شائع ہوا۔یہ اخبار براہوئی زبان کو بام عروج تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

ہفت روزہ ''میثاق الحق'' اردو (ایڈیٹر عبدالرحمٰن غور) نے بھی براہوئی نثری ادب کو کافی ترقی دی۔

1965ء سے قبائلی اشاعت گاہ کے ماہوار رسالے ''اولس'' میں براہوئی نظم ونثر کو جگہ مل گئی۔اس ماہوار رسالے نے براہوئی نثری ادب میں گراں بہا اضافہ کیا ہے اب تک بے شمار مضامین کے علاوہ ڈرامے اور افسانے بھی اس میں شائع ہوئے ہیں۔

1968ء سے روزانہ ''میزان'' کوئٹہ میں بھی براہوئی نثر چھپنے لگی تھی۔لیکن چند شماروں کے بعد بند ہوگئی۔

1974ء سے روزانہ ''اعتماد'' کوئٹہ میں روزانہ براہوئی زبان کا ایک کالم چھپتا ہے۔اس وقت ''ایلم''۔''اولس'' اور اعتماد'' اس زبان کے نثری ادب کی ترقی وترویج میں نمایاں حصہ لے رہے ہیں۔

مختلف کالجوں کے رسائل ''میگزین'' میں براہوئی نثر چھپتی رہتی ہے۔

ریڈیائی ادب

ریڈیو پاکستان سے روزانہ پانچ گھنٹے براہوئی پروگرام نشر ہوتا ہے۔اور بے شمار

ڈرامے ریڈیو سے نشر ہوتے ہیں۔ ٹیلی ویژن کوئٹہ سے بھی براہوئی پروگرام پیش کئے جارہے ہیں۔

افسانے

1957ء سے براہوئی میں افسانے لکھنے کا رواج ہوا۔ ابتدائی افسانہ نگاروں میں دوست محمد دوست اور غلام نبی راہی ہیں۔ دوست محمد دوست کا افسانہ قیدی (''بلوچی'' مارچ 1957ء)، راہی کے افسانے قیدی معلم اکتوبر 1957ء اور خاخر دانا قافلہ (معلم جون 1958ء) میں چھپے تھے۔ ان کے علاوہ اختر، ندیم، ظفر، مرزا، غلام حیدر حسرت، امیر الملک، عبد الرحمٰن براہوئی اچھے افسانے لکھتے ہیں۔ حمیدہ نسرین ایک بہترین افسانہ نگار ہیں لیکن اب شاید انہوں نے ادبی زندگی کو خیر باد کہہ دیا ہے۔

ڈرامے

براہوئی میں ڈرامے 1957ء میں لکھنے شروع ہوئے ہیں۔ اس وقت سب سے پہلا ڈرامہ ''رابی'' غلام نبی راہی کا تحریر کردہ ہے۔ دوسرے براہوئی ڈرامہ نگاروں میں غلام حیدر حسرت، عبدالرحمٰن براہوئی، ظفر مرزا، شاہجہان محمد شہی وغیرہ اچھے ڈرامے لکھتے ہیں۔

موجودہ دور کے نثر نگار

موجودہ دور کے براہوئی نثر نگاروں میں نور محمد پروانہ، پیر محمد زبیرانی، ظفر مرزا، کامل القادری، عبدالرحمٰن براہوئی، غلام نبی راہی، حکیم خدائے رحیم، محمد گل بنگلزئی، عبدالنبی براہوئی، عبدالروف، صلاح الدین مینگل، حمیدہ نسرین، شائستہ انجم، محمد اکبر، امان اللہ مینگل، اختر ندیم، عاقل خان مینگل، جوہر براہوئی، عبدالحلیم خادمی نوشکوی شامل ہیں۔

براہوئیات پر تصانیف

اہل یورپ پہلے پہل براہویوں سے انیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں اس وقت روشناس ہوئے جب 1816ء میں لندن سے سر ہنری ایف پوٹنجر (Henry F.Pottinger) کی کتاب بلوچستان اور سندھ کی سیاحت (Travels in Balochistan and Sind) شائع ہوئی۔ موصوف ایسٹ انڈیا کمپنی میں لیفٹیننٹ تھے۔ کچھ عرصہ سندھ میں پولیٹیکل ایجنٹ بھی رہے۔ اس کتاب کے صفحہ 54 پر تحریر ہے کہ براہوئی زبان اپنے ہمسایہ باشندوں کی زبان سے علیحدہ ہے۔ جو سننے میں تو پنجابی کی طرح ہے لیکن مسلمہ طور پر اس سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی ہے۔ اس زبان کا نمونہ پہلے پہل بمبئی انجینئر کور کے لیفٹیننٹ آر۔ لیچ (Lt. R.Leech) نے جون 1838ء میں ''جنرل آف دی ایشاٹک سوسائٹی آف بنگال'' جلد ہفتم کے صفحات 538 تا 556 میں شائع کیا۔

جس کا عنوان یہ ہے:

Epitome of the grammar of the Brahuiky the panjabi languages with Vocabularies of the Baraky' the Pashi' the Lughmani' the Cashgari' the Tecrahai' and the Deer Dialects.

بعد میں اسے منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز نے 1900ء میں شائع کرایا۔ اس مقالے کا عنوان براہوئی گرامر ہے۔ اس میں براہوئی گرامر کے علاوہ لوک گیت اور دو کہانیاں شامل

ہیں۔صفحہ 539 پر رسالے کے ایڈیٹر جیمز پرنسب (James Prinsep) نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ براہوئی ہند آریائی زبان ہے۔ آر۔ لیچ نے روزانہ بول چال کے سو سے زائد فقرے لکھے ہیں۔ چند ایک یہ ہیں:

براہوئی	ترجمہ
دااشہرناپن انت اے؟	اس شہر کا نام کیا ہے؟
نی انت خوم سے اس؟	تم کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟
ایلم عید مبارک مرے	بھائی عید مبارک ہو
اینو باسنی اے	آج گرمی ہے
اینو یخ اے	آج سردی ہے

دولوک گیت یہ ہیں:

گوری مریو او مار او لعل
نیتو بریو او چنکا جوان
پاسہ بفیسہ او مار او لعل
تیسہ تفیسہ او چنکا ورنا
بامبائے سلیسہ او گل لالہ
گودی خنوئے نے او چنکا ورنا
تینا کروئے او گل سوسن

ترجمہ: اے کم سن اے لعل نایاب تیرے صدقے
اے نوخیز جوان تیرے ساتھ آؤں
وعدہ وصل اے کم سن اے لعل نایاب

وعدہ وصل لیکن وفا نہیں

بالائے بام ایستادہ نہ ہوائے گل لالہ

اے نوخیز جوان عورت تمہیں دیکھ لے گی

تجھے سوسن ہتھیا لے گی

او زیبو ننے دیر ایتے

نا دیک ہنیو ننے دیر اتے

گودی گدان نا ننے دیر ایتے

نا دیک پدینو ننے دیر ایتے

ترجمہ: تیرے ہاتھوں کا پانی شیریں ہے ہمیں پانی پلا دے

گدان (خیمہ) کی ملکہ ہمیں پانی پلا دے

تیرے ہاتھوں کا پانی خنک ہے ہمیں پانی پلا دے

پہلے لوک گیت میں الہڑ دوشیزہ اور جوان عاشق سوختہ اپنے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ دوسرے لوک گیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عاشق ومحبوب ایسے خطے میں ہیں جہاں کے لوگ پانی کی ایک بوند کو ترستے ہیں۔ اس لیے عاشق وصل کی بجائے صرف اور صرف پانی کا طلب گار ہوتا ہے۔ گویا اس میں پورے بلوچستان کی عکاسی کی گئی ہے کہ یہاں پینے کو پانی نہیں ملتا ہے۔

آر۔ لیچ نے جو دو براہوئی کہانیاں لکھی ہیں ان میں سے پہلی کہانی سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ:

1۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔

2۔ اس دنیا میں فساد کی جڑ عورت ہوتی ہے۔

دوسری کہانی میں عورت کی خاوند سے وفاداری اور اپنی چال بازی سے بادشاہ تک کو اپنے دام میں گرفتار کرنا بیان ہے۔

پہلی کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ چار دوست صراف' درزی' بڑھی اور فقیر روانہ ہوتے ہیں۔راہ میں رات پڑتی ہے۔وہ پہرہ دینے کا فیصلہ کرتے ہیں۔پہلی باری بڑھئی کی آتی ہے۔ وہ لکڑی کے ایک ٹکڑے کو لے کر نسوانی شکل تیار کرتا ہے۔پھر جب صراف کی باری آتی ہے تو وہ اس کے لیے زیور بناتا ہے۔پھر درزی کپڑے پہناتا ہے اور فقیر اس میں سانس پھونک کر اسے زندہ کر دیتا ہے۔اب چاروں اس کے دعوے دار ہوتے ہیں۔ایک شخص ان کو جھگڑتے دیکھ کر آتا ہے۔جب پوری داستان سنتا ہے تو کہتا ہے' یہ تو میری بیوی ہے۔ان کے ہمراہ بیٹا بھی تھا اس کو بھی لاؤ۔پھر سب کوتوال کے پاس جاتے ہیں۔وہ کہتا ہے یہ تو میری بھابی ہے۔ پھر سب بادشاہ کے پاس انصاف کے لے جاتے ہیں۔وہ سب کو مار کر عورت کو ہتھیا لیتا ہے۔

دوسری کہانی یوں ہے کہ منصور کے والدین سات سال کی عمر میں مر جاتے ہیں۔ وہ اپنے شہر سے روزگار کی تلاش میں نکلتا ہے۔راہ میں ایک بوڑھے سے ملاقات ہوتی ہے۔ رات اس کے ہاں بسر کرتا ہے۔پھر اس کی بیٹی سے منصور کی شادی ہو جاتی ہے۔چند سال قیام کے بعد پھر اپنی بیوی کے ہمراہ اپنے وطن واپس آتا ہے۔یہ خبر پھیل جاتی ہے کہ منصور ایک حسین وجمیل بیوی بیاہ کر لایا ہے۔وکیل' وزیر' بادشاہ سب اس سے ناجائز تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں لیکن اپنی چال بازی سے سب کو ایک ہی وقت اپنے گھر میں بلا کر پھنسا دیتی ہے۔ وہ ایک دوسرے کا منہ تکتے ہیں اور شرمندہ ہو جاتے ہیں۔

آر۔لیچ کے چار سال بعد 1842ء میں چارلس میسن (Charles Messon) کی کتاب بلوچستان میں مختلف سیاحتوں کا ذکر Narrative of Various Journeys in Balochistan, Sindh and Punjab لندن سے شائع ہوئی۔اس کے ایک

سال بعد 1843ء میں لندن سے ان کی دوسری کتاب بعنوان Narraive of Journey of Kalat شائع ہوئی۔ اس کے صفحات 398 تا 403 براہوئی فرہنگ دی گئی ہے۔ صفحہ 394 پر فاضل مصنف نے لکھا ہے کہ اس زبان میں قریبی ایرانی زبانوں کے مستعار الفاظ شامل ہیں لیکن اکثر الفاظ کے اصل کے متعلق ہمیں سردست معلوم نہیں ہیں۔ اول الذکر کتاب کا دوسرا ایڈیشن آکسفورڈ پریس کراچی نے 1974ء میں شائع کیا ہے۔ میسن کا اصلی نام James Lewiv تھا۔ اس کی پیدائش 1798ء کے لگ بھگ ہوئی تھی۔ اس نے چودہ سال تک (1826ء تا 1840ء) سفر کرنے کے بعد اپنے سفرنامے تحریر کئے۔ خود فوج میں ملازم تھا لیکن اپنے ایک دوست کے ہمراہ فوج سے راہ فرار اختیار کرنے میں کامیاب ہوا۔ پھر مختلف علاقوں میں گھومتا پھرتا رہا۔ فارسی روانی سے بولتا تھا۔ تھوڑی بہت اردو بھی جانتا تھا اپنے آپ کو حاجی اور ملا ظاہر کرتا تھا۔

چارلسن میسن کے ایک سال بعد 1844ء میں جرمن عالم کرسٹیان لاسن (Christian) نے Zeitschrififuer die kunde des morgenlaenes (Lassen) کے شمارہ پنجم کے صفحات 337 تا 409 میں ایک مقالہ Untersuchungen ueber die ethnographische stellung der Voelker im Westen Indiens. Die Brahui and ihre Sparche. کے عنوان کے تحت آر۔ لیچ کے مواد کا تجزیہ پیش کیا اور زبان کے تاریخی پس منظر کا ذکر کرتے ہوئے پوٹنگر اور میسن کی تحریرات سے اتفاق کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ براہوئی زبان میں قریبی ایرانی اور ہند آریائی زبانوں سے مستعار الفاظ شامل ہیں۔ پروفیسر انور رومان تاریخ ادبیات مسلمانان ہندو پاک صفحہ 427 پر تحریر کرتے ہیں کہ لاسن پہلا ایرانی عالم ہے جس نے براہوئی زبان کا تقابلی مطالعہ کیا اور لکھا ''مجموعی طور پر براہوئی زبان اسی قبیلے سے نکل ہوئی معلوم ہوتی ہے

جس سے پنجابی اور سندھی نکلی ہیں۔لیکن اس میں صریحاً دراوڑی وغیرہ شامل ہے۔(جلد دوم صفحہ 15) گو بعد کی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا کہ براہوئی دراوڑی کا منبع ایک ہی ہے اور اس میں پنجابی، سندھی وغیرہ الفاظ بعد میں شامل ہو گئے ہیں۔تاہم لاسن کے فرمودہ پر ہی براہوئی کے لسانیاتی مطالعہ کی عمارت کھڑی ہوئی"۔

1856ء میں رابرٹ کالڈویل (Rve. Robetr Caldwell) (جو بعد میں بشپ ہوئے) کی کتاب دراوڑی اور جنوبی ہند کے خاندانوں کی زبانوں کا تقابلی گرامر (A Comparative Grammar of Dravidia or South, Indian Family of Languages) لندن سے شائع ہوئی۔اس کتاب کا پہلا ایڈیشن 1856ء میں شائع ہوا (دوسرا ایڈیشن 1875ء) 1913ء میں یہ کتاب تیسری بار طبع ہوئی۔ چوتھی بار یہ کتاب 1956ء میں مدراس میں چھپی۔اس میں اس نے براہوئی کو دیگر السنہ دراوڑی میں شامل کر کے لاسن کی نسبت نہ صرف زیادہ واضح کیا بلکہ زیادہ قریب بنا دیا۔اس کے بعد 1960ء میں لندن سے ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر (W.W.Hunter) کی ہند کی غیر آریائی زبانوں کی تقابلی ڈکشنری (Comparative Dictionary of the non-Aryan Languages) شائع ہوئی۔1870ء میں براہوئی کے متعلق ایک اطالوی عالم فیلیچے فنزی (Felece Finzi) نے ایک رسالے Bollection Della Socictam, geographica Italtana. (Fasc V.P.pp.132-133) میں ایک مضمون بعنوان Brahui Della Socicta, di etnologia linguistica) شائع ہوا۔ان کی تحریرات کو اگر ہم آر لیچ کی تحریرات کا دوسرا ایڈیشن کہیں تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ اس مقالے کا جملہ مواد آر۔لیچ کی تحریرات ہی سے ماخوذ ہے۔

1871-72ء میں بنگال اسٹاف کور کے سر جن ہنری والٹر بیلیو (Henry

Walter Bellew) نے ایک سرکاری برطانوی جماعت کے ہمراہ ملتان سے تہران تک سفر کیا تھا۔1874ء میں اس نے لندن سے اپنا سفرنامہ سندھ سے دجلہ تک (From the Indus to the Tigris) شائع کرایا۔اس میں بلوچستان، افغانستان، خراسان اور ایران کے سفر کا ذکر ہے۔اس کے صفحات 743 سے 493 تک براہوئی زبان کی مختصر گرامر اور فرہنگ درج ہے۔اس میں بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں متن شامل نہیں کیا گیا ہے۔وہ تحریر کرتا ہے کہ میں اپنا مواد قلات میں جمع کرنے کے بعد اس کا موازنہ دوسرے علاقوں میں کیا۔ موصوف نے پشتو پر بھی کام کیا ہے۔اس سلسلے میں ان کی کئی کتابیں شائع ہوئیں۔

اسی سال یعنی 1874 میں سر جارج کیمبل (Sir George Campbell) کی کتاب ''ہندوستان کی زبانوں کے نمونے'' (Specimens of Languages of India) کلکتہ سے شائع ہوئی۔اس کتاب کے کچھ صفحات (صفحہ 25) پر براہوئی زبان کا ذکر ہے۔

کوئٹہ مشن ہسپتال کے ڈاکٹر رانی ہالینڈ کی ذاتی لائبریری میں براہوئی زبان کی مختصر گرامر و لغت کا ایک مسودہ ہے۔اس میں کل 46 صفحات ہیں اور رجسٹر سائز کے لیکر دار کاغذوں پر سیاہ روشنائی سے عمدہ رومن خط میں تحریر شدہ ہے۔خط کو دیکھ کر انسان اس کے تحریر کنندہ کو داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔یہ مسودہ مجلد ہے۔مسودے کی ابتداء کا پہلا ورق خالی ہے۔ یعنی اس پر کچھ تحریر نہیں ہے۔اس طرح صفحات 44، 45، اور 46 پر بھی کچھ تحریر نہیں ہے۔

نمبر شمار کرتے وقت غلطی سے صفحہ 34 دو دفعہ لکھا گیا حالانکہ دوسرے پر 35 لکھنا چاہیے تھا۔اسی طرح غلطی کی وجہ سے صفحہ 23 کے بعد 25 لکھا گیا ہے۔صفحہ 22 سے براہوئی لغت کی ابتداء ہوتی ہے۔سب سے پہلے انسانی اعضاء براہوئی مع انگریزی ترجمہ لکھے گئے ہیں۔یہ کل ستاسی ہیں۔

اس کے بعد رشتہ داروں کا ذکر ہے۔ یہ الفاظ 23 ہیں۔ پھر پوشاک اور زیورات کے ساتھ، گھریلو استعمال کی تریسٹھ پالتوں جانوروں اور ان سے متعلق پینسٹھ زراعت اور زرعی اوزاروں کے اڑتیس، مظاہر قدرت سے متعلق اکتالیس، درختوں اور پودوں کے چھتیس، پرندوں اور جانوروں کے انچاس، اسم صفت کے چھہتر براہوئی الفاظ اور ان کا انگریزی ترجمہ تحریر ہے۔

ابتدائی کے بائیس صفحات میں براہوئی گرامر تحریر ہے۔ افتتاحیہ میں یہ تحریر ہے یہ زبان (براہوئی) تمام بلوچستان میں مغرب تک کیچ، پنجگور، جالک اور سیستان کی سرحدوں تک بولی جاتی ہے۔ اس کا رسم الخط فارسی ہے۔

گرامر میں اگرچہ فروگذاشت ہیں لیکن ان پر گرفت کرنے سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جس نے اس مسودے کو لکھا ہے وہ اہل زبان نہیں تھا۔ اس نے خود ہی یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ جب میں نے اس کام کی ابتداء کی تو میرے روبرو کوئی قواعد نہیں تھے جن سے میں استفادہ کرسکتا۔

1876ء میں انڈین اینٹی کوئری (India Antiquary) بمبئی شمارہ پنجم میں جی یو پوپ (Rev. G.U.Pope) کا مقالہ شائع ہوا:

"Notes on the South Indian or Dravidian Family of Languages". (1876, pp. 157 and ff.297 and ff. 360 and ff. vol, viii, 1879, pp. 60 and ff.)

1877ء میں کراچی سے ایک اہم کتاب شائع ہوئی۔ وہ مولوی اللہ بخش زہری کی Handbook of teh Brohui Language تھی۔ آپ زہری قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان دنوں کراچی کے ہائی سکول میں فارسی کے معلم تھے۔ آپ نے یہ کتاب انگریزوں کو

براہوئی سکھانے کے لیے لکھی جو 1877ء میں کمشنر پریس کراچی میں چھپی۔ ابتداء کے بارہ صفحات لغات پر مشتمل ہیں جن میں 379 انگریزی الفاظ کے مقابلے میں ان کے مقابلے میں ان کے براہوئی الفاظ درج ہیں۔ اختتام کے ساتھ صفحات میں اغلاط نامہ ہے۔ باقی ایک سو چونتیس صفحات میں گرامر، بول چال کے فقرے اور چھوٹی چھوٹی کہانیاں ہیں جو فارسی سے نقل کی ہوئی ہیں۔ اس طرح کتاب کی ضخامت 154 صفحات بنتی ہے۔ کتاب میں براہوئی زبان کے لیے جو رسم الخط اختیار کیا گیا ہے۔ وہ سندھی رسم الخط ہے۔

کتاب میں براہوئی گرائمر کے قاعدے بے حد آسان پیرائے میں درج ہیں۔ کتاب کے آخر میں فارسی سے ماخوذ جو اُنیس چھوٹی چھوٹی کہانیاں ہیں۔ ان میں سے چار یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

دوست سے ملاقات

ایک شخص دوپہر کے وقت کسی دوست کی ملاقات کے لیے اس کے گھر گیا۔ اس نے گھر کے اندر سے اسے آتے ہوئے دیکھا تو نوکر سے کہنے لگا کہ وہ شخص جو آرہا ہے، جب یہاں آکر پوچھے کہ گھر کا مالک کہاں ہے تو اس سے کہہ دینا کہ وہ ایک شخص کے ہاں دعوت کھانے گیا ہے۔ وہ آدمی پہنچ گیا اور پوچھا کہ گھر کا مالک کہاں ہے۔ نوکر نے جواب دیا کہ میرا آقا باہر گیا ہوا ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ کیسا بے عقل ہے کہ دوپہر کی گرمی میں گھر سے باہر گیا ہے۔ مالک نے کھڑکی میں سے سر نکال کر کہا کہ بے عقل تو تم ہو کہ اس وقت (دوپہر) ادھر اُدھر پھرتے ہو۔ میں تو دن بھر سے اپنے گھر میں ہوں۔

شاعر اور دولت

ایک شاعر کسی دولت مند کے پاس چلا گیا اور اس کی بے حد تعریف کی۔ اس سے

دولت مند بہت ہی خوش ہوا اور اس سے کہا کہ اس وقت تو میرے پاس پیسے نہیں ہیں، اگر تم کل آجاؤ تو میں تمہیں گندم دوں گا۔ شاعر اپنے گھر چلا گیا اور دوسری صبح دولت مند کے پاس آیا۔ دولت مند نے پوچھا تم کس لیے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ کل تم نے گندم دینے کا وعدہ کیا تھا اس لیے میں آیا ہوں۔ اس پر دولت مند بولا، تم بڑے احمق ہو۔ تم نے مجھے باتوں سے خوش کیا میں نے بھی تمہیں ایک بات سے خوش کیا۔ اب میں تمہیں گندم کیونکر دوں؟ شاعر شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

حکمت عملی

ایک لالچی نے اپنے دوست سے کہا کہ میرے پاس ایک ہزار روپے ہیں۔ میں ان کو شہر سے باہر گاڑ دینا چاہتا ہوں۔ یہ ایک مخفی بات ہے۔ سوائے تیرے اور کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ مختصر یہ کہ وہ دونوں اکھٹے گئے اور پیسوں کو ایک درخت کے نیچے گاڑ دیا۔ چند دنوں کے بعد وہ لالچی اکیلا اس درخت کے پاس گیا اور اپنے پیسوں کا کچھ نشان نہ پایا۔ اس نے اپنے جی میں کہا سوائے میرے اس دوست کے اور کوئی پیسوں کو نہیں لے گیا ہے۔ اگر میں اس سے دریافت کروں تو شاید وہ نہ مانے۔ اس لیے وہ اس کے گھر گیا اور اس سے کہا کہ میرے ہاتھ کچھ پیسے آئے ہیں۔ ان کو بھی اس جگہ رکھتے ہیں اگر تم کل آجاؤ تو دونوں اکھٹے چلیں گے۔ اس دوست نے دوسرے پیسوں کے لالچ کی وجہ سے پہلے والی رقم بھی وہاں جا کر دکھی دی۔ لالچی دوسرے دن تنہا وہاں گیا۔ اپنے پیسوں کو اس جگہ موجود پایا۔ اپنی حکمت عملی سے خوش ہوا اور اس کے بعد دوستوں پر بھروسہ کرنا چھوڑ دیا۔

فقیر کی حاضر جوابی

ایک شخص کسی فقیر کے پاس گیا اور اس سے تین سوال پوچھے۔ پہلا یہ کہ کہتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے' لیکن میں اسے کسی جگہ بھی نہیں دیکھتا ہوں۔ اس لیے مجھے دکھا دے کہ خدا کہاں ہے؟ دوسرا سوال یہ کہ انسان کو گناہ کے بدلے میں سزا کیوں دیتے ہیں؟ انسان جو کچھ کرتا ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور انسان کا اپنا اختیار نہیں ہے کیونکہ وہ خدا کی مرضی کے خلا کچھ نہیں کرسکتا۔ اگر اسے اختیار ہوتا تو وہ اپنے لیے بھلے کام کرتا۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ خدا شیطان کو دوزخ میں کس طرح جلائے گا کیونکہ شیطان خود آگ سے پیدا ہوا ہے' آگ آگ پر کیا اثر کرسکتی ہے؟

فقیر نے ایک بڑا سا ڈھیلا اٹھایا اور اس کے سر پر دے مارا۔ اس شخص نے قاضی کے پاس جا کر شکایت کی کہ میں نے فقیر سے تین سوال پوچھے تھے لیکن اس نے مجھے ڈھیلے سے مار دیا۔ قاضی نے فقیر کو بلا کر پوچھا کہ تم نے کیوں اس کے سوالوں کا جواب نہ دیا اور کیوں اس کے سر پر ڈھیلا مارا؟ فقیر نے (قاضی سے) کہا کہ یہ ڈھیلا اس کے سوالوں کا جواب ہے۔ یہ کہتا ہے کہ میرے سر میں درد ہے وہ مجھے درد دکھا دے تو میں اسے خدا دکھا دوں گا۔ اس نے کیوں میری شکایت کی جو کچھ میں نے کیا خدا کی مرضی سے کیا ہے۔ خدا کی مرضی کے بغیر میں نے اسے نہیں مارا ہے۔ میری بساط کیا ہے؟ یہ مٹی سے پیدا ہوتا ہے' مٹی کے ڈھیلے سے اسے کس طرح سزا ملی؟ وہ شخص ہکا بکا رہ گیا اور قاضی فقیر کے جواب سے بہت ہی خوش ہوا۔

1879ء میں Indian Antiquary (بمبئی 9 کی جلد ہشتم میں Rov.F.Kittel کا مقالہ ڈاکٹر پوپ کے پچھلے مقالے پر شائع ہوا۔

جس کا عنوان تھا:

Some Remakrs on Dr. Pope's "Notes on South Indian or Dravidian Family of Languages", (pp.47.ff)

1880ء میں میونخ یونیورسٹی کے ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ (Ernest Trumpp)

نے براہوئی زبان کا غائر مطالعہ کرنے کے بعد وثوق سے یہ لکھ دیا کہ براہوئی السنہ دراوڑی کی ایک شاخ ہے۔

ٹرمپ کے براہوئی زبان پر مقالے کا عنوان حسب ذیل ہے:

Grammatische Unrersudchungen ueber die Sparche der Brahuis.

یہ مقالہ مندرجہ ذیل رسالے میں شائع ہوا:

Sitzungsberichte der philosophch-philologischen und historischen classc der k.b.akademic der wissenxchaften zu Muenchen, 1880, (Supplement) Heft vi.

1882ء میں انڈین اینٹی کوئری کے مئی کے شمارے میں صفحہ 131 پر پادری جی شرٹ (Rev.G.Shirt) ایم اے ایس نے ایک براہوئی لوک گیت مع انگریزی ترجمہ شائع کیا۔ (صفحہ 131-319) پھر اسی سال کے نومبر کے شمارے میں انہوں نے دو براہوئی لوک گیت مع انگریزی ترجمہ شائع کرائے۔ اسی سال لندن سے میک گریگر (C.Mac Gregor) کی کتاب بلوچستان کی سیاحت (Wanderings in Baluschistan) شائع ہوئی۔ اس میں براہوئیوں کا ذکر ہے۔

اب ہم براہوئی گرامر کے ایک مسودے کا ذکر کرتے ہیں، جس کے مؤلف تقدس مآب پادری ٹی جے ایل میئر (T.J.L.Mayer) ہیں۔ یہ گرامر ایسے کاغذ پر تحریر ہے کہ جس پر واٹر کلر میں 1885ء میں تحریر ہے۔ کتاب کی ضخامت 70 صفحات ہے۔ 4 صفحات ٹائٹل کے ہیں۔ اس طرح کل ضخامت 74 بنتی ہے۔

پہلے صفحے پر انگریزی براہوئی ڈکشنری تحریر ہے۔ ڈکشنری کی ابتداء تیسرے صفحے

سے ہوتی ہے اور صفحہ 9 پر ختم ہوجاتی ہے۔ صفحات 2، 4، 6، 8، 10، 16، 22، تا 16، 28، 44، 45، 49، 50، 52 تا 62، 64 اور 70 پر کچھ تحریر نہیں ہے۔ صفحہ 47 تقریباً خالی ہے اس پر سرخ پنسل سے تحریر ہے۔ Verb, They, Past۔

صفحہ 11 کے بعد گرامر کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس میں گرامر کے مختلف قاعدے بیان ہیں۔

1887ء میں بنگال آرمی کے سرجن میجر تھیوڈور ڈیوکا (Theodore Duka) نے ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ کے جرمنی میں تحریر کردہ مقالے کا ترجمہ کیا۔ عنوان یہ ہے:

An Essay on the Brahui grammer, after the German works of the late Dr.Trumpp, of Munich University (Jonrnal of the Royal Asiatic Society, Vol. xix, 1887, pp.59 ff)

اسی سال امریکی عالم پروفیسر جان ایوری (John Avery) کا مقالہ The Brahui Language درج ذیل رسالے میں شائع ہوا:

The American Antiguarian and Oriental Journal Vol. ix, pp.189f)

1888ء میں میجر ایچ جی راورٹی (Maj.HG. Raverty) کی کتاب Notes on Afghanistan لندن سے شائع ہوئی۔ اس میں ہمیں براہویوں کا ذکر ملتا ہے۔

موجودہ صدی کے دوسرے سال یعنی 1902ء میں ایف بگ وتھر (Bigg Whither) کی کتاب راہنمائے زبان براہوئی A guide to the Study of Brahui الہ آباد سے شائع ہوئی۔

1906ء میں جی اے گریرسن (G.A. Grierson) کی ہندوستانی زبانوں کا

جائزہ (Linguistic) کلکتہ سے شائع ہوئی۔ کتاب کی چوتھی جلد کے صفحات 619 تا 639 تک براہوئی کا ذکر ہے۔ اس میں براہوئی متن رومن رسم الخط میں درج ہے۔ قلات اور کراچی میں بولی جانے والی براہوئی کے تین نمونے درومن میں درج ہیں۔ ان کا انگریزی ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔

7۔1906ء میں پادری ٹی جے ایل میئر (T.J.L.Mayer) کی براہوئی نصاب کی کتاب (A Brahui Reading Book) تین جلدوں میں شائع ہوئی۔ حصہ اول میں 32 صفحات ہیں۔ اس میں سات کہانیاں، پانچ مضامین اور چار گیت شامل ہیں۔ دوسری جلد کے 48 صفحات ہیں۔ اس میں دس کہانیاں تین مضامین اور چار گیت درج ہیں۔ جلد سوم سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک کہانی رومن میں تحریر ہے۔

1907ء میں کرزن پریس کوئٹہ سے رائے صاحب دیوان جمعت رائے کی ''نوٹس آن دی سٹڈی آف دی براہوئی لینگوئج'' شائع ہوئی۔ آنجہانی جمعت رائے 1961ء میں پیدا ہوئے۔ 1880ء میں ملازمت اختیار کی اور مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے۔ 1900ء میں برٹش نے بلوچستان سے سول افسروں کے لیے براہوئی کا امتحان پاس کرنا لازمی قرار دیا۔ جمعت رائے نے یہ امتحان امتیاز کے ساتھ مئی 1904ء میں پاس کیا۔ انہوں نے بیس سے زائد کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی یہ براہوئی کتاب سوا سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں روزمرہ بول چال کے فقروں کے علاوہ صفحہ 105 سے قصہ کہانیاں رومن میں تحریر ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ ان کا انگریزی ترجمہ بھی بیان ہے۔ اسی سال ہتورام کی کتاب ''تاریخ بلوچستان'' شائع ہوئی۔ اس میں براہویوں کا ذکر ہے۔

براہوئی زبان کے محققین میں سر ڈینس برے (Sir Denys De Samuraz Bray) آئی سی ایس سرفہرست ہیں۔ ان کی پیدائش 29 نومبر 1875ء میں ہوئی۔ آکسفورڈ

سے بی اے کی ڈگری لینے کے بعد 1898ء میں انڈین سول سروس میں شامل ہوئے۔ بلوچستان، صوبہ سرحد اور پنجاب میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ 1904ء میں ان کی تقرری بلوچستان میں ہوئی۔ اس دوران انہوں نے براہوئی سیکھی۔ چار برس اس زبان کی تحصیل پر صرف کرنے کے بعد ستمبر 1907ء میں براہوئی گرامر کی کتاب ''دی براہوئی لینگویج'' (The Brahui Language) حصہ اول لکھی۔ جو اسی سال کلکتہ سے شائع ہوئی۔ 1908ء میں اس کا دوسرا اور 1909ء میں تیسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ براہوئی گرامر پر یہ سب سے پہلا مبسوط کام ہے۔

1910-11ء میں (Indian Antiquary) (بمبئی) کے نومبر 40-39 میں کے وی سبایہ کا درج ذیل مقالہ شائع ہوا:

(A Comparative of study the Dravidian Languages) 1911ء میں E. Hultzsch کا مقالہ ''دی براہوئی لینگویج'' لیپزگ شائع ہوئی۔

1913ء میں ''ہندوستان کی مردم شماری'' شائع ہوئی۔ اسے مرتب کرنے والے سر ڈینس برے تھے، مردم شماری کی اس رپورٹ میں براہویوں کے متعلق ایک مبسوط مقالہ تحریر ہے۔ اسی سال ان کی دوسری کتاب A Life History of a Brahui لندن سے شائع ہوئی۔ اس میں مہد سے لحد تک براہوئی رسومات تحریر ہیں۔ اس کا دوسرا ایڈیشن 1977ء کراچی میں شائع ہوا۔

1921ء میں آنجہانی تقدس مآب پادری اے۔ ڈنکن ڈکسی (A. Duncan Dixey) نے ''براہوئی ڈکشنری'' مکمل کی۔ یہ ڈکشنری اب تک طبع نہیں ہوئی ہے۔ انہوں نے اس ڈکشنری پر 1906ء میں کام شروع کیا اور پندرہ برس کی محنت و مشقت کے بعد 1920ء میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ 1921ء میں اس کا مسودہ ٹائپ ہوا اور دسمبر 1923ء میں اس

کانسخہ برٹش میوزم کوتحفہ دیا۔اس کی ایک نقل راقم کے پاس ہے۔

جن دنوں پادری اے۔ ڈنکن ڈکسی نے اپنے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا تو مسودے کونظر ثانی کے لیے براہوئی کے عظیم سکالر ڈینس برے کو بھیجا۔ان دنوں آنجہانی ڈینس برے انگلینڈ میں بغرض علاج گئے ہوئے تھے۔ان کے طبی مشیر نے ان کو کام کرنے سے منع کیا تھا۔اس لیے آنجہانی ڈینس برے نے مسودے پرنظر ثانی نہیں کی۔لیکن مسودے کو فوری طور پر واپس بھی نہیں کیا تا کہ کچھ افاقہ ہواوراس کے بعد اس پرنظر ثانی کرسکیں۔انگلینڈ میں انہوں نے اس مسودے کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔جب واپس ہندوستان آئے تو معتمد خارجہ کے عہدے پر تعینات ہوئے۔کام کی زیادتی کی وجہ سے انہیں وقت نہیں ملا۔اس لیے مسودہ واپس کردیا۔

براہوئی لغت کا یہ مسودہ جسے اب تک شرف طباعت حاصل نہیں ہوا ہے، بڑے سائز کے سوصفحات پر مشتمل ہے۔صفحہ نمبر 99 اور 100 خالی ہیں۔

برٹش میوزیم میں جو مسودہ محفوظ ہے اس پر کسی نے نظر ثانی نہیں کی ہے۔اس کی دوسری نقل جو ریورنڈ ڈکسی کے پاس تھی۔انہوں نے اس پر 1929ء میں نظر ثانی کی خوش قسمتی سے ستمبر 1970ء میں اس نظر ثانی شدہ مسودے کو مجھے دوبارہ نظر ثانی کے لیے دیا گیا اور میں نے اپنی بساط کے مطابق اس میں اصلاح کی۔

1929ء میں George Morgenstierne کی کتاب بعنوان A Report on a Linguistic Mission to Afghanistan چھپی۔اس میں براہوئی کا ذکر ہے۔

''ایجوکیشن ریویو'' (مدرس) کے شمارہ بابت اگست 1928ء میں ایل وی رامسوامی آئر (L.V.Ramswami Aiyar) کا مقالہ دراوڑی نوٹس صفحات 1 تا 14 میں شائع ہوا۔

صفحات 7 تا11 میں مقالہ بہ عنوان براہوئی افعال کی زمانی قسمیں "The Tense Forms of Brahui Words" شائع ہوا۔اس کے بعد ''جنرل آف دی بہار اینڈ اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی'' (پٹنہ) کے شمارہ پانزدہم کے صفحات 116 تا128 میں ان کا مقالہ بہ عنوان براہوئی افعال "The Brahui Verb" شائع ہوا۔اسی سال کا ایک اور مقالہ بہ عنوان "Brahui Forms and Dravidian Orgins" ایجوکیشن ریویو مدراس کے اس شمارہ35 صفحات229 تا238 میں شائع ہوا۔ان کا ایک اور مضمون اسی سال ''جنرل آف دی ڈیپارٹمنٹ آف لیٹرز یونیورسٹی آف کلکتہ'' کے شمارہ19 اگست میں درج ذیل عنوان سے شائع ہوا۔ "Linguistic History of Certain Dravidian Words." اسی سال سہ ماہی ''انڈین ہسٹاریکل'' کے شمارہ پنجم صفحات145 تا153 میں مقالہ بہ عنوان ''نوٹس آن ڈراویڈین'' شائع ہوا۔صفحات158 میں براہوئی کا بیان ہے۔

1934ء میں براہوئی کے عظیم محسن آنجہانی ڈینس برے کی کتاب براہوئی لینگویج حصہ دوم وسوم دہلی سے شائع ہوئی۔دوسرے حصے کی ضخامت43 صفحات اور تیسرے کی270 صفحات ہے۔تیسرا حصہ مبسوط براہوئی لغت ہے۔

1935ء میں (W.Printz) نے اس پر تبصرہ شائع کیا۔اس کے اگلے برس جنرل آف دی امریکن اورینٹل سوسائٹی نیو ہیون میں برے کی کتاب پر ای ٹٹل (E.Tuttle) کا تبصرہ شائع ہوا۔اسی سال ایک اور تبصرہ جنرل آف اڑیسہ جلد پنجم صفحات کا مقالہ بعنوان:

Phoentic Observations on Brahui Language. بلٹن آف سکول آف اورینٹل سٹڈی لندن کے شمارہ ہشتم صفحات 981 تا983 میں شائع ہوا۔انہوں نے بہت سے کتابیں اور مقالے تحریر کیے ہیں جس کا ذکر آگے آتا جائے گا۔

1939ء میں ڈینس برے کی ''براہوئی کہانیاں'' مع انگریزی ترجمہ شائع ہوئی۔

1946ء میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کے جنرل میں جے بلوچ کا مقالہ Brahui et Tsigane شائع ہوا۔

1952ء فرانسیسی زبان کی کتاب Les Langues du Monde مطبوعہ پیرس کے نئے ایڈیشن کے صفحات 488 تا503 میں براہوئی زبان وگرامر کے متعلق مفید معلومات درج ہیں۔

1952ء میں گل خان نصیر کی ''تاریخ بلوچستان'' جلد اول شائع ہوئی۔اس میں براہویوں کا ذکر ہے۔

1955ء میں پروفیسر انور رومان نے ایک انگریزی مقالہ مغربی پاکستان کی بنیادی وحدت میں جو فروری 1956ء میں منعقد چھٹی آل پاکستان ہسٹری کانفرنس کراچی کو پیش کیا گیا اور اس کے صفحات 247 تا266 پر چھپا' براہویوں کو تمدن وتہذیب انسان کے اولین بانیوں یعنی ہلال زرخیز کے سامیوں کا وارث قرار دیا۔(1)1956ء میں میر صالح محمد لہڑی کی ''تاریخ بلوچستان'' شائع ہوئی اس میں بھی براہویوں کا ذکر ہے۔

1957ء میں سید کامل القادری نے ''امروز'' لاہور کے سنڈے ایڈیشن 17 نومبر میں ایک مضمون ''براہوئی قبیلہ اور اس کی زبان'' شائع کرایا۔

جس میں انہوں نے براہوئی کی دراوڑی اصلیت اور اس پر آریائی زبانوں کی یلغار کے باوجود اس کی سخت جانی اور جوہر بقا کا ذکر کیا۔(2)

59-1958ء میں پروفیسر انور رومان نے براہوئی لوک کہانیوں اور گیتوں کو جگ بیتی' انتقام' براہوئی کے چار گیت' چار درویچے' بہادر خان کی سرگذشت' آپ بیتی اور واپسی کے عنوانات کے تحت ''امروز'' لاہور کے دس سالہ نمبر 23 مارچ 1958ء سنڈے ایڈیشن 12

اکتوبر 1958ء 26 اکتوبر 1958ء، یکم فروری 1959ء اور 29 مارچ 1959ء میں علی الترتیب شائع کرایا۔ (3) مارچ 1959ء میں براہوئی نور محمد پروانہ پندراڑی کا مقالہ ''وادی سندھ کی تہذیب اور اس کے وارث'' شائع ہوا۔ اسی سال محمد ادریس کی کتاب ''وادی سندھی کی تہذیب'' کراچی سے شائع ہوئی۔ اس میں ہمیں براہویوں کا ذکر ملتا ہے۔

براہوئی اخبار ایلم کے شمارہ 16 اپریل 1960ء میں کامل القادری کا مقالہ ''سامیوں کی ایک قدیم زبان براہوئی'' شائع ہوا۔ اسی سال پروفیسر انور رومان کی کتاب 'براہوئیز آف کوئٹہ قلات ریجن کراچی سے شائع ہوئی۔ اس میں ان کی تاریخ، زبان اور ادب، سماجی و سیاسی نظام وغیرہ کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس سے بیشتر یہ مقالات جنرل آف دی ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی کے شمارہ جات اکتوبر 1959ء جنوری 1960ء اور اپریل 1960ء میں اسی عنوان سے شائع ہوئے۔ اسی سال ''امروز'' لاہور کے استقلال نمبر میں ان کا مضمون ''براہویوں کی تاریخی اجنبیت شائع ہوا۔ (4) اسی سال نواب غوث بخش رئیسانڑی کا کتابچہ ''براہوئی لینگویج اینڈ لٹریچر'' لاہور سے شائع ہوا اور بعد میں اس کا براہوئی ترجمہ شائع کیا گیا۔

اسی سال ایم بی ایمینو کا مقالہ Brahui Demonstrative Pronouns ہندی میں شائع ہوا۔ 1961ء میں انہوں نے اس مقالے کا ترجمہ جنرل آف ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں شائع کرایا۔ اکتوبر 1961ء میں کامل القادری کا مقالہ The Brahui & His Language ''ویسٹ پاکستان'' لاہور میں شائع ہوا۔ اسی سال ایم بی ایمینو کا مقالہ بہ عنوان:

Phoentic Observation on the Brahui Language.

لندن یونیورسٹی کے بلٹن آف دی سکول آف اورنٹیل اینڈ افریقن سٹڈیز میں

شائع ہوا۔ اسی سال T.Burrow اور ایم بی ایمینو کی لغت A Dravidian Etymological Dictionary شائع ہوئی۔ جس میں کافی براہوئی مواد ہے۔ بعد میں اس کا ایک ضمیمہ بھی شائع ہوا۔

1962ء میں ان کی کتاب براہوئی اور دراوڑی کے تقابلی قواعد (Brahui and Dravidian Comparative Grammer) شائع ہوئی۔

اکتوبر 1962ء میں کامل القادری کا مقالہ Supernatural in Brahui لاہور کے ماہوار رسالے ''ویسٹ پاکستان'' میں شائع ہوا۔ نومبر میں ان کے دو مقالے ''براہوئی اور اردو'' اورنٹیل کالج میگزین میں شائع ہوئے۔ اسی سال R.E.Asher کا تبصرہ T.Burrow اور M.B.Emeneau کی A Dravidian Elymological Dictionary اور جنرل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن میں شائع ہوا۔ اس پر دوسرا تبصرہ اسی سال L.Lisder نے کیا اور جنرل آف دی امریکن اورنٹیل سوسائٹی نیو ہیوں میں شائع کرایا۔

1963ء میں ایم۔ بی۔ ایمینو کی کتاب براہوئی اور دراوڑی تقابلی قواعد پر تبصرہ جے آر مر (J.R.Marr) نے کیا جو بلٹن آف دی سکول آف اورنٹیل اینڈ افریقن سٹڈیز لندن یونیورسٹی میں شائع ہوا۔ پھر اس کتاب پر دوسرا تبصرہ اسی سال K.H.Manges نے لکھا جو سنٹرل ایشیاٹک جنرل میک میں شائع ہوا۔ اس پر تیسرا تبصرہ J.Filliozat نے لکھا جو جنرل ایشیاٹک پیرس میں شائع ہوا۔ اسی سال ٹی بروا اور ایم بی ایمینو کی کتاب بہ عنوان A Dravidian Etymologiel Dictionary پر کرشنا مورتی کا تبصرہ لینگویج بالٹی مور میں شائع ہوا۔ اسی سال روسی عالم انڈرونوف کا مقالہ ''دراوڑی زبانیں'' شائع ہوا۔ اور اسی سال مے آرمر نے اس کتاب پر تبصرہ لکھا جو بلٹن آف دی سکول آف اورنٹیل اینڈ افریقن

سٹڈیز لندن یونیورسٹی میں شائع ہوا۔ اسی سال قاضی سعید محمد نے جو عبدالرحمٰن کرد کے مقالے ''براہوئی ادب'' کا پشتو ترجمہ ''اولس'' پشتو کے سوالنامے میں شائع کرایا۔

1964ء میں تامل کلچر مدراس میں روسی عالم انڈرونوف نے دراوڑی زبانوں کی کتابیات شائع کرایا۔ اسی سال P.Melle کا تبصرہ ایم بی ایمینو کی براہوئی اور دراوڑی تقابلی قواعد پر شائع ہوا۔ اسی سال پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے پروفیسر انور رومان کی کتاب ''براہوئیز آف کوئٹہ قلات ریجن'' کا ترجمہ براہوئی قبائل کے عنوان سے کیا جو ماہنامہ ''ثقافت'' لاہور میں جنور سے مئی تک قسط وار شائع ہوا۔ اس سال روسی عالم انڈرونوف نے A Dravidian Etymological Dictonary پر تبصرہ ماسکو سے شائع کرایا۔

1965ء میں انڈرونوف کی کتاب دراوڑی السنہ روسی زبان میں شائع ہوئی۔ اسی سال انور رومان کی کتاب ''براہوئی لوک کہانیاں'' مستونگ سے شائع ہوئی۔

1966ء میں عبدالرحمٰن براہوئی کے مندرجہ ذیل مقالے شائع ہوئے:

1۔	براہوئی زبان وادب	ماہ نو کراچی' مارچ
2۔	تحفہ عجائب	بلوچی دنیا ملتان' اپریل
3۔	براہوئی زبان وادب	بلوچی دنیا ملتان' جولائی
4۔	براہوئی زبان وادب	بولان نامہ' اکتوبر
5۔	علامہ دین پوری	بلوچی دنیا' اکتوبر

اکتوبر 1966ء میں ورنا وانند گل کی طرف سے 235 صفحات کی ایک کتاب ''بولان نامہ'' شائع ہوئی۔ اس میں بلوچی براہوئی زبان وادب پر اردو میں مقالات تحریر ہیں۔ براہوئی زبان پر مقالہ عبدالرحمٰن براہوئی کا تحریر کردہ ہے۔

نومبر 1966ء میں بزم ثقافت کی کتاب ثقافت اور ادب وادی بولان میں شائع

ہوئی۔اس میں براہوئی ادب کا مقالہ عبدالرحمٰن کرداور براہوئی ثقافت پر مقالہ نور محمد پروانہ کا لکھا ہوا ہے۔

دسمبر1966ء میں ظفر مرزا کا مقالہ ''براہوئی ملی شاعری'' ماہ نو کراچی میں شائع ہوا۔ اسی سال ڈاکٹر ایم انڈورنوف کی کتاب بہ عنوان Material for a Bibliography of Dravidian Linguistica کوالالپور سے شائع ہوئی۔ اس سے بیشتر یہ کتاب مقالے کی صورت میں تامل کلچر مدارس میں چھپی تھی۔ موجودہ کتاب میں 165 کتابوں کا اضافہ شامل ہے۔

1967ء میں براہوئیات کے متعلق عبدالرحمٰن براہوئی کے مندرجہ یل مقالات و مضامین شائع ہوئے۔

1۔	براہوئی وطن دوستی شاعری	بلوچی دنیا' جنوری
2۔	حاجی عبدالمجید چوتوئی	بلوچی دنیا' مئی
3۔	حاجی نبوجان	بلوچی دنیا' جولائی
4۔	ماہ گل	بلوچی دنیا' ستمبر
5۔	کتابچہ نماز	ایلم مستونگ' نومبر

اسی سال آغا نصیر خان احمد زئی کی کتاب ''بلوچی براہوئی لوز راہ بند'' شائع ہوئی۔ اس میں بلوچی براہوئی گرامر بیان ہے۔اسی سال ورناوانندہ گل کی طرف سے کتاب ''بولان نامہ'' شائع ہوئی۔اس میں شائع شدہ براہوئی مضامین ومقالات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

چھ زبانوں کا صوفی شاعر	پیر محمد زبیرانی
مولوی محمد عمر دین پوری	حکیم خدائے رحیم
براہوئی لوک ادب	عبدالرحمٰن براہوئی

تاج محمد تاجل　　غلام نبی ایڈووکیٹ

براہوئی شاعری میں جدید رجحانات　محمد گل بنگلزئی ایم اے

1968 میں براہوئیات کے متعلق عبدالرحمٰن براہوئی کے مندرجہ ذیل مقالات کے علاوہ براہوئی شعراء کا سب سے پہلا تذکرہ قدیم شعراء حصہ اول شائع ہوا۔

تن نال　　بلوچی دنیا ملتان، جنوری

براہوئی قصائد اور اردو قصائد کا موازنہ　　صریر خامہ حیدرآباد، اکتوبر

مثنوی ماہ گل　　ماہ نو کراچی، اکتوبر

اس سال عبدالغفور درخانی کی براہوئی گرامر مع بول چال دو حصوں میں شائع ہوئی۔

1969ء میں لوک گیتوں کا سب سے پہلا مجموعہ ''گواڑخ'' شائع ہوا۔ اس کے علاوہ براہوئیات کے سلسلے میں عبدالرحمٰن براہوئی کے مندرجہ ذیل مقالات شائع ہوئے۔

1۔ براہوئی نثر کا ارتقاء　　ماہ نو، مارچ

2۔ تبصرے　　بلوچی دنیا، اپریل

3۔ ہماری ثقافت اور علاقائی ادب　　بلوچی دنیا، جولائی

4۔ براہوئی زبان وادب　　ماہ نو، ستمبر

5۔ برنا زنا (لوک گیت)　　بلوچی دنیا، دسمبر

اس سال چند اور کتابیں اور مقالات بھی براہوئی کے متعلق شائع ہوئے اکتوبر میں میر گل خان نصیر کی کتاب ''کوچ و بلوچ'' شائع ہوئی۔ اس میں براہوئی زبان کی قدامت اور رسم الخط پر کافی مواد موجود ہے۔ اسی سال پنجاب یونیورسٹی کا ''انسائیکلوپیڈیا آف اسلام'' شائع ہوا۔ اس میں براہوئی پر مقالہ پروفیسر انور رومان کا تحریر کردہ ہے۔ اکتوبر میں روسی عالم

ایم انڈرونوف کا مقالہ ''نوٹس آن دی براہوئی'' ماسکو سے شائع ہوا۔

اسی سال پاکستان کوارٹرلی کے شمارہ اول میں کامل القادری کا انگریزی مقالہ All About Brahui شائع ہوا۔

جنوری 1970ء میں عبدالرحمٰن براہوئی کا مقالہ براہوئی لطیفے بلوچی دنیا میں شائع ہوا۔ اگست 1970ء میں میر احمد یار خان کی کتاب ''تاریخ خوانین بلوچ'' شائع ہوئی۔ اس میں براہوئیوں کے متعلق کافی معلومات درج ہیں۔ بلوچی دنیا کے نومبر دسمبر کے شمارے میں براہوئیات کے سلسلے میں عبدالباقی براہوئی کا مضمون ''مولوی محمد صدیق پنجگوری'' اور عبد الرحمٰن براہوئی کا مضمون ''سرڈینس برے'' شائع ہوا۔

اسی سال ماسکو سے تاشقند کے میخائل پیکولین (M.K.Pekulin) کی کتاب (Brugui) (براہوئی) روسی زبان میں شائع ہوئی، آپ سالہا سال سے پاکستان کی اقلیتی قوموں کی تاریخ کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ اور ان کے بارے میں آپ نے بہت دلچسپ تحقیقاتی مقالے اور مضامین لکھے اور شائع کرائے ہیں۔ پاکستان کی بلوچ قوم کے بارے میں ان کی اساسی تصنیف پر جو ماسکو میں شائع ہوئی۔ انہیں تاریخی علوم میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا گیا۔ میخائل پیکولین کی اس نئی کتاب میں براہوئی قوم کے بارے میں تحقیق شامل ہے۔ براہوئی قوم کی دلچسپ تاریخ کا ابھی تک پورے طور پر پتہ نہیں لگا جاسکا ہے۔ اس سلسلے میں آج تک جو براہوئی تحقیقاتی مضامین اور کتب شائع ہوئی ہیں۔ ان میں براہوئیوں کی تاریخ کا محض پاکستان کی دوسری قوموں کی تاریخ کے تعلق سے مطالعہ کیا گیا ہے۔ مغرب اور سوویت مستشرقین نے اب تک اپنی تصانیف میں براہوئی قوم کی تاریخ سے متعلقہ صرف علیحدہ علیحدہ سوالات کا ہی جائزہ لیا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں میخائل پیکولین کی یہ کتاب خاصی دلچسپی کا باعث ہے۔ کیوں کہ یہ مشرقی ادب میں پہلی تصنیف ہے جو خاص طور پر صرف

براہوئیوں کی تاریخ سے متعلق ہے۔

اپنی کتاب ''بروہی'' میں میخائل پیکولین نے براہوئیوں کی تاریخ کی ابتداء اور اس کے بنیادی ادوار کا جائزہ لیا ہے۔ ان کی ثقافت اور طرز زندگی کے بارے میں بتایا ہے۔ اور بتایا ہے کہ نوآبادکاروں کے تسلط کے دور میں اور آج کے زمانے میں ان کی کیا حیثیت ہے۔

براہوئی قوم کی ابتداء کہاں سے ہوتی ہے؟ بلوچستان، قلات اور سندھ کے علاقے میں وہ کب اور کن حالات کے تحت وارد ہوئے۔ یہ سوالات آج بھی مؤرخین اور ماہرین علم النسل کے لیے ایک اسرار ہیں۔ مصنف نے اپنے اس نظریے کا اظہار کیا ہے کہ براہوئی قومیت کی تشکیل کا سلسلہ آج سے ساڑھے چار، پونے پانچ سو سال پہلے وجود میں آیا جب جنوب مشرقی ایران میں رہنے والے دراوڑی قبیلوں کے آج کی اقوام کے مابین تعلقات شروع ہوئے ہفت روزہ ''ایلم'' 26 جنوری 1970ء کے شمارے میں لکھا ہے:

''میخائیل پیکولین کی کتاب ''بروہی'' ایک ایسی عالمانہ تحقیقی تصنیف ہے جو مستشرقین اور جنوبی ایشیا کی قوموں کی تاریخ میں دلچسپی لینے والے قارئین دونوں کے لیے دلچسپی کا باعث ہوسکتی ہے''۔

اسی سال ماسکو ہی سے ایم ایس انڈونوف کی کتاب السنہ دراوڑی Dravidian Language شائع ہوئی جس میں براہوئی کا ذکر ہے۔

جنوری 1971ء میں عبدالرحمٰن براہوئی کا مقالہ ''برٹش میوزیم میں براہوئی لغت کا مسودہ'' بلوچی دنیا میں شائع ہوا۔ اس سال پیر محمد زبیرانی کی ''براہوئی اردو آسان گرامر'' شائع ہوئی۔ اسی سال پنجاب یونیورسٹی نے ''تاریخ ادبیات مسلمانان ہندو پاک'' شائع کی۔ اس کی چودھویں جلد (جلد دوم) میں براہوئی پر پروفیسر انور رومان کا مبسوط مقالہ تحریر ہے۔

1973ء میں براہوئی سے متعلق مندرجہ ذیل کتابیں اور مضامین شائع ہوئے:

1۔براہوئی زبان کا مسودہ عبدالرحمٰن براہوئی ایلم مستونگ جنوری

2۔اردو کی قدیم تاریخ عین الحق فرید کوٹی جون

(اس کتاب میں براہوئی زبان کے متعلق کافی مواد تحریر ہے)

3۔براہوئی زبان وادب عبدالرحمٰن براہوئی مشرق کوئٹہ جولائی

4۔براہوئی مزاحیہ شاعری عبدالرحمٰن براہوئی مشرق کوئٹہ 17 ستمبر

5۔براہوئی شاعری عبدالرحمٰن براہوئی ایلم مستونگ 26 ستمبر

6۔براہوئی ثقافت عبدالرحمٰن براہوئی مشرق یکم اکتوبر

7۔براہوئی شاعری عبدالرحمٰن براہوئی ایلم 13 کتوبر

8۔براہوئی ثقافت عبدالرحمٰن براہوئی ایلم 17 اکتوبر

9۔براہوئی رسمیں عبدالرحمٰن براہوئی مشرق 22 اکتوبر

10۔مختصر تاریخ قوم بلوچ وخوانین بلوچ میر احمد یار خان دسمبر 1972ء۔

(اس کتاب میں براہوئی قبائل کے متعلق معلومات ہیں)

جون 1973ء میں جامع فہرست مطبوعات بلوچی براہوئی لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کے مرتب کرنے والے کامل القادری اور عبدالرحمٰن براہوئی ہیں۔اس میں بلوچی، براہوئی کتابیات پر قیام پاکستان کے بعد سے 1973ء تک مواد تحریر ہے۔ براہوئی اور بلوچی ادب پر مقالے بھی تحریر ہیں۔

''مشرق'' کوئٹہ کے 17 جون 1973ء کے شمارے میں عبدالرحمٰن براہوئی کا مضمون ''براہوئی املا'' شائع ہوا۔

اپریل 1974ء میں براہوئی ضرب الامثال کا مجموعی ''براہوئی کہاوتیں'' کامل القادری نے شائع کیا۔

1976ء میں براہوئی، بلوچی زبان سیکھنے کے لیے پاک افواج کی طرف سے اردو، بلوچی بول چال شائع ہوئی۔

1977ء میں ڈینس برے (Denys Bray) کی کتاب دی براہوئی لینگویج حصہ اول (The Brahui Language Part 1) کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ اسی سال نیپلز (اطالیہ) سے (Adriano Valerio Rossi) کی کتاب (Brahui and Western Iranian Clusters) شائع ہوئی۔

1978ء میں ڈینس برے (Denys Bray) کی کتاب دی براہوئی لینگویج حصہ دوم (The Brahui Language Vol.II) کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔

اسی سال عبدالرحمٰن براہوئی کی دو کتابیں ''براہوئی لوک کہانیاں'' اور ''براہوئی نامہ'' اردو میں شائع ہوا۔ اول الذکر کتاب کی تین کہانیوں ''چار دوست''، ''بہادر خان'' اور ''مردوں کی فروخت'' کا ترجمہ جاپانی زبان میں ہوا ہے۔ اسے ٹوکیوں کے ایک اشاعتی ادارہ کنیشوشپن نے اپنی کتاب ''سیکائی نومنوا'' جلد یازدہم میں شامل کیا ہے۔

1979ء میں نیپلز ہی سے Adriano Valerio Rossi کی کتاب Iranian Lexical Elements in Brahui شائع ہوئی۔ اسی سال عبدالرحمٰن براہوئی کی دو کتابیں ''وساہتاک'' اور ''تاج محمد تاجل'' شائع ہوئی۔

اول الذکر کتاب میں ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ براہوئی کہاوتیں ہیں۔ اسی کتاب پر نیشنل بک کونسل آف پاکستان نے انعام بھی دیا ہے۔ مؤخر الذکر کتاب میں براہوئی صوفی شاعر تاج محمد تاجل کے حالات زندگی اور صوفیانہ کلام اردو ترجمہ کے ساتھ درج ہے۔

1980ء میں ایم ایس انڈرونوف (M.S.Andron) کی کتاب The Brahui Language شائع ہوئی۔ اسی سال ظفر مرزا کی ''براہوئی گرامر'' شائع ہوئی۔

1981ء میں Culbarga Univerity Karnatak پروفیسر S.D.Saundattimmtb کی کتاب دراوڑی زبانوں کے متعلق شائع ہوئی ہے۔جس میں براہوئی کا ذکر ہے۔

حوالہ جات

باب اول

1. Lonely Guardian of Khojak Pass, Rawal Pindi, 1965, p-1.

2۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، چودھویں جلد (جلد دوم) لاہور، 1971ء، ص344

3۔ تاریخ ادبیات، ص345

4. C.E Bidluph: Our Western Frntier, London, 1887, pp-8,15.

5۔ المقدسی: احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم، لیڈن، 1906ء۔

6۔ وادی سندھ کی قدیم تہذیب، ص245?244

7۔ قوم بلوچ وخوانین بلوچ، ص26

8۔ بلوچستان، از صالح محمد لہڑی 1956ء، ص19

9۔ .....ایضاً.....ص19

10۔ کوچ و بلوچ، ص19

11۔ بلوچستان از صالح محمد لہڑی، ص20

12۔ تاریخ ادبیات، ص347

13۔ .....ایضاً.....ص347

14۔ وادی سندھ کی قدیم تہذیب، ص23

15۔ تاریخ ادبیات، ص347

16۔ لہڑی، ص20

17۔ زوراک ٹھیٹ براہوئی لفظ ہے جس کے معنی طاقتور وتنومند کے ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں یہاں براہوئی زبان کثرت سے بولی جاتی تھی اس لیے معبد کا نام براہوئی میں رکھا گیا تھا۔

18۔ کوچ وبلوچ، ص56

19۔ تاریخ ادبیات، ص347

20۔ کوچ وبلوچ، ص22

21۔ کوچ وبلوچ، ص66، بحوالہ تاریخ بلوچ وبلوچستان

22۔ لہڑی، ص21، تاجبوشی خان قلات12

23۔ کوچ وبلوچ، ص22

24۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ نال کے قریب عربوں کی بستی ''البیضہ'' کے آثار اب بھی باقی ہیں۔عربوں کے دور اقتدار میں اس مقام کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔خضدار، قیقانان، قندابیل (گنداوہ) اور مستنج (مستونگ) اس دور کے اہم تجارتی مراکز تھے۔

25۔ لہڑی، ص21

26۔ .....ایضاً.....ص21

27۔ .....ایضاً.....ص22-21

28۔ لہڑی، ص22

29۔ تاریخ ادبیات، ص348

30۔ تاجپوشی قلات، ص12، لہڑی، ص22

31۔ تاریخ ادبیات، ص349

32۔ کوچ و بلوچ، ص113

33۔ تاجپوشی قلات، ص12

34۔ لہڑی، ص22

35۔ تاجپوشی قلات، ص12

36۔ لہڑی، ص22

37۔ تاریخ ادبیات، ص349

38۔ تاجپوشی قلات، ص11-10

39۔ کوچ و بلوچ، ص35

40۔ لہڑی، 2 ص23-22

41. Lonely Guaridan of Khojak Pass p-21

42۔ لہڑی، ص23

43۔ .....ایضاً.....

44۔ تاجپوشی قلات، ص14

45۔ تاریخ ادبیات، ص346

46۔ قوم بلوچ وخوانین بلوچ، ص26

47۔ تاریخ ادبیات، ص346

48۔ .....ایضاً.....

49۔ وادی سندھ کی قدیم تہذیب، ص7

BRAHUI ACADEMY PAKISTAN

50۔ .....ایضاً.....ص8

51۔ .....ایضاً.....ص12

52۔ .....ایضاً.....ص165

53۔ .....ایضاً.....ص194

54۔ .....ایضاً.....ص246

55۔ یادگار تاجبوشی قلات،ص15

56۔ تاریخ ادبیات،ص409

57۔ یادگار تاجبوشی قلات،ص5

58۔ تاریخ ادبیات،ص344

59۔ لہڑی،ص1

60۔ تاریخ ادبیات،ص344

61. Lonely Guaridan of Khojak pass p-2

62. The Problem of Baluchistan, Development and Concentartion of water resources, Soils and Natural vegetation by Prof. Maneck B. Pithawalla, Karachi, 1952.

63. Frontier Peoples of India, P-164

64۔ لہڑی،ص1

65۔ .....ایضاً.....

66۔ .....ایضاً.....ص1

67۔ براہوئی زبان،ڈینس برے،کلکتہ،1909-1908-1907ء،ص1

68. All About Brahui, By Kamil-alQadri, 1969,

69۔ تاریخ بلوچستان، میر گل خان نصیر، ص17

70۔ .....ایضاً.....ص18

71۔ تاجپوشی قلات، ص28

72۔ .....ایضاً.....ص29

73۔ تاریخ ادبیات، ص413، کوچ و بلوچ، ص774-6۔ مہران، جلد 10، ص 62، بحوالہ براہوئی ثقافت، نور محمد پروانہ

75۔ مطبوعہ اورنٹیل کالج میگزین، نومبر 1962ء، ص32-31

باب دوم

1۔ تاریخ ادبیات، ص422

2۔ .....ایضاً.....

3۔ .....ایضاً.....

4۔ .....ایضاً.....

5۔ کوچ و بلوچ، ص53

6۔ .....ایضاً.....ص52

7۔ .....ایضاً.....ص54-53

8۔ .....ایضاً.....ص54

9۔ .....ایضاً.....ص55

10۔ .....ایضاً.....

11۔ .....ایضاً.....

12۔ .....ایضاً.....ص56

13۔ .....ایضاً.....ص57

14۔ براہوئی زبان وادب، کامل القادری، ص127

باب چہارم

1۔ ادب وثقافت وادی بولان میں، ص235

2۔ .....ایضاً.....

3۔ .....ایضاً.....

4۔ .....ایضاً.....

5۔ .....ایضاً.....ص236

باب پنجم

1۔ تاریخ ادبیات، ص455

2۔ .....ایضاً.....

3۔ .....ایضاً.....

4۔ .....ایضاً.....

BRAHUI ACADEMY PAKISTAN

کتابیات

1۔ تاریخ بلوچستان — میر گل خان نصیر — کوئٹہ 1952ء

2۔ قوم بلوچ وخوانین بلوچ۔ — میر احمد یار خان — کراچی 1972ء

3۔ بلوچستان — صالح محمد لہڑی — کوئٹہ 1956ء

4۔ تاریخ بلوچستان — ہتو رام — کوئٹہ 1907ء

5۔ تاجپوشی خان قلات — محمد دین — لاہور 1932ء

6۔ تاریخ ادبیات مسلمانان ہندو پاک چودھویں جلد۔ — لاہور 1971ء

7۔ احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم المقدسی — لیڈن 1906ء

8۔ کوچ و بلوچ — میر گل خان نصیر — کراچی 1972ء

9۔ براہوئی زبان وادب — کامل القادری — لاہور 1962ء

10۔ وادی سندھ کی تہذیب — محمد ادریس — کراچی 1959ء

11۔ قدیم براہوئی شعراء — عبدالرحمٰن براہوئی — کوئٹہ 1968ء

12۔ ہفت روزہ ''ایلم'' مستونگ، مکمل فائل

13۔ ''بلوچی دنیا'' ملتان، مکمل فائل

14۔ براہوئی کی مطبوعہ وغیرہ کتب

15۔ کامل القادری کے بے شمار غیر مطبوعہ مقالات

16. Lonely Guaridan of Khoja Pass

Col" Rizwan Ahmed, Rawalpindi 1965.

17. The Brahui Language Vol & 11. Denys Bray, 1907, 1931.

18. Baluchistan District Gazetter Scries

19. The Problems of Baluchistan (Prof) Maneck, 1953.

20. The Frontier Peoples of India (Alexandre MCHEISH London 1931)

21. Nina Bailey Swidler, "Brahui Political Organization and the National State, "In Pakistan's Weste, Borderlands, ed. Ainslie T. Embree (Durham Nc: Carolina Academy Press, 1977)m P 112. See also Nina Bailey Swidler, "The Political Structure of a Tribal Federation: The Brahui of Baluchistan" (Ph.D.diss., The Brahui of Baluchistan" (Ph.D.diss., Columbia University, 1969), P.29.

مطبوعات براہوئی اکیڈمی (رجسٹرڈ) پاکستان کوئٹہ

۱۔	دستورالعمل	دستور ومنشور	براہوئی اکیڈمی	۱۹۷۶
۲۔	ٹیکی	نثر	براہوئی اکیڈمی	۱۹۷۶
۳۔	متائی	نثر	براہوئی اکیڈمی	۱۹۷۶
۴۔	توشہ	تاریخ	براہوئی اکیڈمی	۱۹۷۷
۵۔	چاچا	پہلیاں (انعام یافتہ)	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۱۹۷۹
۶۔	وساہتاک	تلمیحات اور کہاوتیں (انعام یافتہ)	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۱۹۷۹
۷۔	میسور ناشیر	حالاتِ زندگی ٹیپو سلطان	غلام حیدر حسرت	۱۹۸۰
۸۔	براہوئی خلقی قصہ غاک	لوک کہانیاں	ایم صلاح الدین مینگل	۱۹۸۱
۹۔	بندغی ناخیر خواہ	سیرت نبی پاک ﷺ	غلام حیدر حسرت	۱۹۸۱
۱۰۔	سیرت النبی ﷺ	(انعام یافتہ)	پروفیسر عبدالرؤف	۱۹۸۱
۱۱۔	گلدستہ	کلام براہوئی شعراء	رئیس نبی داد لانگو	۱۹۸۱
۱۲۔	مشہد ناجنگ نامہ	منظوم بیان نوری نصیر خان	میر گل خان نصیر مینگل	۱۹۸۱
۱۳۔	علامہ اقبال	حالات زندگی	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۱۹۸۷
۱۴۔	مُسہِ لعل	لوک کہانیاں	افضل مینگل	۱۹۸۸
۱۵۔	سوداگرزادہ	ناولچہ (بارسوم)	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۱۹۹۲
۱۶۔	شنزہ گروک	شاعری	پروفیسر نادر قمبرانڑی	۱۹۹۲
۱۷۔	شوشنگ	لوک شاعری	محمد افضل مینگل	۱۹۹۲
۱۸۔	شیشپہ	مجموعہ کلام	پروفیسر عزیز مینگل	۱۹۹۲

۱۹۔	کسرنا چاری	شخصیت وشاعری باباعبدالحق	اثیر عبدالقادر شاہواڑی	۱۹۹۲
۲۰۔	تلمیل	مجموعہ کلام	پروفیسر عزیز مینگل	۱۹۹۳
۲۱۔	گل خندان	لوک کہانیاں	محمد افضل مینگل	۱۹۹۳
۲۲۔	گواڑخ	لوک شاعری (باردوم)	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۱۹۹۳
۲۳۔	اُست ناہکل	مجموعہ کلام	پیر محمد زبیر اڑی	۱۹۹۴
۲۴۔	بنجڑو مجموعہ	کلام	پیر محمد زبیر اڑی	۱۹۹۴
۲۵۔	چوٹولی	لوک شاعری	محمد افضل مینگل	۱۹۹۴
۲۶۔	شمشاک	مجموعہ ہائیکو	پروفیسر عزیز مینگل	۱۹۹۴
۲۷۔	اقبال وورناک	اقبالیات	ایم صلاح الدین مینگل	۱۹۹۵
۲۸۔	برپیچ مجموعہ	ہائیکو	پروفیسر عزیز مینگل	۱۹۹۵
۲۹۔	بُلبُل خزدار	تذکرہ شاعری رابعہ خضداری	پروفیسر نادر قمبر اڑی	۱۹۹۵
۳۰۔	جذباتِ اسلم	مجموعہ کلام	اسلم پروانہ	۱۹۹۵
۳۱۔	دغو جان	بچوں کیلئے نظم	پروفیسر عزیز مینگل	۱۹۹۵
۳۲۔	زباد	مجموعہ کلام	محمد اعظم مشتاق لہڑی	۱۹۹۵
۳۳۔	شِلی	مجموعہ کلام	پروفیسر عزیز مینگل	۱۹۹۵
۳۴۔	صدف	مجموعہ کلام	پروفیسر طاہرہ احساس	۱۹۹۵
۳۵۔	کچاری	لوک کہانیاں	پروفیسر عظیم جان محمد شہی	۱۹۹۵
۳۶۔	گروشک	شاعری	اسحاق سوز براہوئی	۱۹۹۵
۳۷۔	گرگیس	انشائیے	حاجی عبداللطیف بنگلزئی	۱۹۹۶
۳۸۔	پھرومازو	افسانے	ڈاکٹر نصیر عاقل	۱۹۹۶

۳۹۔	تجلی	نعتیہ مجموعہ	پیر محمد زیبر اڑی	۱۹۹۶
۴۰۔	جھجلائی	مجموعہ غزلیات	پروفیسر عزیز مینگل	۱۹۹۶
۴۱۔	حاجی مراد	ناول (براہوئی ترجمہ)	گل بنگلزئی	۱۹۹۶
۴۲۔	دستونک	مجموعہ کلام	میر بشیر احمد لہڑی	۱۹۹۶
۴۳۔	شف گروک	شاعری	عبدالرحمٰن کرد	۱۹۹۶
۴۴۔	شکر پھل	اِنشائیے	جوہر براہوئی	۱۹۹۶
۴۵۔	طوبےٰ ناسیخا	مجموعہ کلام	حسن غمخوار	۱۹۹۶
۴۶۔	براہوئی	انشائیہ نگاری فن اور تیکنیک	حاجی عبداللطیف بنگلزئی	۱۹۹۸
۴۷۔	گہوش	کہانیاں	پروفیسر سوسن براہوئی	۱۹۹۸
۴۸۔	مَلّو	نثر / نظم	حاجی عبداللطیف بنگلزئی	۱۹۹۸
۴۹۔	اُست ناتوار	شاعری	پروفیسر عبدالواحد مینگل	۱۹۹۹
۵۰۔	نوروز خان	شخصیت و کردار	ذوق براہوئی	۱۹۹۹
۵۱۔	اقبال ءُ اسلام	اقبال کے خیالات	پروفیسر سوسن براہوئی	۱۹۹۹
۵۲۔	لبسل	شاعری	علی شیر ناز براہوئی	۲۰۰۰
۵۳۔	تلوسہ	شاعری (باردوم)	پروفیسر عزیز مینگل	۲۰۰۰
۵۴۔	جیجانا جولی	ناول	شاہین بارانزئی	۲۰۰۰
۵۵۔	گِرودولی	بچوں کا لوک ادب	محمد افضل مینگل	۲۰۰۰
۵۶۔	گلدستہ سوراب	کلام شعراء سوراب	علی حسن آزاد براہوئی	۲۰۰۰
۵۷۔	گلدستہ قلات	کلام شعراء قلات	اللہ بخش لہڑی	۲۰۰۰
۵۸۔	منگلی	لوک شاعری	محمد افضل مینگل	۲۰۰۰

۵۹۔	تیرونک	مجموعہ رباعیات	پروفیسر عزیز مینگل	۲۰۰۰
۶۰۔	براہوئی ادب	پی سی ایس اور ایم اے	نور احمد پرکاڑی	۲۰۰۱
۶۱۔	بیلی	ماہیوں کا مجموعہ	پروفیسر عزیز مینگل	۲۰۰۱
۶۲۔	پیہن پھلی	جڑی بوٹیوں سے متعلق	غلام رسول پروانہ	۲۰۰۱
۶۳۔	سونج ورونج	شاعری (انعام یافتہ)	اسحاق سوز براہوئی	۲۰۰۱
۶۴۔	شنکو	ناول	شہزاد غنی	۲۰۰۱
۶۵۔	صاف نا استار	افسانے (ایوارڈ یافتہ)	پروفیسر طاہرہ احساس	۲۰۰۱
۶۶۔	غزلیاتِ شاد	شاعری	پروفیسر صالح محمد شاد	۲۰۰۱
۶۷۔	قافلہ لوک	کہانیاں	پروفیسر عظیم جان محمد شہی	۲۰۰۱
۶۸۔	گدِان ناگندار	افسانے	نور احمد پرکاڑی	۲۰۰۱
۶۹۔	گلدستہ خضدار	کلام شعراء خضدار	محمد عالم براہوئی	۲۰۰۱
۷۰۔	گلدستہ سندھ	کلام شعراء سندھ	جوہر براہوئی	۲۰۰۱
۷۱۔	گلدستہ کچھی ونصیر آباد	کلام شعراء کچھی ونصیر آباد	جوہر بنگلزئی	۲۰۰۱
۷۲۔	گلدستہ مستونگ	کلام شعراء مستونگ	حمید عزیز آبادی	۲۰۰۱
۷۳۔	گلدستہ نوشکی	کلام شعراء نوشکی	عالم عجیب/رور فاروق	۲۰۰۱
۷۴۔	مشتاقِ مدینہ	نعتیہ شاعری	علامہ محمد عمر دین پوری	۲۰۰۱
۷۵۔	نوادرات براہوئی	قدیم کتابوں پر تبصرے	پروفیسر سوسن براہوئی	۲۰۰۱
۷۶۔	نیاڑی راج	عورت تاریخ کے آئینے میں	شاہین بارانزئی	۲۰۰۱
۷۷۔	براہوئی مڈی	براہوئی ثقافت	محمد اسلم بنگلزئی	۲۰۰۲
۷۸۔	تحفۃ العجائب	شاعری	مولانا ملک داد قلاتی	۲۰۰۲

۷۹۔	حسن وزیر	لوک کہانیاں (باردوم)	محمد افضل مینگل	۲۰۰۲
۸۰۔	حقوق الحیوان	نثر	مولانا اختر محمد مینگل	۲۰۰۲
۸۱۔	دُرالک	غیر منقوط شاعری	مولانا عبدالخالق ابابکی	۲۰۰۲
۸۲۔	دیوان بسمل	شاعری	یاسین بسمل	۲۰۰۲
۸۳۔	سُخن حق	شاعری (باردوم)	بابا عبدالحق لاکھوریانی	۲۰۰۲
۸۴۔	سوداگرزادہ	ناول	میر طاہر خان مینگل	۲۰۰۲
۸۵۔	شاشان	مجموعہ رُباعیات	عادل قلندراڑی	۲۰۰۲
۸۶۔	شکوہ جوابِ شکوہ	منظوم ترجمہ	ظفر مرزا	۲۰۰۲
۸۷۔	شُوشکو	مجموعہ کلام	پروفیسر عزیز مینگل	۲۰۰۲
۸۸۔	مسلمان آتا موجودہ کمزوری ناعلاج	نثر	مولانا اختر محمد مینگل	۲۰۰۲
۸۹۔	اقبال وناخلوق	اقبالیات	ایم صلاح الدین مینگل	۲۰۰۲
۹۰۔	براہوئی قدیم نثری ادب	نثر	پروفیسر سوسن براہوئی	۲۰۰۳
۹۱۔	زراغ	شاعری	عالم عجیب	۲۰۰۳
۹۲۔	زہیری نااحساس	شاعری	عادل قلندراڑی	۲۰۰۳
۹۳۔	سُہیل ناپرک	شاعری	شہزاد نذیر	۲۰۰۳
۹۴۔	سیرت سید المرسلینؐ	نثر (ایوارڈیافتہ)	جوہر براہوئی	۲۰۰۳
۹۵۔	شمس وقمر	لوک کہانیاں (ایوارڈیافتہ)	محمد افضل مینگل	۲۰۰۳
۹۶۔	کلامِ عزیز	شاعری	عزیز اللہ عزیز براہوئی	۲۰۰۳
۹۷۔	گچین	شاعری (ایوارڈیافتہ)	جبار یار	۲۰۰۳

۹۸۔	مسک وزباد	شاعری	مولانا عبدالرشید ہمدم	۲۰۰۳
۹۹۔	چبوہ	شاعری	پروفیسر عزیز مینگل	۲۰۰۳
۱۰۰۔	رازئنا ہیتس	شاعری	فتح شاد	۲۰۰۳
۱۰۱۔	دراوڑستان	سفرنامہ	ڈاکٹر عبدالرزاق صابر	۲۰۰۳
۱۰۲۔	شیرزالالمہ	افسانے (ترجمہ)	گل بنگلزئی	۲۰۰۳
۱۰۳۔	فاطمہ جناح	نثر (ایوارڈیافتہ)	ایم صلاح الدین مینگل	۲۰۰۳
۱۰۴۔	بسم اللہ ناروشنی	فضیلت وافادیت	مولانا عبدالخالق ابابکی	۲۰۰۳
۱۰۵۔	گل گنج	آپ بیتی	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۲۰۰۴
۱۰۶۔	ہیروف	لوک کہانی (ایوارڈیافتہ)	پروفیسر سوسن براہوئی	۲۰۰۴
۱۰۷۔	بشام	نظمیں (ایوارڈیافتہ)	پروفیسر طاہرہ احساس	۲۰۰۴
۱۰۸۔	خلیغا	افسانے (ترجمہ)	ایم صلاح الدین مینگل	۲۰۰۴
۱۰۹۔	دردآتاتوار	شاعری	مولوی عبدالخالق ابابکی	۲۰۰۴
۱۱۰۔	ڈیک ناپالیز	تاریخ وتحقیق	حاجی خیرجان ریکی	۲۰۰۴
۱۱۱۔	شیوال	شاعری	عزیز مینگل	۲۰۰۴
۱۱۲۔	حکایاتِ صحابہؓ	حکایات (ترجمہ)	مولوی عبدالقادر محمد حسنی براہوئی	۲۰۰۴
۱۱۳۔	فرید	سیمینار رپورٹ ۲۰۰۴	جوہر براہوئی	۲۰۰۴
۱۱۴۔	چمکلی	اصناف لوک شاعری	افضل مینگل	۲۰۰۴
۱۱۵۔	سُہیل وہتم	(تحریر غلام نبی راہی) مولف	ڈاکٹر علی احمد شاد براہوئی	۲۰۰۵
۱۱۶۔	زندنا آدینک	شاعری	نبی بخش انجم براہوئی	۲۰۰۵
۱۱۷۔	لطیفیات	انشائیے	حاجی عبداللطیف بنگلزئی	۲۰۰۵

۱۱۸۔	پُھل وپت	شاعری (پیرل زبیراڑی)	ڈاکٹر علی احمد شاد براہوئی	۲۰۰۵
۱۱۹۔	شیشلو	خلقی شاعری	افضل مینگل	۲۰۰۵
۱۲۰۔	ننابتاتے اُستاتخ	شاعری	یوسف عجب	۲۰۰۵
۱۲۱۔	ہنینو یادئس	شاعری	شہزاد غنی	۲۰۰۵
۱۲۲۔	چین ننا سنگت	سفرنامہ	ایم صلاح الدین مینگل	۲۰۰۵
۱۲۳۔	پُھل گنج	تین تد	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۲۰۰۵
۱۲۴۔	قائداعظم محمد علی جناح	(ایوارڈیافتہ)	میر محمد الفت محمد شہی	۲۰۰۵
۱۲۵۔	سیرت محمد رسول اللہ ﷺ	(ایوارڈیافتہ)	حاجی عبداللطیف بنگلزئی	۲۰۰۵
۱۲۶۔	دُوخوار	شاعری	یٰسین بسمل	۲۰۰۵
۱۲۷۔	مفید الطالبین	ترجمہ	اللہ بخش لہڑی	۲۰۰۶
۱۲۸۔	براہوئی ادب نالعل وجواہرک	تحقیق	حاجی محمد عثمان بنگلزئی	۲۰۰۶
۱۲۹۔	گواڑخ آتادھرتی	تین تد (ایوارڈیافتہ)	یوسف شاہواڑی	۲۰۰۶
۱۳۰۔	بابو	ناول ترجمہ	پروفیسر سوسن براہوئی	۲۰۰۶
۱۳۱۔	کناخضدار	تحقیق	سلطان احمد شاہواڑی	۲۰۰۶ء
۱۳۲۔	لطفی توار	ترجمہ	جوہر براہوئی	۲۰۰۶
۱۳۳۔	اروڑنامست	ترجمہ	ڈاکٹر عبدالغفار مینگل	۲۰۰۶
۱۳۴۔	زمزر	شاعری	پروفیسر طاہرہ احساس جتک	۲۰۰۶
۱۳۵۔	کمال	تحقیق (ایوارڈیافتہ)	ذوق براہوئی	۲۰۰۶
۱۳۶۔	آسان نیکیک	ترجمہ	مولانا عبدالقادر محمد حسنی	۲۰۰۶
۱۳۷۔	دیدہ	شاعری	ڈاکٹر عالم عجیب	۲۰۰۶

۱۳۸۔	آدینک	تحقیق وتشریح	مولانا عبدالخالق ابابکی براہوئی	۲۰۰۶
۱۳۹۔	پھل کسے اُست	شاعری	مہیم خان خلیل براہوئی	۲۰۰۷ء
۱۴۰۔	پھلدستہ	شاعری	عبدالکریم عابد	۲۰۰۷
۱۴۱۔	وِترناخرو ینک	افسانہ (ایوارڈیافتہ)	رحیم ناز	۲۰۰۷
۱۴۲۔	زُبدۃ الارکان	احادیث نبوی ﷺ	قاضی محمد ہارون مینگل	۲۰۰۷
۱۴۳۔	لعل نادانہ	ترجمہ	نادر شاہواڑی	۲۰۰۷
۱۴۴۔	جُھم بُر	شاعری	پروفیسر طاہرہ احساس جتک	۲۰۰۷
۱۴۵۔	برمش	تحقیق	زاہد براہوئی	۲۰۰۷
۱۴۶۔	مہرناپند	شاعری	پروفیسر حمیرہ صدف	۲۰۰۷
۱۴۷۔	پاٹ سَناہلی	خلقی قصہ (ایوارڈیافتہ)	پروفیسر سوسن براہوئی	۲۰۰۷
۱۴۸۔	چراغس مہرنالگف	شاعری	ماجد عقیل	۲۰۰۷
۱۴۹۔	شافعِ محشر	سیرت مبارکؐ	نادر شاہواڑی	۲۰۰۷
۱۵۰۔	مولانا رومی	سوانح، شخصیت شاعری	ایم صلاح الدین مینگل	۲۰۰۷
۱۵۱۔	راجدار	تذکرہ وتبصرہ	ذوق براہوئی	۲۰۰۸
۱۵۲۔	بیبل	ترجمہ ناول (بیلہ)	سوسن براہوئی	۲۰۰۸
۱۵۳۔	شرفمند انیاڑی	تحقیق	تراب براہوئی	۲۰۰۸
۱۵۴۔	حرف آتا خوشبو	شاعری	جوہر براہوئی	۲۰۰۸
۱۵۵۔	ٹلی بیڈی	براہوئی کھیل	میر براہوئی	۲۰۰۸
۱۵۶۔	اولیکونن	افسانہ	منیر اثر رئیسانڑی	۲۰۰۸
۱۵۷۔	مثنوی ماہ گل	مثنوی ءقصہ	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۲۰۰۸

۱۵۸۔	شیر بانز	شاعری	مولانا عبدالخالق ابا بکی براہوئی	۲۰۰۸
۱۵۹۔	نبی کریمؐ نا سیرت	ترجمہ	مولانا عبدلقادر محمد حسنی براہوئی	۲۰۰۸
۱۶۰۔	ہکل	شاعری	زاہد براہوئی	۲۰۰۹
۱۶۲۔	راز نامہ ساقی نامہ	ترجمہ کلام سچل سرمست	مولانا عبدالخالق ابا بکی براہوئی	۲۰۰۹
۱۶۳۔	تاریخ مدینہ	منورہ تاریخ	مولانا عبدالقادر محمد حسنی براہوئی	۲۰۰۹
۱۶۴۔	زدہ	شاعری	ساجد نذیر (ایماندار)	۲۰۰۹
۱۶۵۔	بابائے براہوئی وایلم	تحقیق	عبدالحیات منصور براہوئی	۲۰۰۹
۱۶۶۔	طوطیِ تُو ران	منظوم ترجمہ	پروفیسر طاہرہ احساس جتک	۲۰۰۹
۱۶۷۔	براہوئی دارودرمان	تحقیق	حاجی سیف اللہ سیف سرپرہ	۲۰۰۹
۱۶۸۔	نازل	ناول	نادر شاہواڑی	۲۰۰۹
۱۶۹۔	توت نا سیخا	تدوین	میر علی شیر ناز براہوئی	۲۰۰۹
۱۷۰۔	شہید بے نظیر بھٹو	تحقیق	ڈاکٹر ایم صلاح الدین مینگل	۲۰۰۹
۱۷۱۔	منجق	ناول	اللہ بخش شاکر	۲۰۰۹
۱۷۲۔	شہید سراوان بابائے براہوئی ناتران آتار وشنی ٹی	تحقیق	گلزار آتم براہوئی	۲۰۰۹
۱۷۳۔	اللہ اکبر	حمدیہ شاعری	جوہر براہوئی	۲۰۰۹
۱۷۴۔	سیرت رسول اللہ ﷺ	سیرت	ڈاکٹر ایم صلاح الدین مینگل	۲۰۰۹
۱۷۵۔	تاریخ ناکفن	ترجمہ افسانہ	نور احمد پرکاڑی	۲۰۱۰
۱۷۶۔	صدائے ذوق	شاعری	ذوق براہوئی	۲۰۱۰
۱۷۷۔	شامپشتیر	لوک شاعری	افضل مینگل	۲۰۱۰

۱۷۸۔	چلتن نابالاد	شاعری	شہزادغنی	۲۰۱۰
۱۷۹۔	کوک	ہائیکو	قیوم بیدار	۲۰۱۰
۱۸۰۔	تیناہیت تین تون	مضمون	منیراحمد بادینی	۲۰۱۱
۱۸۱۔	بے بہا	خلقی قصہ	ڈاکٹرعبدالرحمٰن براہوئی	۲۰۱۱
۱۸۲۔	اللہ ھُو	شاعری	مولانا عبدالخالق ابابکی	۲۰۱۱
۱۸۳۔	داکان ایکان	خلقی قصہ	ڈاکٹرعبدالرحمٰن براہوئی	۲۰۱۲
۱۸۴۔	زرناش	خلقی قصہ	حمیراصدف حسنی	۲۰۱۲
۱۸۵۔	اشکیل	شاعری	پروفیسرعزیز مینگل	۲۰۱۲
۱۸۶۔	چارزباد	منظوم تبصرے	فتح شاد	۲۰۱۲
۱۸۷۔	ہمسرک	شاعری	عابدسلام	۲۰۱۲
۱۸۸۔	اڑکا	شاعری	ناطق امید براہوئی	۲۰۱۲
۱۸۹۔	بولان نابلبل	شاعری	یٰسین بسمل	۲۰۱۲
۱۹۰۔	کلیءتوشہ	سفرنامہ	سیف اللہ سیف	۲۰۱۳
۱۹۱۔	کریاب	شاعری	عالم عجیب	۲۰۱۳
۱۹۲۔	معجزہ	ناول	نادرشاہواڑی	۲۰۱۳
۱۹۳۔	ہربشی	ڈرامہ	افضل مینگل	۲۰۱۳
۱۹۴۔	ہیراتاچھولی	تحقیق	عتیق حسرت مینگل	۲۰۱۳
۱۹۵۔	پالن آختک	شاعری	ضیاءالحق فراز	۲۰۱۳
۱۹۶۔	گڑتی	شاعری	شاکرسلیم براہوئی	۲۰۱۳
۱۹۷۔	بی بی ناگندار	شاعری	انیس الرحمٰن پانیزئی	۲۰۱۴

۱۹۸۔	اشرف الانبیاء	شاعری	مولانا عبدالخالق ابا بکی	۲۰۱۴
۱۹۹۔	پنوک	شاعری	عاصم براہوئی	۲۰۱۴
۲۰۰۔	ٹاکوتاٹیکی	مزاحیہ شاعری	عبداللہ جوہر	۲۰۱۴
۲۰۱۔	دیردیرکیوہ	خلقی شاعری	ذوق براہوئی	۲۰۱۴
۲۰۲۔	اقبال ناکلو	اقبالیات	ڈاکٹر ایم صلاح الدین مینگل	۲۰۱۳
۲۰۳۔	مہرنازباد	شاعری	رحیم ناز	۲۰۱۴
۲۰۴۔	مڑداتاڈغارے جہلاوان	زرمیہ	شاعری ذوق براہوئی	۲۰۱۴
۲۰۵۔	گہوش ہتم	نعتیہ شاعری	عبدالکریم عابد	۲۰۱۴
۲۰۶۔	ہزارقول	اقوال زریں	منیراثر رئیساڑی	۲۰۱۴
۲۰۷۔	کنالمہ	ناول	نادرشاہواڑی	۲۰۱۴
۲۰۸۔	بشخندہ گناہ اف	مزاحیہ مضامین	اکرم ساجد	۲۰۱۴
۲۰۹۔	لیلی	شاعری	عزیز مینگل	۲۰۱۴
۲۱۰۔	گدانی	شاعری	عزیز مینگل	۲۰۱۴
۲۱۱۔	خطبات	پروانہ تحقیق	گلزار آثم براہوئی	۲۰۱۴
۲۱۲۔	کشت وکشار	تحقیق	عبدالرزاق عادل	۲۰۱۴
۲۱۳۔	دیرنا خڑکاملاس	شاعری	محبوب صیاد براہوئی	۲۰۱۴
۲۱۴۔	بھلابدکار پڈے	براہوئی بدل	گل بنگلزئی	۲۰۱۴
۲۱۵۔	براہوئی زبان وادب نا شوندارئی ٹی رسالہ غاتاشیخ	تحقیق۔	حاجی عبدالطیف	۲۰۱۴
۲۱۶۔	خیرات خور	مزاحیہ شاعری	جباریار	۲۰۱۴

۲۱۷۔	محمد ﷺ	ترجمہ سیرت	جوہر براہوئی	۲۰۱۴
۲۱۸۔	بیگانہ	ترجمہ افسانہ	نادر شاہواڑی	۲۰۱۴
۲۱۹۔	اُست ئنا سیبو	شاعری	سلام صابر	۲۰۱۴
۲۲۰۔	عبدالحیات منصور براہوئی فن شخصیت	تحقیق	فتح شاد	۲۰۱۴
۱۲۱۔	سمندر ملاس ءِ	براہوئی افسانہ	اکرم ساجد	۲۰۱۵
۲۲۲۔	ابیات باھو	منظوم ترجمہ (پیر محمد زہیرانی)	مرتب پروفیسر خداد گل	۲۰۱۵
۲۲۳۔	دریہو	ناول	گل بنگلزئی	۲۰۱۵
۲۲۴۔	پُوسکنا دروشم	مترجم ناولٹ/افسانے	گل بنگلزئی	۲۰۱۵
۲۲۵۔	پنوکاپرہ آک	ترجمہ ناولٹ	گل بنگلزئی	۲۰۱۵
۲۲۶۔	ایوان ایلیچ ناموت	ترجمہ	گل بنگلزئی	۲۰۱۵
۲۲۷۔	شیوان	افسانہ وقصہ غاک	یوسف موج	۲۰۱۵
۲۲۸۔	شال	شاعری	بابل نواب بنگلزئی	۲۰۱۵
۲۲۹۔	نے آن پد	شاعری	بشیر شاد	۲۰۱۵
۲۳۰۔	وفا نا بھرم	شاعری	عبدالمالک پیرجی	۲۰۱۵
۲۳۱۔	پھل و پرک	شاعری	عظمت ندیم	۲۰۱۵
۲۳۲۔	فضائل صدقات	ترجمہ	مولانا عبدالقادر محمد حسنی	۲۰۱۵
۲۳۳۔	اڑسینگ پدابہ	ترجمہ	گل بنگلزئی	۲۰۱۵
۲۳۴۔	امام انقلاب	تحقیق	مولانا عبدالخالق ابابکی	۲۰۱۵
۲۳۵۔	پھدیناچرک	شاعری	ناصر براہوئی	۲۰۱۵

۲۳۶۔	براہوئی ناول، تحقیق، تنقید وعصری تقاضہ غاک	(ایم فل)	پروفیسر عابدہ بلوچ	۲۰۱۵
۲۳۷۔	ملاسی	براہوئی ڈرامہ	پروفیسر خداداگل	۲۰۱۵
۲۳۸۔	منزل	ناول	نادرشاہواڑی	۲۰۱۵
۲۳۹۔	مولانا محمد عمر دین پوری	ایم فل	پروفیسر یوسف رودینی	۲۰۱۵
۲۴۰۔	مہرُ ناشنزہ	شاعری	حسرت نذیر	۲۰۱۵
۲۴۱۔	تفسیر اختریہ تفسیر	(جلداول تاششم)	مولانا اختر محمد مینگل	۲۰۱۵
۲۴۲۔	براہوئی حال واحوال	تین تد	حاجی محمد عثمان بنگلزئی	۲۱۰۶
۲۴۳۔	سُچا انگا بندغ	ترجمہ	گل بنگلزئی	۲۰۱۶
۲۴۴۔	دشت ٹی دیگر	شاعری	وحید صابر	۲۰۱۶
۲۴۵۔	گل خان نصیر براہوئی شاعری	شاعری	گل خان نصیر	۲۰۱۶
۲۴۶۔	ای ونی	شاعری	سعید احسان مینگل	۲۰۱۶
۲۴۷۔	تک تول	فن وتحقیق	مراد صابر براہوئی	۲۰۱۶
۲۴۸۔	شیشپہ	شاعری	عزیز مینگل	۲۰۱۶
۲۵۰۔	سیرت سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق	تحقیق، سوانحہ	حافظ فضل دوست	۲۰۱۶
۲۵۱۔	ہسونا اُست	شاعری	سعید راقم	۲۰۱۶
۲۵۲۔	ہیل وبلد	لغت	عبدالصمد شاہین	۲۰۱۶
۲۵۳۔	ہیت آن ہیت	ترجمہ	ماسٹر سریابی	۲۰۱۶
۲۵۴۔	گڈیکوارمان	شاعری	ماجد عقیل	۲۰۱۶
۲۵۵۔	دیوان راہی	شاعری	عزیز راہی	۲۰۱۶

۲۵۶۔	مریک کانک	مزاحیہ شاعری	سلیم ساحل	۲۰۱۶
۲۵۷۔	جہالاوان ناصوفی بزرگاک	تحقیق	ذوق براہوئی	۲۰۱۶
۲۵۸۔	براہوئی احوال (۲)	تبصرے	قیوم بیدار	۲۰۱۶
۲۵۹۔	دستار	ناول	شہزاد غنی	۲۰۱۶
۲۶۰۔	بُنداو	شاعری	ثناءاللہ تبسم	۲۰۱۶
۲۶۱۔	حمد ونعت	شاعری	ملا محمد حسن براہوئی	۲۰۱۶
۲۶۲۔	سئی منتگ نامڈی	معلومات	عبدالطیف عبد	۲۰۱۶
۲۶۳۔	آدینک آتا بادوی	نظم	غفور جان ساسولی	۲۰۱۶
۲۶۴۔	آدینک آتا سیخا	نظم	غفور جان ساسولی	۲۰۱۶
۲۶۵۔	بابائے براہوئی اونا پروانہ غاک	شخصیت	علی شیر ناز براہوئی	۲۰۱۶
۲۶۶۔	زندنا سیخ	مضمون	اکرم ساجد	۲۰۱۶
۲۶۷۔	مولانا عبدالخالق بابا بکی	حالات زندگی	عبدالرحمٰن غرشین	۲۰۱۶
۲۶۸۔	لا الہ الا اللہ	حمدیہ شاعری	عبدالکریم عابد	۲۰۱۶
۲۶۹۔	غُتلو	مزاحیہ شاعری	حیدر علی عاطش	۲۰۱۶
۲۷۰۔	شہید میر علی دوست	نثر	میر طاہر خان مینگل	۲۰۱۶
۲۷۱۔	سونج رونج	(اشاعت دوئم) شاعری	سوز براہوئی	۲۰۱۶
۲۷۲۔	حرفا تا چراغ	شاعری	فتح شاد	۲۰۱۶
۲۷۳۔	مہرنا ڈکال	شاعری	حسین شہزاد	۲۰۱۶
۲۷۴۔	منت وار	شاعری	یونس ندیم	۲۰۱۶
۲۷۵۔	فضائل نماز	نثر	مولانا عبدالقادر محمد حسنی	۲۰۱۶

۲۷۶۔	چاچا	ترمیم شدہ	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۲۰۱۶
۲۷۷۔	تاریچہ براہوئی زبان وادب	فارسی ترجمہ	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۲۰۱۶
۲۷۸۔	بیوسی نازند	ترجمہ (افسانہ)	شاہین بارانزئی	۲۰۱۷
۲۷۹۔	خطی نابخت	قصہ	افضل مینگل	۲۰۱۷
۲۹۰۔	جواہر	شاعری	عابد سلام	۲۰۱۷
۲۹۱۔	زوبہ	ہائیکو	لعل بخش صابر	۲۰۱۷
۲۹۲۔	بودلا بادشاہ	ڈرامہ	پروفیسر خداداد گل	۲۰۱۷
۲۹۳۔	اریجتہ الوردہ	ترجمہ	مولانا عبدالخالق ابابکی	۲۰۱۷
۲۹۴۔	پھل براہوئی	ترجمہ	مولانا عبدالخالق ابابکی	۲۰۱۷
۲۹۵۔	سکا مثنوی ماہ گل	تحقیق	میر براہوئی	۲۰۱۷
۲۹۶۔	سندھ رنگ	تحقیق	جوہر براہوئی	۲۰۱۷
۲۹۷۔	ہتم نا توبے	شاعری	شہزاد نزیر	۲۰۱۷
۲۹۸۔	راگا تالڑی	ڈرامہ	افضل مینگل	۲۰۱۷
۲۹۹۔	سیرت رحمت عالم ﷺ	سیرت	مولانا عبدالقادر محمد حسنی	۲۰۱۷
۳۰۰۔	تخلص	تحقیق حاجی	عبداللطیف بنگلزئی	۲۰۱۷
۳۰۱۔	نورانیت ناباہوٹ	تحقیق	ذوق براہوئی	۲۰۱۷
۳۰۳۔	کلام راہی	شاعری	عزیز راہی	۲۰۱۷
۳۰۴۔	زِندان نازند	ناول	شہزاد غنی	۲۰۱۷
۳۰۵۔	پیداگیر	ڈرامہ	افضل مینگل	۲۰۱۸
۳۰۶۔	خاخر	ڈرامہ	افضل مینگل	۲۰۱۸

۳۰۷۔	نورمحمد پروانہ	شخصیت	ذوق براہوئی	۲۰۱۸
۳۰۸۔	لفظ ٹی کائنات	مضمونک	اکرم ساجد	۲۰۱۸
۳۰۹۔	ماہ پھل	دوہا	نیلم موہل	۲۰۱۸
۳۱۰۔	دمدر	شاعری سائیں	انورشاہ	۲۰۱۸
۳۱۱۔	مقالات ذوق	تحقیق	ذوق براہوئی	۲۰۱۹
۳۱۲۔	چاردے ناچارہیت	شاعری	میرغلام جیلانی	۲۰۱۹
۳۱۳۔	ذراغ	(اشاعت دوئم) شاعری	ڈاکٹر عالم عجیب	۲۰۱۹
۳۱۴۔	براہوئی خلقی قصہ غاک	(اشاعت دوئم) کہانیاں ڈاکٹر	ایم صلاح الدین مینگل	۲۰۱۹
۳۱۵۔	دراوڑستان	(اشاعت دوم) سفرنامہ	ڈاکٹرعبدالرزاق صابر	۲۰۱۹
۳۱۶۔	مہرناحرفاک	مضامین	مہردل پروانہ	۲۰۱۹
۳۱۷۔	صدگنج	متفرق	پروفیسرخداداد گل	۲۰۱۹
۳۱۸۔	حسان ناکلو	حمدیہ/نعتہ شاعری	وحیدصابر	۲۰۱۹
۳۱۹۔	منج	شاعری	کریم فریادی	۲۰۱۹
۳۲۰۔	شاشان	(اشاعت دوئم) شاعری	عادل قلندرانی	۲۰۱۹
۳۲۱۔	نرومب ناشکار	(متل وساہت)	شاہین بارانزئی	۲۰۱۹
۳۲۲۔	دیوان شمسل	شاعری	شمسل النسیم	۲۰۱۹
۳۲۳۔	توبے ناسفر	ناول	اکرم ساجد	۲۰۱۹
۳۲۴۔	مورپھکی	خلقی قصہ	افضل مینگل	۲۰۱۹
۳۲۵۔	براہوئی	خلقی شعروباگل نافنی جاچ	براہوئی عنایت لہڑی	۲۱۰۹
۳۲۴۔	مہرالنساء	ناول	شاہین بارانزئی	۲۰۲۰

اردو

۱۔	براہوئی کھیل	نثر	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۱۹۷۸
۲۔	یادرفتگان	تذکرے	ایم صلاح الدین مینگل	۱۹۸۹
۳۔	قدیم براہوئی شعراء	سوانح وکلام قدیم شعراء	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۱۹۸۹
۴۔	پنجابی براہوئی لسانی رشتے	نثر	پروفیسر عزیز مینگل	۱۹۹۵
۵۔	براہوئی ادب کا نیا تناظر	ادبی جائزہ	پروفیسر جاوید اختر	۲۰۰۰
۶۔	براہوئی تخلیقکار	تذکرے	جوہر براہوئی	۲۰۰۰
۷۔	شیلانج	براہوئی عوام کے من پسند کھانے	ایم صلاح الدین مینگل	۲۰۰۰
۸۔	براہوئی گرائمر	اردو ترجمہ	غلام مصطفیٰ سولنگی	۲۰۰۱
۹۔	قلات میں براہوئی ادب	تذکرے	شاہین بارانزئی	۲۰۰۲
۱۰۔	بدلتے موسموں کے گیت	تبصرے	ظفر مرزا	۲۰۰۳
۱۱۔	براہوئی ادب کا سماجی پس منظر	ادبی جائزہ	پروفیسر جاوید اختر	۲۰۰۳
۱۲۔	بلوچستان میں صحابہ کرام	تاریخ	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۲۰۰۴
۱۳۔	دھرتی کا قرض	تحقیق	حاجی خیر جان ریکی	۲۰۰۶
۱۴۔	کتاب رنگ	تبصرے	جوہر براہوئی	۲۰۰۶
۱۵۔	سندھی براہوئی زبانوں کا تقابلی جائزہ	ترجمہ	گلزار آثم براہوئی	۲۰۰۶
۱۶۔	براہوئی اور اردو کا تقابلی مطالعہ مقالہ		ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۲۰۰۶
۱۷۔	اویسیت اور پاس انفاس	تالیف	مولوی عبدالخالق ابابکی براہوئی	۲۰۰۷

۱۸۔	براہوئی ادب میں مطالعے	تبصرے	پروفیسر جاوید اختر	۲۰۰۷
۱۹۔	نقد ذہانت	(بزبان بروہی) گرامر	مولوی ابوتراب	۲۰۰۸
۲۰۔	براہوئی لسانیات	تحقیق	پروفیسر جاوید اختر	۲۰۰۸
۲۱۔	کوئٹہ سے کنیا کماری تک	ترجمہ	نیلم مومل	۲۰۱۱
۲۲۔	شروخ	انشائیہ	سید کامل القادری	۲۰۱۲
۲۳۔	علامہ محمد عمر دین پوری	سوانح	حاجی عبدالحیات منصور براہوئی	۲۰۱۲
۲۴۔	براہوئیات	تحقیق	پروفیسر جاوید اختر	۲۰۱۲
۲۴۔	براہوئی زبان میں اسلامی ادب	ایم فل مقالہ	پروفیسر فرید بروہی	۲۰۱۳
۲۵۔	بلوچستان مذہبی، علمی، فکری رجحانات اور مکتبہ درخانی	تحقیق	اثیر عبدالقادر شاہواڑی	۲۰۱۴
۲۶۔	براہوئی نسائی ادب کا تنقیدی مطالعہ	ایم فل مقالہ	قیوم بیدار	۲۰۱۴
۲۷۔	باب جہلاوان	تحقیق	حاجی خیر جان ریکی	۲۰۱۴
۲۸۔	مکتوبات کامل القادری	تحقیق	حاجی عبداللطیف بنگلزئی	۲۰۱۴
۲۹۔	براہوئی زبان وادب کی مختصر تاریخ	تحقیق	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۲۰۱۴
۳۰۔	پنت نامہ	ترجمہ	مولانا عبدالخالق ابابکی	۲۰۱۵
۳۱۔	کہکشاں	مرتب	شکیلہ رحمٰن	۲۰۱۵
۳۲۔	چالاک لومڑی	مرتب	جمیلہ رحمٰن، شکیلہ رحمٰن	۲۰۱۵
۳۳۔	قوس وقزح	مرتب	بشریٰ رحمٰن	۲۰۱۵

۳۴۔	براہوئی نامہ	تحقیق	ڈاکٹر عبدالرحمٰن	۲۰۱۵
۳۵۔	نوائے بولان	مرتب	ڈاکٹر سلیم کرد	۲۰۱۵
۳۶۔	مکتبہ درخانی ڈھاڈر	ایم فل	عبدالباری لہڑی	۲۰۱۵
۳۷۔	علامہ محمد عمر دیپوری	ایم فل	محمد یوسف رودینی	۲۰۱۵
۳۸۔	براہوئی لوک کہانیاں	لوک کہانیاں	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۰۱۵
۴۰۔	زہری نامہ	نثر	مولوی محمد عمر موسیانی	۲۰۱۶
۴۱۔	بلوچستان میں دینی ادب	تحقیق	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۲۰۱۷
۴۲۔	براہوئی لوک گیت لوک گیت	نثر	ڈاکٹر عبدالرحمٰن	۲۰۱۸
۴۳۔	براہوئی قرآن وحدیث وعربی کے الفاظ	نثر	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۲۰۱۸
۴۴۔	بلوچستان میں عرب مشاہیر	نثر	ڈاکٹر عبدالرحمٰن	۲۰۱۸
۴۵۔	میرا جھالاوان	تحقیق	مولانا محمد صدیق مینگل	۲۰۱۹
۴۶۔	براہوئی ادب کا نیا تناظر	(اشاعت دوم)	نثر پروفسر جاوید اختر	۲۰۱۹
۴۷۔	بلوچستان میں علم حدیث	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی		۲۰۱۹
۴۸۔	یادیں ملاقاتیں (حصہ اول)	شخصیات	ڈاکٹر ایم صلاح الدین مینگل	۲۰۱۹
۴۹۔	بلوچستان میں عربوں کی فتوحات	نثر	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۲۰۲۰
۵۰۔	بلوچستان میں تابعین تبع تابعین	نثر	ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوئی	۲۰۲۰
۵۱۔	یادیں ملاقاتیں (حصہ دوئم)	شخصیات	ڈاکٹر ایم صلاح الدین مینگل	۲۰۲۰

انگریزی

۱۔	دی براہوئی لینگوئج	(جلداول) باردوم	ڈینس برے	۱۹۷۷
۲۔	دی براہوئی لینگوئج	(جلددوم) باردوم	ڈینس برے	۱۹۷۸
۳۔	اے براہوئی ریڈنگ بک	(مکمل) باردوم	ٹی جے ایل میسز	۱۹۸۳
۴۔	اے براہوئی ریڈنگ بک	(جلداول) باردوم	ٹی جے ایل میسز	۱۹۸۳
۵۔	اے براہوئی ریڈنگ بک	(جلددوم) باردوم	ٹی جے ایل میسز	۱۹۸۳
۶۔	اے براہوئی ریڈنگ بک	(جلدسوم) باردوم	ٹی جے ایل میسز	۱۹۸۳
۷۔	ہینڈ بک آف دی براہوئی لینگوئج		اللہ بخش زہری	۱۹۸۳
۸۔	نوٹس آن دی سٹڈی آف براہوئی لینگوئج		جمعیت رائے	۱۹۸۵
۹۔	براہوئی ڈکشنری	لُغت	ڈنکن ڈکسی	۱۹۹۵
۱۰۔	ان انٹروڈکشن ٹو دی براہوئی	لینگوئج اینڈ لٹریچر	نواب غوث بخش رئیسانی	۲۰۱۲
۱۱۔	دی لائف ہسٹری آف براہوئی		ڈینس برے	
۱۲۔	انگلش اِن کوئٹہ	ریسرچ	عائشہ مینگل	۲۰۱۷
۱۳۔	براہوئی لینگوئج اینڈ بلوچستان		ڈاکٹر ایم صلاح الدین مینگل	۲۰۱۸
۱۴۔	براہوئی لینگوئج		سکندر براہوئی	۲۰۱۹
۱۵۔	کرسپونڈینس بٹوین قائداعظم اینڈ پیپل آف بلوچستان		ڈاکٹر عبدالرحمٰن	۲۰۱۹
۱۶۔	براہوئی لینگوئج		سکندر براہوئی	۲۰۱۹

متفرق

۱۔	براہوئی گرامر (بولی جا)	بول چال لالہ غلام محمد شاہوانی	غلام حیدر حسرت	۱۹۶۷
۲۔	براہوئی گرامر	براہوئی اردو گرامر وغیرہ	ظفر مرزا	۱۹۸۰
۳۔	میانی و پین قصہ غاک	انگریزی و براہوئی کہانیاں	کیپٹن ایم نکلسن	۱۹۸۵
۴۔	براہوئی قاعدہ	براہوئی اُردو قاعدہ گرامر بول چال	غلام حیدر حسرت	۱۹۸۷
۵۔	براہوئی اردو لغت	براہوئی اردو بول چال	اثیر عبدالقادر شاہوانی	۱۹۹۵
۶۔	براہوئی آبادکاری سیاسی سیاق وسباق	(نینا سوئیڈلر) ترجمہ	پروفیسر جاوید اختر	۲۰۰۶
۷۔	دستور العمل	آئین	براہوئی اکیڈمی	۲۰۰۸
۸۔	براہوئی گرامر	گرامر	آغا نصیر خان احمد زئی	۲۰۰۹
۹۔	براہوئی ناہندی و سنسکرت توسنگتی	لغت	پروفیسر عزیز مینگل	۲۰۰۹
۱۰۔	ہیل و بلد،	اردو براہوئی بلوچی بول چال	عبدالقیوم بابئ	۲۰۱۶

علامہ اقبال ایوارڈ برائے سال 2013 تا 2016

۱۔	معجزہ	ناول	نادر شاہوانی
۲۔	ہیرا تا چمولی	نثر شیخ	عتیق حسرت مینگل
۳۔	مہر ناز باد	شاعری	رحیم ناز
۴۔	ٹاکو تا ٹیکی	مزاحیہ شاعری	عبداللہ جوہر
۵۔	اشرف الانبیاء	نعتیہ شاعری	مولانا عبدالخالق ابابکی
۶۔	گل خان نصیر نا براہوئی شاعری		اسیر عبدالقادر شاہوانی

۷۔	حمد ونعت	شاعری	حاجی اختر علی بنگلزی
۸۔	براہوئی ناول	تحقیق	عابدہ بلوچ
۹۔	نے آن پد	شاعری	بشیر شاد
۱۰۔	مکتوبات کامل القادری	خطوط	حاجی عبداللطیف بنگلزئی
۱۱۔	دیر دیر کیوہ کنے دیرایتے	لوک شاعری	ذوق براہوئی
۱۲۔	سمندر ملاس ئے	افسانے	اکرم ساجد
۱۳۔	وفا نا بھرم	شاعری	پیر جی
۱۴۔	منزل	ناول	نادر شاہوانی
۱۵۔	کنالمہ	ناول	نادر شاہوانی
۱۶۔	تک تول	فن وتحقیق	مراد صابر براہوئی
۱۷۔	براہوئی زبان وادب نا شوندار ی	تحقیق	حاجی عبداللطیف بنگلزئی
۱۹۔	براہوئی نسائی ادب کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ تحقیق		قیوم بیدار
۲۰۔	مڑدا تا ڈغارے جہلاوان	رزمیہ شاعری	ذوق براہوئی
۲۱۔	حرفا تا چراغ	شاعری	فتح شاد
۲۲۔	بشخندہ گناف	مزاحیہ مضامین	اکرم ساجد
۲۳۔	غتلو مزاحیہ	شاعری	حیدر عاطش
۲۴۔	دستار	ناول	شہزاد غنی
۲۵۔	براہوئی حال وحوال	نثر	حاجی عثمان بنگلزئی

۲۶۔	گڑتی	شاعری	شاکر سلیم
۲۷۔	مہرناشنزہ	شاعری	نزیر حسرت

BRAHUI ACADEMY PAKISTAN